نورانی نسب ﷺ
ابوالفضل منور حسین عثمانی رضوی
بانی وامیر ادارہ تعمیر ملت مریدکے
جماعت رضائے مصطفےٰ مریدکے

ابوالفضل منوّر حسین عثمانی رضوی
بانی و امیر ادارہ تعمیرِ ملّت مریدکے

جماعت رضائے مصطفیٰ مریدکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ——— نورانی نسب

مصنّف ——— ابوالفضل منور حسین عثمانی رضوی

سن اشاعت ——— شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
نومبر ۲۰۰۱ء

ایڈیشن ——— اوّل

نگرانِ طباعت ——— جناب قاری حکیم محمد فیاض رضوی لاہور

کتابت ——— سلیم الٰہی طالب النوری
داؤکے ——— مریدکے

ہدیہ ——— ۱۵۰ روپے

نظرِ ثانی ——— جناب مولانا محمد اعجاز احمد بلال پارک مریدکے

قیمت خرید ——— ۹۵/ روپے

شیخ طریقت، رہبر شریعت

حضرت مولینا المفتی الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

• امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان (گوجرانوالہ)

کی

تقریظِ سعید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن و جنتی ہونے کے متعلق جلیل القدر اور کثیر التعداد اکابر علماءِ امت نے بیش بہا علمی و تحقیقی ذخیرہ جمع فرمایا ہے جبکہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ رسالت میں اپنی نیاز وانی موضوع کا حق ادا کرتے ہوئے مستقل چھ کتب تصنیف فرما کر مسئلہ زیرِ بحث کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ اور پھر آپ کی اس نیاز مندی و بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت کو ایسی قبولیت حاصل ہوئی، اور اتنا بڑا انعام حاصل ہوا، کہ آپ کے علاوہ کسی اور بزرگ کے متعلق پڑھنے سننے میں نہیں آیا:

یعنی کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷۵ مرتبہ بیداری میں اپنے دیدار پُر انوار سے مشرف فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں: قد اجتمعت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی وقتی ھذا خمسا وسبعین مرۃ یقظۃ ومشافھۃ

(المیزان الکبریٰ شعرانی ص۳۳)

اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق حسن عقیدہ رکھنے والوں کو درجہ بدرجہ بارگاہِ عالی میں کتنی خوشنودی حاصل ہے اور ایسی

طرح والدین کریمین کے متعلق بدعقیدگی رکھنے اور بدزبانی کرنے والے کتنے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ والعیاذ باللہ!

چنانچہ اس کا حالیہ تاریخی مظاہرہ اس طرح ہوا کہ ضلع گوجرانوالہ تھانہ تو کھر کے علاقہ میں جب ایک وہابی مولوی نام نہاد حافظ سعید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق بدزبانی کی اور معاذاللہ انہیں جہنمی قرار دیا، تو اسی رات اس کی داڑھی جھڑ گئی اور منہ کالا ہو گیا اور ادھر قانونی کارروائی کے تحت فوری طور پر گرفتار کر لیا گیا اور جیل پہنچ گیا اور اس کی درخواست ضمانت بھی مسترد کر دی گئی۔
(بحوالہ روزنامہ تہلکہ گوجرانوالہ، روزنامہ پاکستان لاہور، ۲۰۰۱ء ۱۵ وغیرہ)

اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ: ؎

بنی کی غضب میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے بچو!

العزیز الفاضل مولانا منور حسین عثمانی رضوی سلمہٗ کی یہ سعادت مندی ہے کہ انہوں نے بھی زیرِ نظر کتاب "نورانی نسب" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی عظمت کے تحفظ کیلئے یہ کتاب لکھ کر بارگاہِ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بارگاہِ رسالت میں ان کا یہ نذرانہ قبول فرمائے اور اسے مقبولِ عام بنائے۔ آمین!

ابو داؤد محمد صادق

(ابو داؤد محمد صادق)

تقریظ

مصنّفِ کتبِ کثیرہ، مفسّر و مترجم قرآن، مفکرِ اسلام

حضرت مولانا مفتی **محمّد رضاء المصطفےٰ ظریف القادری**

(گوجرانوالہ)

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علیٰ رسولہ الکریم۔ امّا بعد:

بالعموم نظریاتی طور پر مسلمان حضرات دو طبقوں پر مشتمل ہیں

۱۔ اقرار والے ۲۔ انکار والے

بحمد اللہ تعالیٰ اہلِ سنّت و جماعت وہ خوش قسمت و خوش عقیدہ لوگ ہیں جو تمام محبوبانِ خدا جل وعلا کی عظمتوں کا اقرار کرنے والے ہیں کسی کے منکر اور بے ادب و گستاخ نہیں۔

عام آدمی کے ایمان کا مسئلہ ایک نازک و حساس امر ہے۔ کسی حتمی و یقینی دلیل کے بغیر اُسے غیر مومن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جہاں تک حضور سید کائنات و باعثِ تخلیقِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے والدین کریمین کے ایمان کا مسئلہ ہے۔ یہ تو انتہائی حساس اور نازک تر امر ہے۔

کسی دلیل کے بغیر انہیں کافر گرداننا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا اور اپنے ایمان و جان کو قعرِ مذلت و سقر میں ڈالنا ہے۔ والدین کریمین کی حیاتِ طیبہ میں ان کا کفر و شرک ثابت نہ ہونا ہی ثبوتِ ایمان و نجات کیلئے دلیل کافی ہے۔

پھر نسبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نورٌ علیٰ نور ہے۔ جو مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کی رہائش گاہ بنی وہ جنتی ہے اور وہ ماں جو امام الانبیاء

علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کیلئے ذریعہ پیدائش بنی وہ کیوں جنتی نہیں ہوسکتی۔

ماشاء اللہ! زیر نظر کتاب ایسے بیسیوں دلائل وبراہین سے مزین اور ایسی مبسوط ابحاث پر مشتمل ہے کہ جنہیں پڑھنے کے بعد تسلیم کی دولت سے کوئی ازلی شقی ہی محروم رہ سکتا ہے۔

کتاب ہٰذا کے مصنف اہلسنت وجماعت کے نامور خطیب مولانا علامہ محمد منور حسین عثمانی ہیں۔ ماشاء اللہ عثمانی صاحب آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے، گلشن تحریر کی شگفتہ کلی اور میدان تحریر کے عظیم شہسوار ہیں۔

فقیر کی دعا ہے کہ مولیٰ کریم اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے موصوف کے علم وعمل اور مزید جذبہ خدمت دین میں برکت عطا فرمائے۔

آمین بجرمۃ طٰہٰ ویٰسین

محمد رضا المصطفیٰ ظریف القادری

ڈائریکٹر پاک سنی اکیڈمی

و

مفتی و مدرس مرکزی دارالعلوم حنفیہ رضویہ سراج العلوم

۱۹، اسلام آباد، گوجرانوالہ

۱۴، شعبان ۱۴۲۲ھ

تقریظِ سعید

امام المدرسین، عمدۃ المحققین
حضرت مولینا حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ العالی
لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین وعلیٰ
آبائہٖ واصحابہٖ واٰلہ الطیبین الطاھرین: اما بعد!

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق واجماع رہا ہے کہ نبی آخر الزمان حضور پر نور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور تمام صفات کے اعتبار سے افضل الرسل ہیں۔ کسی صفت وادا اور کسی خوبی وخصلت میں آپ کا ثانی وہمسر کائنات ارضی و سماوی میں موجود نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممکن النظیر نہیں بلکہ ممتنع النظیر ہیں۔ اسی طرح آپ کا نسب عالی بھی افضل واطیب الانساب ہے۔ آپ کے آباء واجداد میں کوئی زانی اور بت پرست نہیں ہے۔ آپ کے والدین کریمین کے ایمان وفضیلت پر آئمہ وعلماء اسلام نے بہت کچھ تحریر فرمایا جو ان کی عظیم الشان تصانیف میں مذکور ہے۔

فاضل جلیل، عالم نبیل، خطیب شہیر عزیز مکرم حضرت علامہ مولانا محمد منور حسین عثمانی صاحب زید مجدہٗ کی پیشِ نظر تصنیف جلیل "نورانی نسب" بھی اسی نورانی سلسلہ کی کڑی ہے۔ اس میں موصوف نے قرآنی آیات، احادیث کریمہ اور اقوال وارشاداتِ مفسرین سے استدلال واستشہاد کرتے ہوئے انتہائی خوبصورت اور مضبوط

مربوط انداز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی نسب اور ایمان ابوین کریمین کے مسئلہ کو بیان فرمایا ہے۔ اس کتاب اور موصوف کی دیگر تصانیف کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عثمانی صاحب بحرِ خطابت کے سبّاح ہونے کے ساتھ ساتھ بادیہ تصنیف و تالیف کے سیّاح بھی ہیں۔ موصوف کی تصنیفات دلائل و براہین عقلیہ و نقلیہ سے مدلّل و مبرہن ہوتی ہیں، اصل مآخذ و مراجع تک رسائی حاصل کر کے اپنی تصانیف کو حوالہ جات سے مزیّن و محلّی فرمانا مولانا کی وسعت مطالعہ اور علمی گہرائی و گیرائی کی بیّن دلیل ہے۔

مولانا کی یہ چوتھی علمی کاوش ہے۔ امید ہے یہ سلسلہ مزید آگے بڑھے گا اور بڑھتا چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مولانا کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور ان کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

حافظ عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

یکم نومبر ۲۰۱۰ء

اظہارِ تشکّر

خالقِ انس وجاں، صاحبِ کُن فکاں، مالک ورب جہاں اللہ قدوس جلّ مجدہ الکریم اور سیّد العالمین، امام الاوّلین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، دلبرِ دو عالمین، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چاند، طیبہ و طاہرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال، بے نظیر و بے مثال، صاحبِ مقام محمود، محبوبِ ربِ ودُود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آبائہٖ وازواجہٖ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فضل وکرم سے زیرِ نظر کتاب "نورانی نسب" بندہ ناچیز کی چوتھی تصنیف ہے جو کہ تقریباً دو ماہ کے عرصے میں کتابت سمیت تکمیل کو پہنچی ہے۔

محافلِ میلاد پاک، مجالسِ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تقریباتِ اعراس مقدسہ میں خطابات اور اس سلسلے میں ملک کے طول وعرض میں اسفارِ کثیرہ کے باوجود اتنی قلیل مدت میں کتاب کا مکمل ہونا خدا اور رسول جلّ جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کی خاص مہربانی بر عثمانی اور مقبولیتِ کتاب کی پیشگی نشانی ہے۔

دو ماہ قبل جب اس کتاب کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے پیکرِ خلوص ومحبت، نرم گو وشیریں طبیعت جناب محمد سلیم الٰہی طالب النوری (داؤ کے مریدکے کاتبِ کتاب ھٰذا) کے پاس بندہ گیا اور اُن سے استفسار کیا کہ اگر آپ کتابت کیلئے وقت نکالیں تو بندہ کتاب شروع کرے کیونکہ وہ اسکول ٹیچر بھی ہیں اور علاقہ بھر کے تمام اشتہارات بھی وہ ہی لکھتے ہیں۔ بناءً علیہ مجھے کم اُمید تھی کہ وہ رمضان المبارک سے قبل تکمیلِ کتابت کی حامی بھر لیں گے لیکن مجھے فرحت آمیز حیرت ہوئی کہ انہوں نے نہ صرف کہ حامی بھر لی بلکہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی عظمت پر کتاب ہے، اس کی کتابت بندہ کے لیے باعثِ فخر وشرف ہے ـــــ اس طرح

انہوں نے خوشی سے تکمیل کتابت کا ذمہ اُٹھایا اور پھر بطریقہ احسن اسے نبھایا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین احسن الجزاء وحفظہ اللہ واھلہ واولادہ کلھم اجمعین :

"مرشد کی عطاؤں کا کروں شکر ادا کیسے؟"

✵ خاص نظرِ عنایت ہے اس عبدِ حقیر پُر تقصیر پر، پیکرِ عزم و ہمت مبلغ کتاب و سنت، پیرِ طریقت، محافظِ شریعت، حضور قبلہ مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ العالی کی، جن کی عطاؤں و دعاؤں سے بندہ کیلئے میدانِ تحریر و تقریر میں فوز و فلاح کی راہیں مزید کھل رہی ہیں خصوصاً جبکہ آپ نے زینت المساجد، آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ میں خطاب کے دوران بندۂ ناچیز کے متعلق اعلان فرمایا کہ شہید اہلسنت مولانا محمد اکرم رضوی علیہ الرحمۃ کے بعد ان کی جگہ "منور عثمانی" ایک ہے۔ الحمد للہ علی ذالک الف الف مرہ

"آباد خدا رکھے میرے پیر دے ڈیرے نوں"

✵ زیرِ نظر کتاب کے سلسلہ میں مضبوط حوصلہ افزائی، مزید رہنمائی اور مدد فرمائی ہے مترجم و مفسرِ قرآن، نازشِ اہلسنت حضرت مولانا مفتی محمد رضا المصطفیٰ ظریف القادری مدظلہ نے جزاہ اللہ خیراً ومتعنا اللہ بعلمہ وفضلہ۔

"دِل صاف، نظر پاک و پُرسوز تکلّم"

✵ استاذی المکرم، استاذ العلماء، فخر الفضلاء، تاجدارِ مسندِ تدریس حضرت مولانا علامہ الحاج محمد عبداللطیف نقشبندی مجددی جلالی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور کی خصوصی شفقت و تربیت کا اثر ہے کہ بندۂ ناچیز کے خطاب کو علمی حلقوں میں سراہا جاتا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک الف الف مرہ

○ ملت کے جوانوں کی تقدیر سنواریں ○ ہر لمحہ وہ دین کی خدمت میں گزاریں

* محسن و محافظ اہلسنت، مجاہد ملت، فکر مند سنیت استاذی المکرم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مہتمم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ کے دست راست امام المدرسین، عمدۃ المحققین فیض یافتہ نگاہ غزالی زماں استاذی المکرم مشفقی و محبی فی اللہ حضرت مولانا علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب۔ ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و خطیب مسلم مسجد ——— جب بندہ نے اپنی پہلی کتاب اُن کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا: اب ساری زندگی تحریر کے کام میں کبھی تعطل نہ آنے پائے ——— ان کا شکر گزار ہوں کہ اُن کا حکم و مشورہ مسلسل رہنمائی کرتا رہتا ہے۔

ان کے علاوہ جامعہ نعیمیہ و نظامیہ کے تمام اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں جن کی برکتوں سے خدمت دین کا شرف نصیب ہوا۔

* خادم الحرمین برادرم جناب قاری محمد سلیم چشتی گولڑوی خطیب تجلی مصطفیٰ رحمن پورہ مریدکے اور فاضل جلیل عالم نبیل حضرت مولانا علامہ قاری حکیم محمد فیاض رضوی لاہور سلمہما الرحمن کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کتابیں ڈھونڈنے میں میرے ساتھ خوب تعاون کیا۔

یہ حقیقت ہے کہ!

اس موضوع پر اہل علم نے بڑی ضخیم و کثیر کتابیں لکھی ہیں اور علمی تحقیق کے دریا بہائے ہیں۔ اور بندہ ناچیز نے انہی علمائے حق کی کتابوں سے کسب فیض کر کے اس کتاب کی تصنیف کا شرف حاصل کیا ہے۔

کرم بالائے کرم :

* جامع مسجد تجلی مصطفیٰ داؤ کے مریدکے میں ہفتہ وار ہونے والے درس سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی خصوصی برکت کہوں یا والدین کریمین رضی اللہ عنہما کی شان پر لکھی جانے والی اس کتاب کی کرامت کہوں جس کی تصنیف کے دوران ہی دربارِ رسالت مآب میں حاضری کیلئے ایک عاشقِ مدینہ جناب محمد یوسف نے بندہ کو عمرے کا ٹکٹ دیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک الف الف مرۃ:

اک پیکرِ معصیت اور اتنی پذیرائی
شکراً یا حبیبی! میرے مالک و مولائی
اے سعدی و سیوطی کو نوازنے والے (رحمۃ اللہ علیہما)
اک نظرِ کرم کا ہے عاجز بھی تمنائی

فقیر ابو الفضل منور حسین عثمانی رضوی

○ بانی و امیر ادارہ تعمیر ملت مریدکے

○ مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام

مرکزی جامع مسجد مہاجرین منڈی مریدکے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت :

اللہ قدوس عزوجل کا ارشادِ پاک ہے۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (سورۃ البقرہ ۔ ۲۲۱)

بے شک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے :

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے۔

عَنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنَّهُ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ أَنَا؟ فَقَالُوْا أَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَ خَيْرُهُمْ بَيْتًا (مشکوٰۃ صـ ۵۱۳)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے گویا کہ انہوں نے (اعلان چہ چا وغیرہ) کچھ سنا تھا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے مخاطب ہو کر) فرمایا کہ میں کون ہوں ؟ صحابہ نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ

ابن عبد المطلب ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھ کو اُن میں سے اچھی مخلوق میں بنایا، پھر اس بہتر مخلوق کے دو حصے کئے تو مجھ کو اچھے حصے میں بنایا، پھر اُس اچھے حصے میں قبیلے بنائے تو مجھ کو اچھے قبیلے میں بنایا، پھر اُس اچھے قبیلے کے گھر بنائے تو مجھ کو اچھے گھر میں بنایا۔ پس میں ذات کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں اور گھر کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں۔

قارئین کرام غور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ مومن خیر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــــ مجھے میرے رب کریم نے خیر والی مخلوق میں بنایا، پھر اُس کے قبیلے بنائے تو مجھے سب مخلوق سے زیادہ خیر والے قبیلے میں رکھا، پھر گھر بنائے تو مجھے سب سے زیادہ خیر والے گھر میں رکھا۔

اب اگر کوئی شخص معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو کافر و مشرک مانے تو اُس نے فرمانِ رسالت کو ٹھکرایا ہے کیونکہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، میرا گھر ساری کائنات میں زیادہ خیر والا ہے اور کفر تو سب سے بڑی شر ہے نہ کہ خیر۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ مِنْهُ

(بخاری جلد ۱، صہ ۵۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ہر قرن و طبقہ میں تمام قرونِ بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا ہوں۔ یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعویٰ و فرمانِ پاک کے مطابق واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ سب سے اعلیٰ، گھر سب سے بالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طبقے

میں ہوں وہ طبقہ سب سے نرالا، لاریب، آپ کا قرن خیر البریہ (سب مخلوق سے بہتر) اس حقیقت کو قرآن پاک یوں بیان فرماتا ہے۔

آیت اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ○

(سورۃ البینہ۔ ۶، ۷)

بے شک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ سارے جہان سے بدتر ہیں۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں۔

قارئین کرام! نتیجہ واضح ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلہ، خاندان اور گھر کو سب جہان سے بہتر قرار دیا ہے۔ تو یقیناً سب سے بہتر ایمان والے ہی ہوتے ہیں۔ کفار کو تو قرآن نے شَرُّ الْبَرِيَّه (مخلوق سے بدتر) قرار دیا ہے۔

حدیث امیر المومنین اسد اللہ الغالب فی المشارق والمغارب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

لَمْ يَزَلْ عَلٰى وَجْهِ الدَّهْرِ (الارض) سَبْعَةُ مُسْلِمِيْنَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذٰلِكَ هَلَكَتِ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا۔

(مسالک الحنفا ص ۳۲، شرح الزرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲، مطبوعہ مصر)

روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔

حدیث مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
مَا خَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ مِنْ سَبْعَةٍ يَدْفَعُ اللّٰهُ

بِہِمْ عَنْ اَھْلِ الْاَرْضِ ؛ (مسالک الحنفاء صـ۱۳۲ ، شرح الزرقانی علی المواہب صـ۲۰۴)
نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی سات بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوئی۔ جن کی
وجہ سے اللہ تعالیٰ اہلِ زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

اِن مذکورہ حدیثوں پر تبصرہ کرتے ہوئے امام اہلِ سنّت مجددِ دین وملت
اعلیٰحضرت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔
جب صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ ہر قرن وطبقے میں روئے زمین پر لا اقل
سات مسلمان بندگانِ مقبول ضرور رہے ہیں اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث
سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے میں
ہر قرن میں خیارِ قرن سے ہیں۔ اور آیت قرآنیہ ناطق کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی
شریف القوم بالانسب ہو، کسی غلام مسلمان سے بھی خیر و بہتر نہیں ہوسکتا تو واجب
ہوا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و امہات ہر قرن اور طبقہ میں انہیں بندگانِ
صالح ومقبول سے ہوں ورنہ معاذ اللہ صحیح بخاری میں ارشادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
و قرآن عظیم میں ارشادِ حق جلّ وعلا کے مخالف ہوگا۔

اَقُوْلُ وَالْمَعْنٰی اَنَّ الْکَافِرَ لَا یَسْتَاھِلُ شَرْعًا اَنْ یُّطْلَقَ عَلَیْہِ
اَنَّہٗ مِنْ خِیَارِ الْقَرْنِ لَا سِیَّمَا وَھُنَاکَ مُسْلِمُوْنَ صَالِحُوْنَ وَاِنْ
لَّمْ یُرِدِ الْخَیْرِیَّۃَ اِلَّا بِحَسَبِ النَّسَبِ فَافْھَمْ ؛ (شمول الاسلام از اعلیٰحضرت)

(ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ کافر شرعاً اس بات کا مستحق نہیں کہ اسکو
خیر القرن کہا جاسکے بالخصوص جبکہ مسلمان صالح موجود ہوں اگرچہ خیریت نسب ہی
کے لحاظ سے کیوں نہ ہو ۔

رب کے قہر وغضب کو نہ آواز دے ○ کر ناراض نہ عربی سلطان کو
پڑھ حُبِّ نبی لے کے قرآن کو ○ دیکھ پھر جانِ عالم کے فرمان کو
والدین نبی تو ہیں خیر جہاں ○ کر چیلنج نہ تو اُن کے ایمان کو

آیت

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ (سورۃ الشعراء ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹)

(ترجمہ) بھروسہ کر زبردست مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہو اور تیرا کروٹیں بدلنا، سجدہ کرنے والوں میں۔

مذکورہ آیت میں وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں، تفاسیر معتبرہ کی روشنی میں۔

تفسیر روح المعانی

علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی البغدادی اس آیت کی کئی تفسیریں بیان کرتے ہوئے یہ تفسیر بھی پیش کرتے ہیں۔

وَ اَبُوْنُعَيْمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا اِلَّا اَنَّهٗ رضی اللہ عنہ فَسَّرَ التَّقَلُّبَ فِيْهِمْ بِالتَّنَقُّلِ فِيْ اَصْلَابِهِمْ حَتّٰى وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ عليه الصلٰوة وَالسَّلَام وَجَوَّزَ عَلٰى حَمْلِ التَّقَلُّبِ عَلَى التَّنَقُّلِ فِي الْاَصْلَابِ اَنْ يُّرَادَ بِالسَّاجِدِيْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاسْتُدِلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى اِيْمَانِ اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ كَثِيْرٌ مِّنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَاَنَا اَخْشَى الْكُفْرَ عَلٰى مَنْ يَّقُوْلُ فِيْهِمَا رضی اللہ عنہما عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ عَلِيِّ الْقَارِيْ وَاَحْزَابِهٖ بِضِدِّ ذَالِكَ:

(تفسیر روح المعانی جلد ۱۰، الجزء التاسع عشر ص ۱۳۷، ۱۳۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ابونعیم نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ" کی تفسیر یہ کی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباء واجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنا۔ اور تقلّب کے اس معنی سے السّاجدین سے مؤمنین مراد لیا جائے گا۔ اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے والدین کے اہلِ ایمان ہونے پر دلیل پکڑی گئی ہے جیسا کہ یہ مذہب اہلسنت کے کثیر التعداد، جلیل القدر علماء کرام کا ہے اور میں اُس شخص کے کفر کا خوف رکھتا ہوں جو آپ کے والدین کے بارے میں ملا علی قاری اور اُس کے ساتھیوں کی طرح اس عقیدہ (یعنی ایمانِ والدین کریمین) کے خلاف کا قائل ہو۔

تفسیر دُرِ منثور :

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الدَّلَائِلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فِیْ قَوْلِہٖ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ قَالَ مَا زَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَقَلَّبُ فِیْ اَصْلَابِ الْاَنْبِیَاءِ حَتّٰی وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ :

اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کی صُلبوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے جنا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَیْنَ کُنْتَ وَاٰدَمُ فِی الْجَنَّۃِ ؟ فَتَبَسَّمَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ کُنْتُ فِیْ صُلْبِہٖ وَھَبَطَ اِلَی الْاَرْضِ وَاَنَا فِیْ صُلْبِہٖ۔ وَرَکِبْتُ السَّفِیْنَۃَ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ نُوْحٍ وَقُذِفْتُ فِی النَّارِ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ لَمْ یَلْتَقِ اَبَوَایَ قَطُّ عَلٰی سِفَاحٍ لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّیِّبَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ مُصَفًّی مُھَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا کُنْتُ فِیْ خَیْرِھِمَا۔ الخ

(تفسیر درِ منثور جلد ۵ ص ۹۸ مطبوعہ ایران، کتاب الشفاء ص ۱۳۲ مصری واللفظ لدرِ منثور)

(ترجمہ) ابن مردویہ نے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میرا باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں، جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو آپ اس وقت کہاں تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہوگئیں اور ارشاد فرمایا۔ اُس وقت میں اُن کی پشت میں تھا اور جب وہ (حضرت آدم) زمین پر آئے (تب بھی) میں ان کی پشت میں تھا۔ اور میں اپنے باپ نوح علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے کشتی پر سوار ہوا اور میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے والدین کبھی بھی حرام کاری میں نہیں پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے طیب پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرمایا ہے (اور وہ تمام لوگ) صاحبانِ صفا اور تہذیب تھے جب کسی سے دو شاخیں بنتیں تو میں اُن میں سے اعلیٰ شاخ میں ہوتا۔

مسالک الحنفا

وَقَدْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِی تَاوِیْلِ قَوْلِ اللّٰہِ "وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ" اَیْ تَقَلُّبَکَ مِنْ اَصْلَابٍ طَاهِرَةٍ مِنْ اَبٍ بَعْدَ اَبٍ اِلٰی اَنْ جَعَلَکَ نَبِیًّا وَکَانَ نُوْرُ النُّبُوَّةِ ظَاهِرًا فِی اٰبَاءِهٖ .... وَقَالَ اَبُوْجَعْفَرِ النَّحَاسُ فِی مَعَانِی الْقُرْاٰنِ وَفِی قَوْلِهٖ "وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ" رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ تَقَلُّبَہٗ فِی الظُّهُوْرِ حَتّٰی اَخْرَجَہٗ نَبِیًّا وَمَا اَحْسَنَ قَوْلَ الْحَافِظِ شَمْسِ الدِّیْنِ بْنِ نَاصِرِ الدِّیْنِ دِمَشْقِیْ ؎

تَنَقَّلَ اَحْمَدُ نُوْرًا عَظِیْمًا — تَلَأْلَأَ فِی جِبَاهِ السَّاجِدِیْنَا
تَقَلَّبَ فِیْهِمْ قَرْنًا فَقَرْنًا — اِلٰی اَنْ جَاءَ خَیْرَ الْمُرْسَلِیْنَ

(مسالک الحنفا ص ۳۵-۳۶)

(ترجمہ) وتقلبک فی الساجدین کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ، آپ ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف آتے رہے اور وہ تمام پشتیں طاہر تھیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کر دیا تو آپ کا نور نبوت آپ کے تمام آباء واجداد میں ظاہر ہوتا رہا ——— ابو جعفر نحاس نے اسی آیت کے متعلق کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ مختلف پشتوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ بذات خود تشریف لے آئے۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اشعار میں کیا خوب تفسیر کی۔ (ترجمہ اشعار) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک منتقل ہوتا رہا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور سجدہ ریز لوگوں میں اس کی چمک دمک نظر آتی رہی۔ آپ ان نورانی سجدہ ریزوں کی پشت میں پھرتے پھراتے خیر المرسلین بن کر خود تشریف فرما ہوئے۔

تفسیر مظہری

اَلْمُرَادُ مِنْهُ تَقَلُّبُكَ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ السَّاجِدِيْنَ لِلّٰهِ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ السَّاجِدَاتِ وَمِنْ اَرْحَامِ السَّاجِدَاتِ اِلٰى اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اَيِ الْمُوَحِّدِيْنَ وَالْمُوَحِّدَاتِ حَتّٰى يَدُلَّ عَلٰى اَنَّ اٰبَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ؛

(تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۸۹ بحوالہ نور العینین)

(ترجمہ) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اور اللہ کو سجدہ کرنے والے مردوں کی پشت سے ان عورتوں کے رحم کی طرف منتقل ہوئے جو طاہرات اور سجدہ کرنے والی تھیں اور پھر ان طاہرات و ساجدات کے رحم سے ایسے پاکیزہ افراد کی طرف منتقل ہوئے۔ جو سبھی اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم تھے۔ یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت

کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد صاحبانِ ایمان و توحید تھے۔

تفسیر صاوی

تحت قولِ اللہِ تعالیٰ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ وَالْمُرَادُ بِالسَّاجِدِيْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمَعْنٰى يَرَاكَ مُتَقَلِّبًا فِيْ اَصْلَابِ وَ اَرْحَامِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ لَّدُنِ اٰدَمَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَاُصُوْلُهٗ جَمِيْعًا مُؤْمِنُوْنَ ،

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنیوالوں کے۔ سجدہ کرنیوالوں سے مراد اہلِ ایمان ہیں اور اس کا معنی یہ کہ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو اصلاب آباء کرام اور ارحام امہات اہلِ ایمان میں انتقال پذیر ہوتے دیکھتا رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد اور سب امہات و جدات سب کے سب مومن تھے۔

(تفسیر صاوی صـ ۲۸۷/۳ بحوالہ نور الہدیٰ)

تفسیر جمل

قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ فَسَّرَ بَعْضُهُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اَيْ يَرَاكَ مُتَقَلِّبًا فِيْ اَصْلَابِ وَ اَرْحَامِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ لَّدُنِ اٰدَمَ وَحَوَّاءَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَ اٰمِنَةَ جَمِيْعُ اُصُوْلِهٖ رِجَالًا وَّنِسَاءً مُؤْمِنُوْنَ ٥

"اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے"۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ساجدین کی تفسیر مومنین سے کی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو گردش کرتے دیکھتا رہا ہے بیچ پشت آباء کرام اور ارحام امہات اہلِ ایمان کے سیدنا آدم و سیدہ حوا علیہما السلام سے لے کر سیدنا عبداللہ و سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما تک آپ کے تمام اصول مردوں اور عورتوں سے سب کے سب مومن تھے۔

(تفسیر جمل صـ ۲۹۶/۳ بحوالہ نور الہدیٰ)

امام فخر الدین رازی کا فرمان:

امام فخر الدین رازی اسرار التنزیل میں فرماتے ہیں: اِنَّ آبَاءَ الْاَنْبِیَاءِ مَا کَانُوْا کُفَّارًا یَدُلُّ عَلَیْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰی اَلَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ قِیْلَ مَعْنَاهُ یَنْتَقِلُ نُوْرُهٗ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ قَالَ فَفِیْهِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ جَمِیْعَ آبَاءِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ؛ زرقانی جلد ا صـ۱۷۴ مطبوعہ مصر، شموس الاسلام (اعلیحضرت علیہ الرحمۃ) التعظیم والمنۃ فی ان ابوی رسول اللہ فی الجنۃ (للسیوطی) صـ۵۰ مطبوعہ حیدر آباد

بے شک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے آباء کرام میں سے کوئی شخص کافر نہ تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمودہ صاف دلالت کرتا ہے " جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے، اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے" اکثر علماء نے کہا ہے کہ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب کے جملہ آباء و امہات ایمان دار تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب میں کوئی مشرک نہیں:

وَمِمَّا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ آبَاءَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم مَا کَانُوْا مُشْرِکِیْنَ قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِیْنَ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَوَجَبَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ اَحَدٌ فِیْ اَجْدَادِهٖ مُشْرِکًا: (مواہب لدنیہ صـ۳۴ مطبوعہ مصر)

اور جو چیز اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مشرک نہ تھے ۔ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے کہ میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتا چلا آیا ہوں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کافر تو ناپاک ہی ہیں اس بنا پر یہ بات لازم ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ آباء و اجداد و امہات و جدات سے کوئی شخص کافر و مشرک نہ ہو ۔

علامۃ الدہر امام ابن حجر مکی کا نعرہ حق

شیخ المحدثین امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، افضل القریٰ میں رقمطراز ہیں۔

اِنَّ آبَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرَ الْاَنْبِیَاءِ وَ اُمَّھَاتِہٖ اِلٰی آدَمَ وَحَوَّاءَ لَیْسَ فِیْھِمْ کَافِرٌ لِاَنَّ الْکَافِرَ لَا یُقَالُ فِیْ حَقِّہٖ اَنَّہٗ مُخْتَارٌ وَلَا کَرِیْمٌ وَلَا طَاھِرٌ بَلْ ھُوَ نَجَسٌ کَمَا فِیْ آیَۃِ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ وَقَدْ صَرَّحَتِ الْاَحَادِیْثُ السَّابِقَۃُ بِاَنَّھُمْ مُخْتَارُوْنَ وَاَنَّ الْاٰبَاءَ کِرَامٌ وَالْاُمَّھَاتِ طَاھِرَاتٌ .... وَاَیْضًا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ

تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد جو غیر انبیاء ہیں اور آپ کی امہات و جدات میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا کیونکہ کفار کے حق میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ برگزیدہ اور بزرگوار اور پاکیزہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " کہ کافر تو ناپاک ہی ہیں " اور احادیث سابقہ میں صراحت ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد اور امہات و جدات سب پاک تھے کیونکہ اللہ قدوس نے قرآن پاک میں فرمایا ہے " اور تمہارا گردش کرنا بیچ سجدہ کرنے والوں کے ۔

پاکی و پلیدی دو چیزیں جدا ہیں ۞ کہ اک جو اُجلی سو میلی سیاہ ہیں
میرے مصطفیٰ کے آباء ہیں جنتی ۞ یہ فتویٰ ہے ان کا جو حق سے آگاہ ہیں
(عثمانی)

گلِ چیدہ از گلشنِ کائنات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اخْتَارَ خَلْقَهُ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِيْ آدَمَ ثُمَّ اخْتَارَ بَنِيْ آدَمَ فَاخْتَارَ مِنْهُمُ الْعَرَبَ ثُمَّ اخْتَارَ الْعَرَبَ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ قُرَيْشًا ثُمَّ اخْتَارَ قُرَيْشًا فَاخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِيْ هَاشِمٍ ثُمَّ اخْتَارَ بَنِيْ هَاشِمٍ فَاخْتَارَنِيْ مِنْهُمْ فَلَمْ أَزَلْ خِيَارًا مِنْ خِيَارٍ أَلَا مَنْ أَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَ الْعَرَبَ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ:

(الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی صفحہ ۴۸ مطبوعہ بوہر گیٹ ملتان)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے بنی آدم کو چن لیا پھر بنی آدم سے عرب کو چن لیا۔ پھر عرب سے قریش کو چن لیا پھر قریش سے بنی ہاشم کو چن لیا پھر بنی ہاشم سے مجھے چن لیا۔ پس میں ہمیشہ بہتر سے بہتر گروہ میں رہا ہوں۔ خبردار! جو عرب والوں سے محبت رکھتا ہے تو مجھ سے محبت رکھنے کے باعث اور جو اُن سے عداوت رکھتا ہے تو مجھ سے عداوت رکھنے کے باعث۔

ضمنی اعتراض اگر عرب والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث محبت کے قابل ہیں تو ابوجہل، ابولہب اور اُمیہ وغیرہم بھی تو عرب والوں میں سے ہیں؟

جواب: بے شک عرب والوں میں تھے لیکن اپنے کفر و طغیان اور ظلم و عصیان کے باعث اس حکمِ محبت سے خارج ہوئے۔

مقامِ غور ہے! جب عام عربیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث

محبت کا حکم ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث محبت کرنے سے کیوں موت پڑتی ہے؟ فیا للعجب!

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال عاشقانہ

علامہ موصوف تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں۔

فَكَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عِلَّةً غَايَةً لِوُجُوْدِ كُلِّ كَوْنٍ فَوُجُوْدُهٗ شَرِيْفٌ عُنْصُرُهٗ لَطِيْفٌ اَفْضَلُ الْمَوْجُوْدَاتِ الْكَوْنِيَّةِ وَرُوْحُهٗ اَفْضَلُ الْاَرْوَاحِ الْقُدْسِيَّةِ وَقَبِيْلَتُهٗ اَفْضَلُ الْقَبَائِلِ وَلِسَانُهٗ خَيْرُ الْاَلْسِنَةِ وَكِتَابُهٗ خَيْرُ الْكُتُبِ الْاِلٰهِيَّةِ وَاٰلُهٗ وَاَصْحَابُهٗ خَيْرُ الْاٰلِ وَخَيْرُ الصَّحَابَةِ وَزَمَانُ وِلَادَتِهٖ خَيْرُ الْاَزْمَانِ وَرَوْضَتُهُ الْمُنَوَّرَةُ اَعْلَى الْمَكَانِيْ مُطْلَقًا ؛

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تمام کائنات ارضی وسماوی کیلئے بمنزلہ علت غائی کے ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک بے حد بزرگ، آپ کا عنصر لطیف بے حد پاکیزہ اور مقدس ہے اور تمام موجودات کونیہ سے افضل واشرف ہے اور آپکی روح تمام قدسی ارواح سے افضل ہے اور آپ کا قبیلہ مبارک تمام قبائل عرب کا سردار ہے۔ آپ کی بولی تمام بولیوں سے افضل ہے۔ آپ کی آل پاک، اصحاب کبار تمام نبیوں کی آل واصحاب سے بلند پایہ ہیں اور آپ کی پیدائش شریف کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر ہے اور آپ کا روضہ مطہرہ تمام مقامات مقدسہ سے مطلقاً افضل ہے۔

(یہاں تک کہ عرش وکرسی، بہشت، کعبہ، بیت المعمور سے افضل ہے۔ اس پر تمام اہل علم متفق ہیں) مقام غور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت والی ہر چیز افضل ہے تو والدین کریمین کی افضلیت سے اگر کسی کو تکلیف ہوتی

ہے تو کم از کم دولتِ ایمانی سے محرومی کا بہتان لگانے سے ہی خوفِ خدا کرنا چاہیئے۔

آیت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ؀
البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اس پر اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدّد دین وملت، پاسبانِ گلشن سنّیت حضرت الامام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی تقریر ملاحظہ ہو۔
آپ فرماتے ہیں یہ اللہ اکبر! بارگاہِ عزت میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و وجاہت ومحبوبیت کہ امت کے حق میں تو رب العزت جل وعلا نے فرمایا ہی تھا۔ سَنُرْضِیْكَ فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ (یعنی) قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے باب میں راضی کر دیں گے اور تیرا دل برا نہ کریں گے۔ (رواہ مسلم فی صحیحہ)
مگر اس عطا و رضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کی نسبت فرمایا۔

وَجَدْتُهٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ ؀
میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا۔
(رواہ البخاری ومسلم عن العبّاس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما)

دوسری روایت صحیح میں فرمایا۔
وَلَوْلَا اَنَا لَكَانَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ؀
اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔ (رواہ ایضاً عنہ)
دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)
اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا۔

دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے۔ (رواہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

امام بخاری و مسلم نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قرب والدین کریمین کو ہے ابو طالب کو اس سے کیا نسبت؟ پھر اُن کا عذر بھی واضح کہ نہ انہیں دعوت پہنچی، نہ انہوں نے زمانہ اسلام پایا۔ تو اگر معاذ اللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ ان پر ابو طالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے ہوتے۔ یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو واجب ہوا کہ والدین کریمین اہل جنت ہیں۔ وللہ الحمد! اس دلیل کی طرف بھی امام خاتم الحفاظ (امام سیوطی) نے اشارہ فرمایا۔

اقول وباللہ التوفیق تقریر دلیل یہ ہے کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہل نار میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ابو طالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے؟

آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاری و غمخواری و پاسداری و خدمت گزاری کے باعث یا اس لیے کہ سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت طبعی تھی۔ حضور کو ان کی رعایت منظور تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے ہوتا ہے۔

(رواہ الترمذی بسند حسن عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ وعن علی رضی اللہ عنہ والطبرانی الجبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

شق اول باطل ہے: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدِمْنَا اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا : (الفرقان - ۲۳)

صاف ارشاد ہوتا ہے کہ کافر کے سب عمل برباد محض ہیں۔ لاجرم شق ثانی ہی صحیح ہے اور یہی ان احادیث صحیحہ مذکورہ سے مستفاد، ابو طالب کے عمل کی

حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سراپا آگ میں غرق پایا۔ عمل نے نفع دیا ہوتا تو پہلے ہی کام آتا۔ پھر حضور کا ارشاد کہ میں نے اسے ٹخنوں تک کی آگ میں کھینچ لیا۔ میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے طبقہ زیریں میں ہوتا۔

لاجرم یہ تخفیف صرف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس خاطر اور حضور کا اکرام ظاہر باہر ہے اور بالبداہت واضح کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اقدس پر ابوطالب کا عذاب ہرگز اتنا گراں نہیں ہو سکتا جس قدر معاذ اللہ والدین کریمین کا معاملہ، نہ اس سے تخفیف میں حضور کی آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو حضرات والدین کے چھٹکارے میں۔ تو اگر عیاذاً باللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ہر طرح سے وہی اس رعایت وعنایت کے زیادہ مستحق تھے، دلوجہ آخر فرض کیجئے کہ یہ ابوطالب کے حق پرورش وخدمت ہی کا معاوضہ ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہو سکتی ہے؟ کون سی خدمت حمل و وضع کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

(جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک یمنی شخص کو دیکھا کہ اپنی پیٹھ پر اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کعبہ کر رہا ہے اور یہ شعر پڑھتا ہے۔

(ترجمہ) میں اس کیلئے سواری کا اونٹ ہوں۔ جب سواروں کو ڈرایا جائے تو میں نہیں ڈرتا۔ پھر اس نے کہا۔ اے ابن عمر کیا میں نے (اپنی والدہ کا) بدلہ دے دیا ہے تو ابن عمر نے فرمایا۔ نہیں اس کی (دردِ زہ کی) ایک آہ کا بدلہ بھی نہیں ہوا۔ ادب المفرد)

کیا کبھی کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق حق والدین کے برابر ہو سکتا ہے؟ جیسے رب العزت نے اپنے حق عظیم کے ساتھ شمار فرمایا ہے۔

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ (لقمٰن ۱۴) حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں بر سول خدمت کی، چلتے وقت رنج وہ دیا جس کا جواب نہیں۔ ہر چند حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ پڑھنے کو فرمایا۔ پڑھنا تھا نہ پڑھا جُرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا۔ احوال پر علم تام رکھنا اور زیادہ حجۃ اللہ قائم ہونے کا موجب ہوا۔ بخلاف ابوین کریمین کہ نہ انہیں دعوت دی گئی نہ انکار کیا تو ہر وجہ، ہر لحاظ، ہر حیثیت سے یقیناً انہیں کا پلہ بڑھا ہوا ہے تو ابوطالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا یونہی متصور کہ ابوین کریمین اہلِ نار ہی سے نہ ہوں۔

وھو المقصود والحمد للہ العلی الودود

(شموس الاسلام لاصول الرسول الکرام ص۱۰۱)

○

آیت

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (الزخرف)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا۔ میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا۔ کہ کہیں وہ باز آئیں۔

تفسیر ابن جریر:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ، حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ، عَنِ السُّدِّيِّ (اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ) قَالَ خَلَقَنِيْ، وَقَوْلُهٗ (وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ) يَقُوْلُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ، وَجَعَلَ قَوْلَهٗ (اِنِّيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ) وَهُوَ قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ، وَهُمْ

ذُرِّيَّتِهٖ فَلَمْ يَزَلْ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ مَنْ يَّقُوْلُ ذَالِكَ بَعْدَهٗ

جناب سُدی نے کہا کہ (اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ) میں فَطَرَنِیْ کا معنی ہے خَلَقَنِیْ یعنی اس نے مجھے پیدا فرمایا۔ (وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ سے مراد اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ اس کلمہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں باقی رکھا۔ لہٰذا آپ کی اولاد میں سے آپ کے وصال کے بعد ہر دور میں اس کلمہ کے قائل موجود رہے۔

اس کے بعد علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں:

وَاخْتَلَفَ اَهْلُ التَّاْوِيْلِ فِيْ مَعْنَى الْكَلِمَةِ الَّتِيْ جَعَلَهَا خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ:

کہ علمائے تاویل نے اس کلمہ کے مختلف معانی بیان کئے ہیں (اگرچہ مرجع و مفہوم سب کا ایک ہی ہے) جو اللہ تعالیٰ کے خلیل محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بعد والوں کے لیے چھوڑا۔

اس کے بعد علامہ ابن جریر ان معانی کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فَقَالَ بَعْضُهُمْ بِنَحْوِ الَّذِيْ قُلْنَا فِيْ ذَالِكَ ذِكْرُ مَنْ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ (وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ) قَالَ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حَدَّثَنَا بِشْرٌ، قَالَ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ، قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ (وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً) قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَالتَّوْحِيْدُ لَمْ يَزَلْ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ مَنْ يَّقُوْلُهَا مِنْ بَعْدِهٖ:

حَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ (وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ)

قَالَ: اَلتَّوحِيدُ وَالْإِخْلَاصُ، وَلَا يَزَالُ فِي ذُرِّيَّتِهِ مَنْ يُوَحِّدُ اللّٰهَ وَيَعْبُدُهُ۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ، عَنِ السُّدِّيِّ (وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ)

قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَقَالَ آخَرُونَ: اَلْكَلِمَةُ الَّتِي جَعَلَهَا اللّٰهُ فِي عَقِبِهِ اِسْمُ الْاِسْلَامِ

ذِكْرُ مَنْ قَالَ ذَالِكَ

حَدَّثَنِي يُونُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ زَيْدٍ، فِي قَوْلِهِ (وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ) فَقَرَأَ (اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ)

قَالَ جَعَلَ هٰذِهِ بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ، قَالَ: اَلْاِسْلَامُ، وَقَرَءَ (هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ) فَقَرَءَ (وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ

(تفسیر ابن جریر الجزء الخامس والعشرون ص۶۳ مطبوعہ بیروت)

بعض نے وہی کہا جو اس سلسلے میں ہم نے کہا ہے۔ ان حضرات نے یہ حدیث پیش کی۔ جناب مجاہد کہتے ہیں۔ اس "کلمہ" سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔ حضرت قتادہ سے بھی ایک روایت ہے کہ اس "کلمہ" سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے والے اور اس کلمہ توحید کے قائل ہر دور میں رہے ہیں۔ حضرت قتادہ ہی بیان کرتے ہیں کہ اس کلمہ سے مراد توحید اور اخلاص ہے اور ہمیشہ سے آپ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے والے اور اس کی عبادت کرنے والے موجود رہے ہیں

بعض دوسرے حضرات کا قول ہے کہ "کلمہ" سے مراد اسلام کا نام ہے۔

ان حضرات نے ابن وہب کی ایک روایت بیان کی کہ ابن زید نے اس کلمہ کی تفسیر کے طور پر یہ آیت پڑھی "اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے "اسلام" کا نام باقی رکھا پھر یہ آیت پڑھی "هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ :

تفسیر کبیر: وَاعْلَمْ اَنَّهٗ تَعَالٰى حَكٰى عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ آيَةٍ اُخْرٰى اَنَّهٗ قَالَ (اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ) وَحَكٰى عَنْهُ هٰهُنَا اَنَّهٗ قَالَ (سَيَهْدِيْنِ) فَاجْمَعْ وَقَدِّرْ كَاَنَّهٗ قَالَ، فَهُوَ يَهْدِيْنِ وَسَيَهْدِيْنِ، فَيَدُلَّانِ عَلٰى اسْتِمْرَارِ الْهِدَايَةِ فِي الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ (وَجَعَلَهَا) اَيْ وَجَعَلَ اِبْرَاهِيْمُ كَلِمَةَ التَّوْحِيْدِ الَّتِيْ تَكَلَّمَ بِهَا وَهِيَ قَوْلُهٗ (اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ) جَارِيًا مَجْرٰى (لَا اِلٰهَ) وَقَوْلُهٗ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ) جَارِيًا مَجْرٰى قَوْلِهٖ (اِلَّا اللّٰهُ) فَكَانَ مَجْمُوْعُ قَوْلِهٖ (اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ) جَارِيًا مَجْرٰى قَوْلِهٖ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) ثُمَّ بَيَّنَ تَعَالٰى اَنَّ اِبْرَاهِيْمَ جَعَلَ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ اَيْ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ فَلَا يَزَالُ فِيْهِمْ مَنْ يُّوَحِّدُ اللّٰهَ وَيَدْعُوْا اِلٰى تَوْحِيْدِهٖ :

جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ابراہیم نے کہا: "(اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ) وہ جس نے مجھے پیدا فرمایا وہ مجھے ہدایت دیتا ہے ——— اور اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر حضرت ابراہیم کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ابراہیم نے کہا (اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ) سوائے اس کے جس نے مجھے

پیدا کیا ہے وہ مجھے ہدایت دے گا۔ اِن دونوں باتوں کو جمع کریں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ گویا آپ نے یوں کہا ہے (فَهُوَ يَهْدِيْنِ وَسَيَهْدِيْنِ) کہ وہ مجھے ہدایت دیتا ہے اور دے گا۔ پس یہ دونوں جملے استمرار ہدایت پر دلالت کرتے ہیں۔ زمانہ حال میں بھی اور زمانہ مستقبل میں بھی۔ (وَجَعَلَهَا) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کلمہ میں کلمہ توحید بیان کیا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ آپ کا قول (اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ) یہ لا الٰہ کے قائم مقام ہے اور آپ کا قول (اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ) یہ الا اللہ کے قائم مقام ہے اور آپ کا یہ پورا کلام اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ قائم مقام ہے لا الٰہ الا اللہ کے۔ پھر اللہ قدوس نے بیان فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کلمہ کو اپنی اولاد میں باقی رکھا۔ لہٰذا ان کی اولاد میں ہمیشہ ایسے افراد رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانیں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی توحید کی دعوت دیں گے۔

تفسیر ابن کثیر

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ اَيْ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ وَهِيَ عِبَادَةُ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَخَلْعُ مَا سِوَاهُ مِنَ الْاَوْثَانِ وَهِيَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَيْ جَعَلَهَا دَائِمَةً فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ يَقْتَدِيْ بِهٖ مَنْ هَدَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ) اَيْ اِلَيْهَا وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَمُجَاهِدٌ وَالضَّحَّاكُ وَقَتَادَةُ وَالسُّدِّيُّ وَغَيْرُهُمْ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَجَعَلَهَا (كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ) يَعْنِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَزَالُ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ مَنْ يَقُوْلُهَا۔ وَرُوِيَ نَحْوُهٗ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ كَلِمَةُ

الاِسْلَامِ وَھُوَ یَرْجِعُ اِلٰی مَا قَالَہُ الْجَمَاعَۃُ :

(تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۶ تا ص ۱۳۷ مطبوعہ بیروت)

وَجَعَلَھَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً سے مراد اللہ واحد کی عبادت اور تمام بتوں سے اظہارِ بیزاری ہے اور یہ "لا الٰہ الا اللہ" کا کلمہ ہے۔ اسے اللہ قدوس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہمیشہ کیلئے باقی رکھا۔ آپ کی اولاد میں سے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا۔ وہ اس کلمہ میں ان کی اقتدا کرے گا۔

جناب عکرمہ، مجاہد، الضحاک، قتادہ اور سدی وغیرہم حضرات نے اس کلمہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ ہر دور میں اس کے قائل موجود رہیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔

ابن زید کہتے ہیں کہ اس کلمہ سے مراد کلمۃ الاسلام ہے ــــــ ان کے قول اور دیگر حضرات کے قول کا مرجع ایک ہی ہے۔

تفسیر قرطبی :

قَالَ مُجَاھِدٌ وَ قَتَادَۃُ اَلْکَلِمَۃُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ قَالَ قَتَادَۃُ لَا یَزَالُ مِنْ عَقِبِہٖ مَنْ یَّعْبُدُ اللہَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَ قَالَ الضَّحَّاکُ : اَلْکَلِمَۃُ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللہ (وَقَالَ) عِکْرَمَۃُ : اَلْاِسْلَامُ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی (ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ) :[1]

مجاہد اور قتادہ نے فرمایا "کلمہ" سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔ قتادہ نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آپ کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہیں گے جو قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ ضحاک نے کہا "کلمہ" سے مراد

---

[1] تفسیر قرطبی : الجزء السادس عشر ص ۵۲

ہے کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ کی۔ اور عکرمہ نے کہا کہ "کلمہ" سے مراد ہے اسلام۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے سبب (ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ)

تفسیر خازن:

(وَجَعَلَهَا) اَیْ وَجَعَلَ اِبْرَاهِیْمُ کَلِمَةَ التَّوْحِیْدِ الَّتِیْ تَکَلَّمَ بِهَا وَهِیَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (کَلِمَةً بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ) اَیْ فِیْ ذُرِّیَّتِهٖ فَلَا یَزَالُ فِیْهِمْ مَنْ یُوَحِّدُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَیَدْعُوْهُ اِلٰی تَوْحِیْدِهٖ :

(تفسیر خازن ص ۱۰۲/۴ و تفسیر مدارک ص ۱۰۲/۴ برحاشیہ خازن)

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس کلمہ توحید کا تکلم فرمایا اُسے اپنی اولاد میں باقی رکھا۔ پس ہمیشہ آپ کی اولاد میں ایسے لوگ رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہوں گے۔ اور لوگوں کو اس کی دعوت بھی دیں گے۔

تفسیر روح المعانی:

(وَجَعَلَهَا) ....

اَلضَّمِیْرُ الْمَرْفُوْعُ الْمُسْتَتِرُ لِاِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَوْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالضَّمِیْرُ الْمَنْصُوْبُ لِکَلِمَةِ التَّوْحِیْدِ اَعْنِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کَمَا رُوِیَ عَنْ قَتَادَةَ وَمُجَاهِدٍ وَالسُّدِّیِّ وَیُشْعِرُ بِهَا قَوْلُهٗ (اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ) وَجُوِّزَ اَنْ یَعُوْدَ عَلَی الْقَوْلِ نَفْسِهٖ وَهُوَ اَیْضًا کَلِمَةٌ لُغَةً (کَلِمَةً بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ) فِیْ ذُرِّیَّتِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَلَا یَزَالُ فِیْهِمْ مَنْ یُوَحِّدُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَیَدْعُوْا اِلٰی تَوْحِیْدِهٖ عَزَّوَجَلَّ

(تفسیر روح المعانی ص ۷۷/۱۳ الجزء الرابع والعشرون)

وجعلها میں ضمیر مرفوع مستتر حضرت ابراہیم کیلئے ہے یا اللہ قدوس کیلئے ہے۔ اور ضمیر منصوب یعنی "ھا" یہ کلمہ توحید کیلئے ہے۔ میری مراد

لاالٰہ الا اللہ، جس طرح کہ روایت کیا گیا ہے۔ قتادہ، مجاہد اور سدی سے اور اس (کلمہ توحید) پر یہ قول رہنمائی کرتا ہے۔ (اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ) اور جائز ہے اس جملے (یعنی اِنَّنِیْ بَرَآءٌ....) کا لوٹنا کلمہ لغوی کے طور پر، اس قول یعنی (کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فِیْ عَقِبِہٖ) پر، تو پھر یہ معنی ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو معبودانِ باطلہ کے متعلق یہ فرمایا تھا۔ (اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ) یہ کلمہ آپ نے اپنی اولاد میں باقی رکھا ہے یعنی آپ کی اولاد میں قیامت تک ایسے لوگ رہیں گے جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت پر ایمان رکھیں گے اور اس کی دعوت دیں گے اور معبودانِ باطلہ کے متعلق یہ کہہ کر سنتِ ابراہیمی زندہ کریں گے کہ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ؛

(اللہ و رسولہ اعلم بالصواب)

تفسیر دُرِّ منثور: عَنْ مُجَاہِدٍ وَجَعَلَھَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فِیْ عَقِبِہٖ قَالَ الْاِخْلَاصُ وَالتَّوْحِیْدُ لَا یَزَالُ فِیْ ذُرِّیَّتِہٖ مَنْ یَقُوْلُھَا مِنْ بَعْدِہٖ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فِیْ عَقِبِہٖ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ؛ (تفسیر دُرِّ منثور ص ۱۶/۴)

اس کلمہ سے مراد ہے اخلاص و توحید، آپ کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہیں گے جو اخلاص و توحید کے قائل ہونگے ____ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس کلمہ سے مراد ہے لاالٰہ الا اللہ

تفسیر ابنِ عباس (وَجَعَلَھَا) یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (کَلِمَۃً

بَاقِيَةً) ثَابِتَةً (فِي عَقِبِهِ) فِي نَسْلِهِ نَسْلِ اِبْرَاهِيْم (تفسیر ابن عباس ص۴۲۵)

اس کلمہ سے مراد ہے لا الٰہ الا اللہ

اور یہ کلمہ ثابت رہے گا (ہمیشہ) آپ کی نسل میں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں۔

تفسیر معالم التنزیل:

(وَجَعَلَهَا) يَعْنِي هٰذِهِ الْكَلِمَةَ (كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ) قَالَ مُجَاهِدٌ وَقَتَادَةُ يَعْنِي كَلِمَةَ التَّوْحِيْدِ وَهِيَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ اَيْ فِي ذُرِّيَّتِهِ. قَالَ قَتَادَةُ لَا يَزَالُ فِي ذُرِّيَّتِهِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَيُوَحِّدُهُ: (تفسیر معالم التنزیل ص۱۳۷/۴)

اس کلمہ سے مراد کلمہ توحید ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ جو کہ آپ کی اولاد میں باقی رہے گا۔ قتادہ نے کہا ہمیشہ آپ کی اولاد میں ایسے لوگ رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کی وحدانیت کے قائل ہوں گے۔

تفسیر روح البیان:

(كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ) اَيْ فِي ذُرِّيَّتِهِ حَيْثُ وَصَّاهُمْ بِهَا كَمَا نَطَقَ بِهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى وَوَصّٰى بِهَا اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ الْاٰيَةَ فَالْقَوْلُ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَ الْخُرُوْجِ مِنَ النَّارِ وَهٰذَا الْجَعْلُ بَعْدَ حُصُوْلِ الْاَوْلَادِ الْكِبَارِ فَلَا يَزَالُ فِيْهِمْ نَسْلًا بَعْدَ نَسْلٍ مَنْ يُوَحِّدُ اللّٰهَ وَيَدْعُوْ اِلٰى تَوْحِيْدِهِ وَتَفْرِيْدِهِ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ (تفسیر روح البیان ص۳۶۳/۸)

اس سے مراد یہ ہے کہ یہ کلمہ آپ کی اولاد میں باقی رہے گا جیسا کہ آپ نے اپنی اولاد کو اس کی وصیت کی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے (ووصّی

بِهَآ اِبْرٰهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ) اور وصیت کی اس کی ابراہیم نے اپنی اولاد کو اور یعقوب نے۔ پس: یہ قولِ مذکور آپ کا نمرودی نار سے بحفاظت باہر آنے کے بعد کا ہے۔

اور یہ کلمہ توحید کو باقی رکھنے کی بات اولادِ کبار کے حصول کے بعد کی ہے پس تا قیامِ قیامت آپ کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے خود قائل ہوں گے اور اس کی طرف اوروں کو دعوت دیں گے۔

قارئین کرام دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سوچیں اور بتوفیقِ ایزدی خوب غور فرمائیں کہ تفاسیر معتبرہ کے حوالے آپ نے پڑھے جن سے خوب خوب واضح ہوا کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے جو کلمہ توحید اپنی اولاد میں تا قیامِ قیامت باقی چھوڑا ہے اُس کے فیضان سے آپ کی اولاد میں سے ہر زمانے میں بالاتصال ایسے لوگ رہے ہیں اور رہیں گے جو خالص توحید کے قائل اور لا الٰہ الا اللہ پر عامل ہیں۔

تو جب آپ کے کلمہ توحید کا فیضان جو کہ قیامت تک تسلسل سے جاری و ساری ہے۔ جب یہ سلسلہ فخر الرسل، مولائے کل، ھادی سبل، امام المرسلین، دعاءِ ابراہیم بشارتِ عیسٰی اور محبوب ربّ العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین تک پہنچا تو کلمہ ابراہیمی جو کہ خالص توحید پر مشتمل تھا وہ اچانک کفر و طغیان میں کیسے بدل گیا۔ فیضانِ ابراہیمی معاذ اللہ ظلم و عصیان میں کیسے ڈھل گیا۔ برکتِ کلمہ ابراہیمی شرک و عدوان میں کس طرح تبدیل ہو گئی۔

معاذ اللہ پہلے تو اولادِ ابراہیمی میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ لوگ توحید خالص اور دینِ صادق پر کاربند و عمل پیرا رہے ہوں، لیکن جب مقصودِ کائنات کے ظہور کا وقت قریب آیا ہو، وَیْنَہُمْ کے تاج والے آقا کی جلوہ گری کا زمانہ قریب آیا ہو تو اوّلین و آخرین کے امام کے والدین کیونکر کلمہ ابراہیمی کی برکات

سے محروم کر دیئے گئے اور کفر و شرک کی دلدل میں دھنسا دیئے گئے۔

(فیا للعجب)

●

خاندانِ نبوّت کی کیا بات ہے
سلسلۂ نبی رحمت کی کیا بات ہے
ازل سے جن کے رُتبے ہیں سب سے جُدا
جلوۂ شانِ قدرت کی کیا بات ہے
نور والوں کی نورانی ہیں نسبتیں
بے مثل رنگِ فطرت کی کیا بات ہے
جن میں چمکا ہو نورِ نبی مصطفٰے ﷺ
اُن جبینوں کی جلوت کی کیا بات ہے

(فقیر عثمانی)

آیت رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ؛ (البقرۃ۔ ۱۲۸)

اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک اُمت تیری فرماں بردار، ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بے شک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

تفسیر ابن جریر : وَهٰذَا أَيْضًا خَبَرٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُوْلَانِ (رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ) يَعْنِيَانِ بِذٰلِكَ مُسْتَسْلِمَيْنِ لِأَمْرِكَ خَاضِعَيْنِ لِطَاعَتِكَ لَا نُشْرِكُ مَعَكَ فِي الطَّاعَةِ أَحَدًا سِوَاكَ وَلَا فِي الْعِبَادَةِ غَيْرَكَ وَقَدْ دَلَلْنَا فِيمَا مَضٰى عَلٰى أَنَّ مَعْنَى الْإِسْلَامِ الْخُضُوْعُ لِلّٰهِ بِالطَّاعَةِ وَأَمَّا قَوْلُهٗ (وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ) فَإِنَّهُمَا خَصَّا بِذٰلِكَ بَعْضَ الذُّرِّيَّةِ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ قَدْ كَانَ أَعْلَمَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَسْأَلَتِهٖ هٰذِهٖ أَنَّ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ مَنْ لَا يَنَالُ عَهْدَهٗ لِظُلْمِهٖ وَفُجُوْرِهٖ فَخَصَّا بِالدَّعْوَةِ بَعْضَ ذُرِّيَّتِهِمَا۔

(تفسیر ابن جریر الجزء الاول صـ۵۵۳)

یہ بھی ایک خبر ہے اللہ تعالیٰ کی طرف جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ دونوں بیت اللہ کی

بنیادیں اُٹھاتے تھے اور کہتے تھے اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا۔ اس سے اُن کی مراد تھی کہ اے اللہ ہمیں تو اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا اور اپنی طاعت کا خضوع رکھنے والا بنا۔ ہم تیری طاعت و بندگی میں تیرے ساتھ کسی کو تیرا شریک نہیں ٹھہراتے۔ (جیسا کہ) ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ اسلام کے معنی بندگی میں اللہ کیلئے خشوع و خضوع ہے۔

وأما قولہٗ (وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَّكَ

اس دعا میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السّلام نے اپنی بعض اولاد کو خاص کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے خلیل محترم حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اس دُعا سے پہلے اس بات کا علم آچکا تھا کہ آپ کی اولاد میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کا عہد نہ پہنچے گا، اُن کے ظلم و نافرمانی کی وجہ سے۔ پس آپ دونوں نے اس دُعا میں (اپنی) بعض اولاد کو خاص کیا ہے۔

تفسیر کبیر: (السّؤال الثالث) اَلظَّاهِرُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَوْ رَدَّ هٰذَا الدُّعَاءَ لَصَرَّحَ بِذَالِكَ الرَّدِّ فَلَمْ يُصَرِّحْ بِالرَّدِّ عَلِمْنَا اَنَّهٗ اِجَابَةٌ اِلَيْهِ وَحِيْنَئِذٍ يَتَوَجَّهُ الْاِشْكَالُ ، فَاِنَّ فِيْ زَمَانِ اَجْدَادِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ مُسْلِمًا وَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ سِوَى الْعَرَبِ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ؟

(وَالْجَوَابُ): قَالَ الْقَفَّالُ : اَنَّهٗ لَمْ يَزَلْ فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا ، وَلَمْ تَزَلِ الرُّسُلُ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَقَدْ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، زَيْدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ - وَقُسُّ بْنُ

سَاعِدَۃ وَ یُقَالُ عَبْدُ الْمُطَّلِب بن ھَاشِم جَدُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَعَامِر بن الظَّرِب کَانُوْا عَلٰی دِیْنِ الاِسْلَامِ یُقِرُّوْنَ بِالْاِبْدَاءِ وَالْاِعَادَۃِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَیُوَحِّدُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَلَا یَاْکُلُوْنَ الْمَیْتَۃَ وَلَا یَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ :

(تفسیر کبیر الجزء الرابع صلا)

(تیسرا سوال) یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی دُعا رد کرتا تو اس کی صراحت ہوتی۔ لہٰذا جب اس مبارک دُعا کے رد کی صراحت نہیں تو ہمیں اس دعا کی قبولیت کا پتہ چلا۔

اب قبولیتِ دعا کی صورت میں سوال ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے آباء و اجداد کے دور میں عرب میں کوئی بھی مسلمان نظر نہیں آتا۔ اور عرب کے علاوہ کہیں اور حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد نہ تھی۔

(جواب): اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جناب قفال نے کہا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی اولاد میں ہر دور میں کچھ افراد ایسے موجود رہے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہر دور کے اندر کوئی نہ کوئی اس کے احکام پہنچانے والا رہا ہے۔ دورِ جاہلیت میں زید بن عمرو، قیس بن ساعدہ، اور کہا جاتا ہے حضرت عبدالمطلب بن ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا محترم اور عامر بن الظرب یہ لوگ دین اسلام پر تھے۔ پیدا ہونے اور دوبارہ زندہ ہونے پر ان کا ایمان تھا۔ ثواب و عقاب کا اقرار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید تسلیم کرتے تھے۔ نہ مردار کھاتے اور نہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

○

آیت رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔ (البقرہ۔ ۱۲۹)

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے، ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمائے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

تفسیر ابن جریر: وَهٰذِهٖ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ لِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم خاصة، وَهِيَ الدَّعْوَةُ الَّتِي كَانَ نَبِيُّنَا صلى الله عليه وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبُشْرٰى عِيْسٰى ۔

عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ الْكَلَاعِيِّ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ، قَالَ نَعَمْ اَنَا دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ، وَبُشْرٰى عِيْسٰى ۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَوْفَ اُنَبِّئُكُمْ بِتَاوِيْلِ ذٰلِكَ، اَنَا دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى قَوْمَهٗ وَرُؤْيَا اُمِّيْ ۔

تفسیر ابن جریر الجزء الاول ص ۵۵۶ مطبوعہ بیروت (لبنان)

اور یہ دُعا ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی۔ ہمارے پیارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور اسی دُعا کے متعلق ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

حضرت خالد بن معدان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم، ہمیں اپنے متعلق خبر دیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہوں اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ بے شک میں اللہ کے ہاں اُم الکتب میں خاتم النبیین (لکھا ہوا) تھا۔ اور اُس وقت حضرت آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ اور میں تمہیں اس کی تاویل بتاتا ہوں۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہوں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو دی۔ اور اپنی (طیبہ، طاہرہ) ماں کا خواب ہوں۔

تفسیر دُرِّ منثور:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ لَخَاتَمُ النَّبِيّٖنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُنَبِّئُكُمْ بِاَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى بِيْ وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ وَكَذٰلِكَ اُمَّهَاتُ النَّبِيّٖنَ يَرَيْنَ۔

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَ بَدْءُ اَمْرِكَ قَالَ دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَبُشْرٰى عِيْسٰى وَرَاَتْ اُمِّيْ اَنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ۔

عَنِ الضَّحَّاكِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا دَعْوَةُ

إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ يَرْفَعُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ حَتَّىٰ أَتَمَّ الْآيَةَ ؛ (تفسیر درمنثور جلد اول صفحہ ۱۳۹)

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میں اللہ کے ہاں اُم الکتاب میں خاتم النبیین (لکھا ہوا) تھا۔ جب آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے اور میں تمہیں اپنی ابتدا کی خبر دیتا ہوں۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اور اپنی (طیبہ طاہرہ) ماں کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا۔ اور اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی (پاک) مائیں ایسے خواب دیکھتی ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کی ابتداء کا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری (طیبہ وطاہرہ) ماں نے دیکھا کہ لاریب اُن سے ایک نور نکلا ہے جس کی روشنی سے ملک شام کے محلات چمک اُٹھے ہیں۔

حضرت ضحاک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہوں۔ یہ دُعا انہوں نے کعبۃ اللہ کی دیواریں بلند کرتے ہوئے کی یہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ الخ

تفسیر کبیر:

قَوْلُهُ (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ) وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا شُبْهَةَ فِي أَنَّ قَوْلَهُ (رَبَّنَا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعائے پاک (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ) کی تفسیر میں شیخ المفسرین

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا) يُرِيْدُ مَنْ
اَرَادَ بِقَوْلِهٖ (وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا
اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ) الخ

وَاَمَّا اِنَّ الرَّسُوْلَ هُوَ مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدُلُّ عَلَيْهِ
وُجُوْهٌ ؛

(اَحَدُهَا) اِجْمَاعُ الْمُفَسِّرِيْنَ
وَهُوَ حُجَّةٌ (وَثَانِيْهَا) مَارُوِيَ
عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ
(اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى
وَاَرَادَ بِالدَّعْوَةِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ، وَ
بِشَارَةُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا
ذُكِرَ فِيْ سُوْرَةِ الصَّفِّ مِنْ قَوْلِهٖ
(مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي
اسْمُهٗ اَحْمَدُ) وَثَالِثُهَا: اِنَّ
اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا دَعَا
بِهٰذَا الدُّعَاءِ بِمَكَّةَ لِذُرِّيَّتِهٖ
الَّذِيْنَ يَكُوْنُوْنَ بِهَا وَبِمَا حَوْلَهَا
وَلَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى مَنْ
بِمَكَّةَ وَمَا حَوْلَهَا اِلَّا مُحَمَّدًا۔
وَهٰهُنَا سُوَالٌ وَهُوَ اَنَّهٗ

علّامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں۔

جان لے کہ بے شک اس میں شک و شبہ
کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس دعا (رَبَّنَا
وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا) میں ابراہیم علیہ السلام
وہی ارادہ کر رہے ہیں جو آپ نے اپنے اس قول
(وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ) میں ارادہ
کیا ہے۔ یعنی اے اللہ کریم میری اولاد میں سے
جو گروہ مسلمان ہو اس گروہ میں رسول بھیج (الخ)
(پھر علامہ رازی فرماتے ہیں کہ رسول سے مراد کون ہے)
بہر حال رسول سے مراد جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
اس پر کثیر وجوہ دلالت کرتے ہیں۔

(پہلی وجہ) اس بات پر تمام مفسرین کا اجماع
ہے جو کہ حجّت شرعیہ ہے۔

(دوسری وجہ) جو روایت کیا گیا ہے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ فرماتے ہیں، میں
حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعا ہوں اور
حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی بشارت ہوں۔ دعا
سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت
(رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا) مراد لی ہے۔
اور بشارت عیسٰی سے سورۃ الصف

يُقَالُ: مَا الْحِكْمَةُ فِيْ ذِكْرِ اِبْرَاهِيْمَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَابِ الصَّلٰوةِ
حَيْثُ يُقَالُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ؟

وَاَجَابُوْا عَنْهُ مِنْ وُّجُوْهٍ

(اَوَّلُهَا) اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
دَعَا لِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَيْثُ
قَالَ (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ)
فَلَمَّا وَجَبَ لِلْخَلِيْلِ عَلَى الْحَبِيْبِ
حَقُّ دُعَائِهِ لَهٗ قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهُ حَقَّهٗ:

بِاَنْ اَجْرٰى ذِكْرَهٗ عَلٰى
اَلْسِنَةِ اُمَّتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

(وَثَانِيْهَا) اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
سَاَلَ ذٰلِكَ رَبَّهٗ بِقَوْلِهٖ (وَاجْعَلْ
لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ)
يَعْنِيْ اِبْقِ لِيْ ثَنَاءً حَسَنًا فِيْ
اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی یہ آیت (مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ
مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ) مراد لی ہے۔

(تیسری وجہ) بے شک یہ دعا حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے مکہ شریف میں کی تھی۔ اپنی
اس اولاد کیلئے جو مکہ اور اس کے گرد و نواح
میں رہائش پذیر ہوئی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے
مکہ اور اسکے گرد و نواح میں کوئی نبی مبعوث
نہیں فرمایا مگر جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

اور اس جگہ ایک سوال ہے اور وہ یہ ہے کہ
جو کہا جاتا ہے کہ کیا حکمت ہے۔ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذکر کے ساتھ کرنے میں، نماز کے
اندر درود شریف میں۔ جیسا کہ یوں پڑھا جاتا
ہے (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى
آلِ اِبْرَاهِيْمَ؟

علمائے حق نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔

(پہلا جواب) یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے اس مذکورہ آیت (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ
رَسُوْلًا) میں حضرت محمد حبیب خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کیلئے دعا کی ہے۔ پس جب اللہ

فَأَجَابَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِ وَقَرَنَ ذِكْرَهٗ بِذِكْرِ حَبِيْبِهٖ إِبْقَاءً لِلثَّنَاءِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ فِيْ أُمَّتِهٖ (وَثَالِثُهَا) إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَبَ الْمِلَّةِ لِقَوْلِهٖ (مِلَّةَ أَبِيْكُمْ إِبْرَاهِيْمَ) وَمُحَمَّدٌ كَانَ أَبَ الرَّحْمَةِ وَفِيْ قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ (اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَهُوَ أَبٌ لَّهُمْ) وَقَالَ فِيْ قِصَّتِهٖ (بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ) يَعْنِيْ فِي الرَّأْفَةِ وَالرَّحْمَةِ فَلَمَّا وَجَبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَقُّ الْأُبُوَّةِ مِنْ وَجْهٍ قُرِنَ بَيْنَ ذِكْرِهِمَا فِيْ بَابِ الثَّنَاءِ وَالصَّلٰوةِ (وَرَابِعُهَا) إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ مُنَادِيَ الشَّرِيْعَةِ فِي الْحَجِّ (وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ) وَكَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيَ

تعالیٰ کے خلیل محترم کیلئے اللہ قدوس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی دعا کا حق ادا کرنا واجب ہوا تو یہ حق اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود ادا کر دیا وہ اس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر (نماز کے اندر درود شریف کی صورت میں) امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زبانوں پر قیامت تک جاری فرما دیا۔

(دوسرا جواب) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا تھا۔ (وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ) یعنی میرے لئے (اے اللہ) اچھی تعریف باقی رکھ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل محترم علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کے ذکر کو اپنے حبیب کے ذکر کے ساتھ ملا دیا، ان کی اچھی تعریف اس امت مرحومہ میں باقی رکھتے ہوئے۔

(تیسرا جواب) بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام ملت اسلامیہ کے باپ ہیں۔ جیسا کہ اس قول میں ہے (مِلَّةَ أَبِيْكُمْ إِبْرَاهِيْمَ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الدِّيْنِ (سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ) فَجَمَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَيْنَهُمَا فِي الذِّكْرِ الْجَمِيْلِ ۔

تفسیر کبیر الجزء الرابع صفحہ ۹۵-۹۶
مطبوعہ بیروت

آپ نے نام دار رحمت کے باپ ہیں اور قرأت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے۔ (اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ) یعنی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کے اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار ہیں اور اُنکے باپ ہیں اور کہا اس کے ضمن میں (بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ) کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کے ساتھ بہت مہربان ورحیم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں تمہارے لیے باپ کیطرح ہوں یعنی نرمی اور رحمت میں لیس واجب ہوا ملت ابراہیمی یعنی امت محمد کے ہر فرد پر ابوت کا حق ادا کرنا دونوں ہستیوں کے ذکر کے درمیان قرب کیوجہ سے ثنا اور صلوٰۃ کے باب میں۔

(چوتھا جواب) حضرت ابراہیم علیہ السلام شریعت کے منادی ہیں حج (کا اعلان کرنے) میں جیسا کہ ہے (وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ) کہ لوگوں میں اعلان حج کردو اور حضرۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ایمان و) دین کے منادی ہیں جیسا کہ ہے، سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ) سنا ہم نے ایک منادی کو جو کہ ایمان کی ندا کرتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر: (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ) اَیْ فِی الْاُمَّةِ الْمُسْلِمَةِ

مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَقِيْلَ فِيْ اَهْلِ مَكَّةَ (رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) اَرَادَ بِهٖ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ: اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّي الَّتِيْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ وَاَرَادَ بِدَعْوَةِ اِبْرَاهِيْمَ هٰذَا فَاِنَّهٗ دَعَا اَنْ يَّبْعَثَ فِيْ بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ: (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل ص۱۸۶)

(رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ) اے اللہ ان میں رسول بھیج یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے جو مسلمان گروہ ہو اس میں بھیج۔ یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج۔

حضرت عرباض بن ساریہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: لاریب میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ اور میں تم کو اپنی ابتداء کی خبر دیتا ہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اور اپنی (طیبہ وطاہرہ) ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا جبکہ مجھے جنا۔ اور تحقیق نکلا اُن سے نور جس نے اُن کیلئے شام کے محلات چمکا دیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے (ربنا وابعث) والی آیت مراد لی ہے۔ کیونکہ انہوں نے دعا کی تھی وہ رسول بنی اسماعیل میں مبعوث ہو۔

تفسیر خازن (وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) يَعْنِيْ وَابْعَثْ فِي الْاُمَّةِ الْمُسْلِمَةِ اَوِ الذُّرِّيَّةِ وَهُمُ الْعَرَبُ مِنْ

وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ ....

وَرَوَی الْبَغَوِیُّ بِاِسْنَادِهٖ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُکُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِیْمَ وَبِشَارَةُ عِیْسٰی وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ سَاطِعٌ اَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔ وَقَوْلُهٗ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ مَطْرُوْحٌ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ صُوْرَةً مِّنْ طِیْنٍ لَمْ تَجْرِ فِیْهِ الرُّوْحُ وَاَرَادَ بِدَعْوَةِ اِبْرَاهِیْمَ، قَوْلَهٗ (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَ اِبْرَاهِیْمَ : (تفسیر خازن جلد اول صہ ۹۱)

اور اِن میں رسول مبعوث فرما یعنی (میری اولاد میں سے) مسلمان گروہ میں یا میری مسلمان اولاد میں اور وہ عرب ہیں حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے۔

اور البغوی نے روایت کیا اپنی اسناد کے ساتھ کہ حضرت عرباض بن ساریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔ جبکہ حضرت آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ اور میں تم کو اپنی ابتداء کی خبر دیتا ہوں، میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اور اپنی (طیبہ وطاہرہ) ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اور تحقیق ظاہر ہوا اُن کے لیے چمکتا ہوا نور جس نے اُن کے لیے شام کے محلات جگمگا دیئے۔ اور آپ کے فرمان "لَمُنْجَدِلٌ" کا معنی ہے حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی کی صورت میں زمین پر تھے۔ اور اُن میں (ابھی) رُوح نہ جاری ہوئی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے یہ آیت (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ) مراد لی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔

تفسیر روح المعانی:

(رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ) اَیْ اَرْسِلْ فِی الْاُمَّةِ الْمُسْلِمَةِ، وَقِيلَ فِي الذُّرِّيَّةِ وَعَوْدُ الضَّمِيرِ اِلٰی اَهْلِ مَكَّةَ بَعِيدٌ (رَسُولًا مِّنْهُمْ اَیْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ..... الخ

كَمَا رَوَى الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَشَارِحُ السُّنَّةِ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: سَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِي اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةُ عِيسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِي رَاَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي۔ (تفسیر روح المعانی الجزء الاول ص ۳۸۶)

اے ہمارے رب ان میں بھیج۔ یعنی امتِ مسلمہ میں بھیج اور کہا گیا ہے کہ (مسلمان) اولاد میں بھیج۔ اور فِیْهِمْ میں جمع مذکر غائب کی ضمیر اہلِ مکہ کی طرف لوٹتی ہے۔

جس طرح کہ حضرت امام احمد اور شارح سنّہ نے حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اپنی ابتداء کی خبر دیتا ہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اور اپنی (طیبہ و طاہرہ) ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا۔

○ ○ ○

تفسیر روح البیان

(رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ) اَىْ فِى جَمَاعَةِ الْاُمَّةِ الْمُسْلِمَةِ مِنْ اَوْلَادِنَا (رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) اَىْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَاِنَّ الْبَعْثَ فِيهِمْ لَا يَسْتَلْزِمُ الْبَعْثَ مِنْهُمْ وَلَمْ يُبْعَثْ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا غَيْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الَّذِىْ اُجِيْبَ بِهِ دَعْوَتُهُمَا رُوِىَ اَنَّهُ قِيْلَ لَهُ قَدِ اسْتُجِيْبَ لَكَ وَهُوَ فِىْ آخِرِ الزَّمَانِ :

وَفِى الْحَدِيْثِ (اِنِّىْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِىْ طِيْنَتِهِ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِىْ اِنِّىْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّىَ الَّتِىْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِىْ وَقَدْ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ) وَاَرَادَ بِدَعْوَةِ اِبْرَاهِيْمَ هٰذَا فَاِنَّهُ دَعَا اللّٰهَ اَنْ يَّبْعَثَ فِىْ بَنِىْ اِسْمَاعِيْلَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ :

(تفسیر روح البیان الجلد الاوّل ص ۲۳۴ مطبوعہ کوئٹہ)

(اے ہمارے ربّ ان میں رسول بھیج) یعنی مسلمان جماعت میں۔ ہماری اولاد میں سے وہ رسول ان میں سے ہو کیوں کہ ان میں رسول مبعوث ہونا، ان میں سے ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ (اس لیے علیحدہ سے رسولاً منہم کہا) اور نہیں مبعوث ہوا وہاں اولاد ابراہیم و اسماعیل علیہما السّلام سے کوئی رسول سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہی تو ہیں جن کی بعثت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السّلام کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ آپ کو کہا گیا کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ اور وہ رسول مطلوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری زمانے میں مبعوث ہوں گے۔

اور حدیث میں ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) لاریب میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السّلام اپنی مٹی میں گندھے

ہوئے تھے اور میں تم کو اپنی ابتداء کی خبر دیتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی (طیبہ و طاہرہ) ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اور تحقیق اُن سے ایک نور ظاہر ہوا جس نور نے اُن کے لیے ملک شام کے محلات چمکا دیئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے ابراہیمی سے یہ آیت (ربنا وابعث فیہم رسولا) مراد لی ہے۔ کیونکہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ بنی اسمٰعیل میں رسول بھیجا جائے جو انہی میں سے ہو۔

قارئین کرام آپ نے تفاسیر معتبرہ کے حوالہ جات پڑھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مبارک دُعا کے متعلق:

اس حدیث (انا دعوۃ ابراہیم) کو تفاسیر مذکورہ کے علاوہ بھی آئمہ اجلہ کی اِن کتب شریفہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۔ مسند احمد حنبل مطبوعہ بیروت ص ۱۲۷/۴
۲۔ کشف الاستار عن زوائد البزار مطبوعہ بیروت ص ۱۱۳/۳
۳۔ المعجم الکبیر، مطبوعہ بیروت ص ۲۵۲/۱۸
۴۔ موارد الظمآن عن زوائد ابن حبان مطبوعہ بیروت ص ۵۱۲
۵۔ المستدرک ص ۶۰۰/۲ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمہ
۶۔ حلیۃ الاولیاء ص ۹۰-۸۹/۶ مطبوعہ دار الکتب العربی
۷۔ دلائل النبوت للبیہقی ص ۱۳۰/۲ مطبوعہ بیروت
۸۔ شرح السنۃ ص ۱۳/۷ مطبوعہ بیروت

(بحوالہ تبیان القرآن)

قارئین کرام! تفاسیرِ معتبرہ اور کتبِ احادیثِ طیبہ کے ان حوالوں سے اظہر من الشمس ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت جو دعائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں کی تھیں اُن میں یہ دُعا بھی شامل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ ہماری اولاد میں ایک مسلمان جماعت ہمیشہ باقی رکھ اور پھر اُسی جماعت میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما۔ تو پتہ چلا، ہمارے نبی پاک صاحبِ لولاک طالب و مطلوب شافعِ کل کرب، حضور سید المرسلین اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جس گروہ میں جلوہ گر ہوئے خصوصاً والدین کریمین صاحبِ ایمان اور مقبولِ بارگاہِ یزدانی اور مقصودِ دعائے خلیلِ رحمٰن ہیں، تو جو بدنصیب معاذ اللہ اُن کے کفر و شرک کے فتوے صادر کرے، اُن کو لائقِ جہنم ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کے خلیل علیہ السلام کے مرتبہ و مقبولیت کا بھی منکر ہے۔ اور رب العالمین کی بارگاہِ استجابت کی بھی توہین کرنیوالا ہے اور شفیعِ حشر، صدرِ بزمِ انبیاء، تاجدارِ کونین مولیٰ ثقلین، امام القبلتین، جدِ الحسن والحسین کے قلبِ اطہر کو بھی تکلیف پہنچانے والا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ الف الف مرہ:

دینِ حق کی ہے رحمت تمامی ملی
جن کو سچوں کی نسبت دوامی ملی
جس لڑی میں محمد ﷺ کا نام آتا ہو
اُسے عرش و فرش کی سلامی ملی
اہلِ ایمان کو آئیں نظر خوبیاں
نکتہ چینوں کو حق میں بھی خامی ملی
اُن کی قسمت پہ نازاں ہیں اہلِ فلک
رب کے پیاروں کی جن کو غلامی ملی

(قیصر عثمانی)

آیت

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ (ابراہیم-۴۰)

اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنیوالا رکھ اور کچھ میری اولاد کو، اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔

تفسیر روح المعانی

وَ اِنَّمَا خَصَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ ھٰذَا الدُّعَاءَ بِبَعْضِ ذُرِّیَّتِہٖ لِعِلْمِہٖ مِنْ جِھَتِہٖ تَعَالٰی اَنَّ بَعْضًا مِنْھُمْ، لَا یَکُوْنُ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ بِاَنْ یَکُوْنَ کَافِرًا اَوْ مُؤْمِنًا لَا یُصَلِّیْ، وَجُوِّزَ اَنْ یَکُوْنَ عِلْمٌ مِنِ اسْتِقْرَائِہٖ عَادَۃَ اللہِ تَعَالٰی فِی الْاُمَمِ الْمَاضِیَۃِ اَنْ یَکُوْنَ فِیْ ذُرِّیَّتِہٖ مَنْ لَا یُقِیْمُھَا وَھٰذَا کَقَوْلِہٖ وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَکَ (رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ) ظَاھِرُہٗ دُعَائِیْ ھٰذَا الْمُتَعَلِّقُ بِجَعْلِیْ وَجَعْلِ بَعْضِ ذُرِّیَّتِیْ مُقِیْمِیِ الصَّلٰوۃِ وَلِذَالِکَ جِیْئَ بِضَمِیْرِ الْجَمَاعَۃِ

(تفسیر روح المعانی الجزء الثالث عشر ص ۲۴۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

بجز این نیست حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی یہ دعا اپنی بعض اولاد کے ساتھ خاص فرمائی کیونکہ آپ نے علم قدرت سے جان لیا تھا کہ ان میں کچھ ایسے بھی ہل گے جو کافر ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھیں یا مسلمان ہوتے ہوئے اس کو چھوڑ دیں گے۔ اور یہ بھی احتمال درست ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ان بعض کا علم اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ کے مطاہرے ہوا ہو جیسا کہ امم سالقہ میں دستور قدرت چلا آرہا تھا وہ یہ کہ میری اولاد میں سے بھی کچھ لوگ اقامت صلوٰۃ سے گریزاں ہونگے۔ یہ دعا اس طرح کی ہے کہ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اے اللہ! ہم دونوں کو اپنا خاص فرمانبردار بنا۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی اپنے فرمانبردار

بنانا۔ پھر عرض کیا اے ہمارے پروردگار میری دعا کو قبول فرما۔
اس دعا سے بظاہر وہی دعا مراد ہے جو آپ نے اپنی اولاد میں سے بعض کے نمازی ہونے کی مانگی تھی اس لیے ضمیر جمع لائی گئی۔

تفسیر درِّ منثور

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ رضی اللہ عنہٗ فِیْ قَوْلِہٖ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ فَلَنْ یَّزَالَ مِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَاسٌ عَلَی الْفِطْرَۃِ یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ
(درِّ منثور جلد ۴ صفحہ ۸۰)

ابن جریج رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہر دور میں ایسے ہمیشہ ہوں گے جو دینِ فطرت پر قائم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا۔

تفسیر خازن

(وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ) اَیْ وَاجْعَلْ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ مَنْ یُّقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَاِنَّمَا اَدْخَلَ مِنْ الَّتِیْ ھِیَ لِلتَّبْعِیْضِ فِیْ قَوْلِہٖ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ لِاَنَّہٗ عَلِمَ بِاِعْلَامِ اللّٰہِ اِیَّاہُ اَنَّہٗ قَدْ یُوْجَدُ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ جَمْعٌ مِّنَ الْکُفَّارِ لَا یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ فَلِھٰذَا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ وَاَرَادَ بِھِمُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ

(رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ) سَاَلَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَبَّہٗ اَنْ یَّتَقَبَّلَ دُعَآءَہٗ فَاسْتَجَابَ اللّٰہُ لِاِبْرَاھِیْمَ وَقَبِلَ دُعَآءَہٗ بِفَضْلِہٖ وَمَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ

(تفسیر خازن جلد نمبر ۳ صفحہ ۸۹)

"اور میری اولاد میں سے" یعنی اے اللہ! میری کچھ اولاد کو، نماز قائم کرنے والا بنا۔ لفظ "مِن" جو کہ تبعیض کیلئے ہے۔ آپ نے اس دُعا میں اس لیے استعمال کیا کیونکہ آپ علیہ السلام نے علم قدرت سے جان لیا تھا کہ میری اولاد میں کفار بھی شامل ہوں گے۔

جو کہ نماز قائم نہیں کریں گے۔ اسی لیے آپ نے یوں دعا کی (ومِن ذُرِّیَّتِی) اور اس سے ارادہ کیا اپنی مومن اولاد کا (رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ) اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے سوال کیا ہے۔ کہ وہ اس دُعا کو قبول فرمائے پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اپنے فضل وکرم سے۔

قارئین کرام! ان تفاسیر معتبرہ کے حوالوں سے مہر نیمروز کی طرح واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محترم خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائے مستجاب کی بدولت ہر دور میں آپ کی اولاد میں سے کچھ نہ کچھ لوگ دین ابراہیمی پر کاربند اور نماز کے پابند رہے ہیں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی اطاعت وبندگی پر یقین اور معبودانِ باطلہ سے نفرت کا اظہار کرتے رہے ہیں اور انہیں میں سے ربّ العالمین نے اپنے محبوب محترم، رسولِ معظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ ؎

ہے قانونِ فطرت کی روشن گواہی
کہ پاکوں میں آیا ہے اسریٰ کا راہی
جو گھر آمنہ کے ہوا جلوہ گر ہے
دو عالم پہ اُس کی مُسلّم ہے شاہی

○

آیت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ: (الحشر - ۲۰)

برابر نہیں دوزخ والے اور جنّت والے، اور جنّت والے ہی مراد کو پہنچے۔

اب اس پر امام اہلسنّت اعلیحضرت عظیم البرکت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم حقیقت رقم کی گوہر افشانیاں ملاحظہ ہوں۔ لکھتے ہیں!

حدیث میں ہے حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد امجاد حضرت عبد المطلب سے ایک طیبہ خاتون رضی اللہ عنہا کو آتے دیکھا۔ جب پاس آئیں تو فرمایا:

مَآ اَخْرَجَكِ مِنْ بَيْتِكِ؟ اپنے گھر سے باہر کہاں گئی تھی؟

عرض کی: اَتَيْتُ اَهْلَ هٰذَا الْمَيِّتِ فَتَرَحَّمْتُ اِلَيْهِمْ وَعَزَّيْتُهُمْ بِمَيِّتِهِمْ۔ یہ جو ایک موت ہو گئی تھی میں اُن کے یہاں تعزیت اور دعائے رحمت کرنے گئی تھی۔

فرمایا: لَعَلَّكِ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدٰى؟ شاید تو اُن کے ساتھ قبرستان تک گئی۔

عرض کی: مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ بَلَغْتُهَا وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِيْ ذٰلِكَ مَا تَذْكُرُ۔ خدا کی پناہ کہ میں وہاں جاتی حالانکہ حضور سے سن چکی تھی کہ جو کچھ اس باب میں ارشاد کیا۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ بَلَغْتِهَا مَا رَاَيْتِ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَرَاهَا جَدُّ اَبِيْكِ۔ اگر تو اُن کے ساتھ وہاں تک جاتی تو جنّت نہ دیکھتی جب تک عبد المطلب نہ دیکھیں

رواہ ابو داؤد والنسائی واللفظ لہ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اما ابو داؤد فادب وکنّٰی وقال فذکر تشدیدا فی ذالک واما عبد الرحمٰن فادی لتبلیغ العلم واداء الحدیث علی وجہہ لِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔

یہ تو حدیث کا ارشاد ہے، اب ذرا عقائد اہلسنت پیش نظر رکھتے ہوئے نگاہ انصاف درکار ہے۔ عورتوں کا قبرستان جانا غایت درجہ اگر ہے تو معصیت ہے اور [۱] ہرگز کوئی معصیت مسلمان کو جنت سے (ابدا) محروم اور کافر کے برابر نہیں کر سکتی، اہل سنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے۔ اگرچہ معاذ اللہ مواخذہ کے بعد اور [۲] کافر کا جنت میں جانا محال شرعی کہ ابدالآباد تک کبھی ممکن ہی نہیں اور [۳] نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب اور بے ضرورت تاویل ناجائز اور [۴] عصمت نوع بشر میں خاصۂ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے۔ ان کے غیر سے اگرچہ کیسا ہی عظیم الدرجات ہو وقوع ممکن و متصور۔

یہ چاروں باتیں عقائد اہلسنت میں ثابت و مقرر، اب اگر بحکم مقدمۂ رابعہ مقابر تک بلوغ فرض کیجئے تو بحکم مقدمۂ ثالثہ جزاء کا ترتب واجب اور اس تقدیر پر کہ حضرت عبد المطلب کو معاذ اللہ غیر مسلم کہئے، بحکم مقدمتین اولیین نیز بحکم آیت کریمہ محال و باطل، تو واجب ہوا کہ حضرت عبد المطلب مسلمان و اہل جنت ہوں اگرچہ مثل صدیق و فاروق و عثمان و علی و زہرا و صدیقہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سابقین، اولین میں نہ ہوں اب معنی حدیث بلا تکلف و بے حاجت تاویل و تعرف عقائد اہلسنت کے مطابق ہیں یعنی اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں جانا نہ ملتا بلکہ اس وقت جبکہ عبد المطلب داخل بہشت ہوں گے۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔ (شموس الاسلام ص ۱۱-۱۲)

قارئین کرام! یہ ہے اندازِ تفہیم اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کا، کہ منکرین جس واقعے حضرت عبدالمطلب کے جنتی ہونے کا انکار کرتے ہیں، امام اہلسنت نے اسی واقعہ سے آپ کے جنتی ہونے کا مضبوط و مربوط استدلال فرمایا ہے۔

گویا منکرین کے سوال کا جواب بھی دے دیا اور جناب عبدالمطلب کا جنتی ہونا بھی ثابت کر دیا۔

آیت: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؏ (المنافقون آیت-۸)

عزت تو اللہ و رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو علم نہیں۔

آیت: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ - (۴۹/۱۳)

اے لوگو! ہم نے بنایا تمہیں ایک نر و مادہ سے اور کیا تمہیں قومیں اور قبیلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تمہارا زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

(ان آیات کی تفسیر میں فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز رقم طراز ہیں)

ان آیات کریمہ میں رب العزت جلّ وعلا نے عزت و کرم کو مسلمانوں میں منحصر فرما دیا اور کافر کو کتنا ہی قوم دار ہو لئیم و ذلیل ٹھہرایا اور کسی لئیم و ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز و کریم کیلئے باعثِ مدح نہیں ولہٰذا کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہوا۔

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنِ انْتَسَبَ اِلٰى تِسْعَةِ اٰبَآءٍ كُفَّارٍ يُّرِيْدُ بِهِمْ عِزًّا وَّكَرَمًا

كَانَ عَاشِرُهُمْ فِي النَّارِ۔ جو شخص عزت و کرامت چاہنے کو اپنی نو پشت کافر کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں، ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہو۔

رواہ الامام احمد عن ابی ریحانہ رضی اللہ عنہ بسند صحیح۔

اور احادیث کثیرہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان اور مقام رجز و مدح میں بارہا اپنے آبائے کرام اور امہات کرائم کا ذکر فرمایا۔

روزِ حنین جب ارادۂ الہیہ سے تھوڑی دیر کیلئے کفار نے غلبہ پایا معدود بندے رکاب رسالت میں باقی رہے۔ اللہ غالب کے رسول غالب پر شان جلال طاری تھی۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ○ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں ○ میں ہوں بیٹا عبد المطلب کا

رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ

حضور قصد فرما رہے ہیں کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔ حضرت عباس بن عبد المطلب و حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم بغلہ شریف کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ بڑھ نہ جائے اور حضور فرما رہے ہیں: اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ : (یعنی) میں سچا نبی ہوں، اللہ کا پیارا، عبد المطلب کی آنکھ کا تارا صلی اللہ علیہ وسلم، رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ وابونعیم عنہ رضی اللہ عنہ:

امیر المومنین عمر لگام روکے ہیں اور حضرت عباس ذکھی تھامے اور حضور فرما رہے ہیں قَدِمَا اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اے بڑھنے دو میں ہوں نبی صریح حق پر، میں ہوں عبدالمطلب کا پسر (صلی اللہ علیہ وسلم)
رواہ ابن عساکر عن مصعب بن شیبۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب کافر نہایت قریب آ گئے تو لشکر طیبہ سے نزول اجلال فرمایا، اس وقت بھی یہی فرماتے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ : اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ، اَللّٰهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكْ

میں ہوں نبی برحق سچا۔ میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، الٰہی اپنی مدد نازل فرما۔
رواہ ابن ابی شیبۃ وابن جریر عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر ایک مشت خاک دست پاک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا:
شَاهَتِ الْوُجُوْهُ : بگڑ گئے چہرے۔

وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ ان میں جو مشرف با اسلام ہوئے وہ بیان کرتے ہیں۔ جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں نظر آیا کہ زمین سے آسمان تک تانبے کی دیوار قائم کر دی گئی۔ اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکا دیے گئے، سوائے بھاگنے کے کچھ نہ بن آئی

وصلی اللہ تعالیٰ علی الحق المبین سید المنصورین وآلہ وبارک وسلم

اسی غزوہ کے رجز میں ارشاد فرمایا:
اَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ مِنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ : میں بنی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔

(رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر عن سیابۃ بن عاصم رضی اللہ عنہ)
ایک حدیث میں ہے بعض غزوات میں فرمایا:
اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ : اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ : اَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكْ

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، میں ہوں ان بیبیوں کا بیٹا جن کا نام عاتکہ تھا۔ (رواہ ابن عساکر عن قتادۃ) شمول الاسلام ص ۱۲ تا ۱۶

سب سے بالا، سب سے اعلیٰ

وَعِنْدِیْ فِیْ نُصْرَۃِ ھٰذَا الْمَسْلَکِ وَمَا ذَھَبَ اِلَیْہِ الْاِمَامُ فَخْرُ الدِّیْنِ اُمُوْرٌ اَحَدُھَا دَلِیْلٌ اِسْتَنْبَطْتُہٗ مُرَکَّبٌ مِنْ مُقَدَّمَتَیْنِ۔

(الاولیٰ) اَنَّ الْاَحَادِیْثَ الصَّحِیْحَۃَ دَلَّتْ عَلٰی اَنَّ کُلَّ اَصْلٍ مِّنْ اُصُوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ آدَمَ اِلٰی اَبِیْہِ عَبْدِ اللّٰہِ فَھُوَ مِنْ خَیْرِ اَھْلِ قَرْنِہٖ وَاَفْضَلِھِمْ۔ (وَالثَّانِیَۃُ) اَنَّ الْاَحَادِیْثَ وَالْاٰثَارَ دَلَّتْ عَلٰی اَنَّہٗ لَمْ تَخْلُ الْاَرْضُ مِنْ عَھْدِ نُوْحٍ اَوْ آدَمَ اِلٰی بِعْثَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ثُمَّ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَۃُ مِنْ نَاسٍ عَلَی الْفِطْرَۃِ یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ وَیُوَحِّدُوْنَہٗ وَیُصَلُّوْنَ لَہٗ وَبِھِمْ تُحْفَظُ الْاَرْضُ وَلَوْلَاھُمْ لَھَلَکَتِ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَیْھَا وَاِذَا قَارَنْتَ بَیْنَ ھَاتَیْنِ الْمُقَدَّمَتَیْنِ اُنْتُجَ مِنْھَا قَطْعًا اَنَّ آبَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ فِیْھِمْ مُشْرِکٌ لِاَنَّہٗ قَدْ ثَبَتَ فِیْ کُلِّ مِنْھُمْ اَنَّہٗ مِنْ خَیْرِ قَرْنِہٖ فَاِنْ کَانَ النَّاسُ الَّذِیْنَ ھُمْ عَلَی الْفِطْرَۃِ ھُمْ اِیَّاھُمْ فَھُوَ الْمُدَّعٰی وَاِنْ کَانُوْا غَیْرَھُمْ وَھُمْ عَلَی الشِّرْکِ لَزِمَ اَحَدُ اَمْرَیْنِ۔ اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ الْمُشْرِکُ خَیْرًا مِنَ الْمُسْلِمِ وَھُوَ بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ۔ وَاِمَّا اَنْ یَکُوْنَ غَیْرُھُمْ خَیْرًا مِنْھُمْ وَھُوَ بَاطِلٌ لِمُخَالَفَۃِ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ فَوَجَبَ قَطْعًا اَنْ لَا یَکُوْنَ فِیْھِمْ مُشْرِکٌ لِیَکُوْنُوْا مِنْ خَیْرِ اَھْلِ الْاَرْضِ کُلٌّ فِیْ قَرْنِہٖ

(مسالک الحنفاء) الحاوی للفتاوی ص ۲۱۱

(خاتم الحفاظ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔)

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسلک اختیار کیا ہے میں اس کی نصرت کئی امور کی بنا پر کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک دلیل جو میں نے مستنبط کی ہے دو مقدموں سے مرکب ہے۔

اوّل یہ کہ بے شک احادیثِ صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر اصل اصول سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اپنے اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں۔

اور دوسرا یہ کہ وہ احادیث و آثار اس امر پہ دلالت کرتے ہیں جن میں واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر سرکارِ دوعالم حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ تک اور پھر آپ کے عہد پاک سے لے کر تا قیامِ قیامت زمین ایسے لوگوں سے خالی نہ رہے گی، جو دینِ فطرت پر قائم رہتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اسکے لئے نمازیں پڑھتے ہیں اور انہیں (لوگوں) کے دم سے زمین کی حفاظت کی جاتی ہے اگر وہ لوگ موجود نہ ہوں تو زمین اور جو کچھ اُس پر ہے ہلاکت و بربادی کا شکار ہو جائے۔

جب تو ان دونوں مقدموں کو ملائے گا تو اس سے یہ حتمی نتیجہ نکلے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کرام میں سے کوئی ایک شخص بھی مشرک نہ تھا۔ اس لیے کہ یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے بہتر اور افضل تھے (جبکہ ہر زمانہ میں کچھ لوگوں کا فطرۃ پہ ہونا ثابت ہے) پس اگر ہر زمانہ میں کچھ لوگ فطرت پر تھے تو وہ یہی تھے اور یہی ہمارا مدعیٰ ہے۔ اور اگر ان کے علاوہ اوروں کو فطرت پر قرار دیا جائے تو پھر یہ مشرک تھے (معاذاللہ)

تو پھر یہاں دو باتوں میں سے ایک کا ہونا یقینی طور پر لازم آئے گا۔ (اول) یہ ہے کہ مشرک مومن سے بہتر اور افضل ہے۔ اور یہ بالاجماع (از روئے قرآن) باطل ہے۔ (دوم) یہ کہ اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کرام سے بہتر و افضل تھے تو یہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے اور مردود بھی، تو لازم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد میں سے کوئی شخص بھی مشرک نہ تھا کیونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ میں تمام اہل زمین سے بہتر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آگ حرام کر دی ہے۔

أَخْرَجَهُ ابْنُ الْجَوْزِي مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ مَرْفُوْعًا هَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَيَّ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُقْرِءُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ: إِنِّيْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰى صُلْبٍ أَنْزَلَكَ وَبَطْنٍ حَمَلَكَ وَحِجْرٍ كَفَلَكَ ۔ (الحاوی للفتاوی ص ۲۲۲ ج ۲)

حضرت محدث ابن جوزی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں فرمایا: کہ جبریل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اترے اور عرض کی کہ بے شک، اللہ قدوس آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے۔ میں نے اس صلب پر جس میں تم رہے ہو اور اس پیٹ پر جس نے تمہیں اٹھایا اور اس گود پر جس نے تمہیں کھلایا نار دوزخ کو حرام کر دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب سب سے اعلیٰ ہے

امام بیہقی نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ

عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ اِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ، وَمَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ اِلَّا جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِيْ خَيْرِهِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ اَبَوَيْنِ فَلَمْ يُصِبْنِيْ شَيْئٌ مِنْ عَهْدِ الْجَاهِلِيَّةِ وَخَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اُخْرَجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى اَبِيْ وَاُمِّيْ فَاَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَخَيْرُكُمْ اَبًا

(دلائل النبوت ص۱۷۴ تا ص۱۷۵، طبقات ابن سعد)

میں ہوں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الخ اسی طرح اکیس پشت ہائے مبارکہ تک اپنا نسب مبارک بیان کر کے فرمایا کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے۔ مگر اللہ قدوس نے مجھے اُن دونوں میں سے بہتر گروہ میں کیا۔ تو میں اپنے والدین کے گھر اس شان سے پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں (باقاعدہ) نکاح سے پیدا ہوا۔ حضرت آدم سے لے کر اپنے والدین تک پس میں تم سب سے بہتر ہوں۔ اپنے نفس کریم کے لحاظ سے اور اپنے آباء کرام کے لحاظ سے۔

قارئین کرام: مقام غور ہے کہ قرآن عظیم نے کافر کا نسب منقطع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ قدوس نے حضرت نوح علیہ السلام کو (اُن کے بیٹے) کنعان کے متعلق فرمایا:۔ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (سورۂ ہود۔ آیت ۴۶)

کہ بے شک وہ تیرے اہل سے نہیں، بے شک اس کے عمل غیر صالح ہیں۔

جب کافر کا نسب منقطع ہے تو تحدیث نعمت اور خوشی کے طور پر بیان کرنے کا کیا مطلب ہے؟

ہاں ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام چونکہ صالح ہیں تبھی تو آپ اس طرح فرماتے ہیں۔

نَحْنُ بَنُو النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ لَا نَنْتَفِيْ مِنْ اَبِيْنَا۔

(مسند احمد بن حنبل ص ۲۱۱ ج ۵، دلائل النبوت ص ۱۷۳ ج ۱)

ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے۔

مقام غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نام لے لے کر اپنے آباء کرام کا اعلٰی و اولٰی ہونا بیان فرماتے ہیں تو کبھی فرماتے ہیں ہم اپنے باپ سے نسب جدا نہیں کرتے۔ دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوا کہ جن کا نام و نسب آپ بیان فرماتے ہیں وہ مومن ہیں کفر سے اُن کا کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ کافر آباء کے نسب فخریہ بیان کرنے والے کے متعلق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پاک ہے۔

مَنِ انْتَسَبَ اِلٰى تِسْعَةِ آبَاءٍ كُفَّارٍ يُرِيْدُ بِهِمْ عِزًّا وَكَرَمًا كَانَ عَاشِرُهُمْ فِي النَّارِ۔ (مسند احمد بن حنبل ص ۱۳۴ ج ۴)

کہ جو شخص عزت و کرامت کا طالب بن کر اپنے نو کافر آباء کا نام و نسب بیان کرے اُن کا دسواں یہ (خود) (دوزخ کی) آگ میں ہو۔

اس سے ظاہر ہوا کافروں کا نسب اظہار و بیان کے قابل نہیں ہے اور جو فخر و ریا کے طور پر ایسا نسب بیان کرے ایسے نسب پر جہنم کی وعید حدیث میں آئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے نسب مبارک کی بہتری و بھلائی بیان کرنا اپنے آباء و اجداد کے اصحاب خیر و فضیلت ہونے پر خطابات فرمانا ہی ان کے مومن و جنتی ہونے کے لیے کافی ہے۔ ؎

آبائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے سلسلہ نورانی
وہ رب کے پیارے ہیں کوئی انکا نہیں ثانی
جہاں نورِ نبوت کی ہوں ضُوا فشاں کرنیں
لاریب مبارک ہے وہ منوّر پیشانی

(فقیر عثمانی)

آباء مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ کَانَ عَدْنَانُ وَمَعَدُّ وَرَبِیْعَۃُ وَخُزَیْمَۃُ وَاَسَدُ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ فَلَا تَذْکُرُوْھُمْ اِلَّا بِخَیْرٍ وَرَوَی الزُّبَیْرُ ابْنُ بَکَّارٍ مَرْفُوْعًا لَا تَسُبُّوْا مُضَرَ وَلَا رَبِیْعَۃَ فَاِنَّھُمَا کَانَا مُسْلِمَیْنِ :

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ص۹ مطبوعہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عدنان، معد، ربیعہ، خزیمہ اور اسد ملت ابراہیمی پر تھے پس اُن کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرو اور زبیر بن بکار سے مرفوعاً مروی ہے کہ مضر اور ربیعہ کو برا مت کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے۔

حضرت نزار کی آنکھوں کے درمیان نورِ محمدی کے جلوے

اِنَّہٗ لَمَّا وُلِدَ وَنَظَرَ اَبُوْہُ اِلٰی نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَھُوَ نُوْرُ النُّبُوَّۃِ الَّذِیْ کَانَ یَنْتَقِلُ فِی الْاَصْلَابِ فَرِحَ فَرَحًا شَدِیْدًا وَنَحَرَ وَاَطْعَمَ قَالَ اِنَّ ھٰذَا کُلَّہٗ نَزْرٌ اَیْ قَلِیْلٌ لِحَقِّ ھٰذَا الْمَوْلُوْدِ فَسُمِّیَ نَزَارًا لِذَالِکَ وَبِھٰذَا الْقِیْلِ جَزَمَ السُّھَیْلِیُّ وَتَبِعَہُ النُّوْرُ وَالْخَمِیْسُ وَزَادَ اَنَّہٗ خَرَجَ اَجْمَلَ اَھْلِ زَمَانِہٖ وَاَکْبَرَھُمْ عَقْلًا وَقَالَ اَبُو الْفَرَجِ الْاَصْبَھَانِیُّ سُمِّیَ بِذَالِکَ اَنَّہٗ کَانَ فَرِیْدَ عَصْرِہٖ :

(شرح الزرقانی علی المواہب ص۷۹)

جب نزار کی پیدائش ہوئی تو اُس کے باپ (معد) نے نورِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس کی آنکھوں کے درمیان جلوہ گر دیکھا۔ یہ وہی نور تھا جو پشتہائے مبارکہ سے منتقل ہوتا چلا آرہا تھا۔

(باپ معد اس نور کو دیکھ کر) بہت زیادہ خوش ہوا۔ اور قربانی کر کے لوگوں کو گوشت کھلایا۔ اور فرمایا یہ سب کچھ اس نومولود کی خوشی میں بہت تھوڑا ہے۔ اسی لیے نومولود کا نام "نزار" رکھا گیا ہے۔ (کیونکہ نزار نزرؐ سے ہے اور نزرؔ کا معنی ہے کم۔)

اور سہیلی نے اس قول پر جزم کیا ہے اور صاحب النور اور صاحب الخمیس نے بھی ان کی اتباع میں اپنے جزم کا اظہار کیا ہے اور مزید برایں یہ کہا ہے کہ جناب نزار اپنے دور کے تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے اور عقل میں سب سے بڑے تھے۔

اور ابوالفرج الصبہانی نے کہا کہ نزار کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ وہ نادر دہر (یکتائے زمانہ) تھے۔

یہ تو قدرت کا حسین انتخاب ہیں

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ وَهُوَاِنَّ اللهَ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اٰدَمَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامِ وَاتَّخَذَهٗ خَلِيْلًا وَاصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمٰعِيْلَ ثُمَّ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ نِزَارَ ثُمَّ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ نِزَارَ مُضَرَ ثُمَّ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ مُضَرَ كِنَانَةَ ثُمَّ اصْطَفٰى مِنْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا ثُمَّ اصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ ثُمَّ اصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ اصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

(السیرۃ الحلبیہ ص ۲۶-۲۷/۱ مطبوعہ بیروت)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم

میں سے حضرت ابراہیم کو چُنا اور انہیں اپنا خلیل بنایا۔ اور پھر اولادِ ابراہیم میں سے حضرت اسماعیل کو چُنا اور پھر اولادِ اسماعیل میں سے حضرت نزار کو چُنا۔ اور پھر اولادِ نزار میں سے مضر کو چُنا اور پھر اولادِ مضر میں سے کنانہ کو چُنا اور پھر اولادِ کنانہ میں سے قریش کو چُنا اور پھر اولادِ قریش سے بنو ہاشم کو چُنا اور پھر بنو ہاشم سے بنو عبد المطلب کو چُنا اور پھر اولادِ عبد المطلب میں سے اللہ قدوس نے میرا انتخاب فرمایا۔

آپ ﷺ جناب الیاس کی صلب میں تلبیہ کہتے تھے

اَنَّهٗ كَانَ يَسْمَعُ فِي صُلْبِهٖ تَلْبِيَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَفِي الْمُنْتَقٰى كَانَ يَسْمَعُ مِنْ ظَهْرِهٖ اَحْيَانًا دَوِيَّ تَلْبِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَلَمْ تَزَلِ الْعَرَبُ تُعَظِّمُهٗ تَعْظِيْمَ اَهْلِ الْحِكْمَةِ كَلُقْمَانَ وَاَشْبَاهِهٖ وَكَانَ يُدْعٰى كَبِيْرَ قَوْمِهٖ وَسَيِّدَ عَشِيْرَتِهٖ وَلَا يَقْطَعُ اَمْرٌ وَلَا يُقْضٰى بَيْنَهُمْ دُوْنَهٗ۔

قَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ وَلَمَّا اَدْرَكَ اِلْيَاسُ اَنْكَرَ عَلٰى بَنِيْ اِسْمٰعِيْلَ مَا غَيَّرُوْا مِنْ سُنَنِ اٰبَآءِهِمْ وَسِيَرِهِمْ وَبَانَ فَضْلُهٗ عَلَيْهِمْ وَلَانَ جَانِبُهٗ لَهُمْ حَتّٰى جَمَعَهُمْ رَاْيُهٗ وَرَضُوْا بِهٖ فَرَدَّهُمْ اِلٰى سُنَنِ اٰبَآءِهِمْ وَسِيَرِهِمْ قَالَ ابْنُ دِحْيَةَ وَهُوَ وَصِيُّ اَبِيْهِ كَانَ ذَا جَمَالٍ بَارِعٍ قَالَ السُّهَيْلِيُّ وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اِلْيَاسَ فَاِنَّهٗ كَانَ مُؤْمِنًا۔

(مسالک الحنفاء۔ شرح الزرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۷۸-۷۹ مطبوعہ بیروت)

جناب الیاس اپنی صُلب میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ حج سُنتے تھے۔

المنتقی میں ہے کہ (جناب الیاس) کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ اپنی پیٹھ میں سے اچانک سُنائی دیتا تھا۔ اہلِ عرب جناب الیاس کی اس طرح تعظیم کرتے تھے جس طرح کسی اہلِ حکمت کی، جیسا کہ لقمان اور اُن جیسے لوگوں کی تعظیم (اُن کی قوم میں ہوتی تھی) آپ کو اپنی قوم کا رئیس اور سردار کہا جاتا تھا۔ اور اُن کے بغیر قوم کے فیصلے نہ ہوتے تھے۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ جب جناب الیاس بڑے ہوئے تو انہوں نے بنی اسمٰعیل کے (بعض بہک جانے والے لوگوں کے) بگاڑ پر اعتراض کیا کیونکہ انہوں نے اپنے آباء واجداد کے طریقے اور ان کی سیرت کو تبدیل کر دیا تھا۔ آپ کی فضیلت اُن پر ظاہر ہوئی اور آپ نے اُن کیلئے نرم گوشہ ظاہر فرمایا یہاں تک اُن کو اپنی رائے پر جمع کر لیا۔ اور وہ آپ کے ساتھ راضی ہو گئے (تو اس طرح) آپ اُن کو اپنے آباء واجداد کے طریقے پر واپس لائے۔ اور ابن دحیہ کہتے ہیں جناب الیاس اپنے باپ کے وصی تھے انتہائی صاحبِ جمال اور پیکرِ شرافت تھے۔ سہیلی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب الیاس کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ صاحبِ ایمان تھے۔

جنابِ مدرکہ اور ادراکِ عزت و فخر

مِنَ الْاِدْرَاكِ لُقِّبَ بِهٖ لِاِدْرَاكِهٖ كُلَّ عِزٍّ وَّفَخْرٍ كَانَ فِيْ اٰبَآءِهٖ وَكَانَ فِيْهِ نُوْرُ الْمُصْطَفٰى ظَاهِرًا بَيِّنًا وَاسْمُهٗ عَمْرٌو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَاتَ خُزَيْمَةُ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ: (شرح الزرقانی علی المواہب ج۱ ص۷۸، سیرت حلبیہ ج۱ ص۱۶)

مدرکہ ادراک سے بنے اور یہ اُن کا لقب اس لیے ہے کہ انہوں نے اپنے آباء واجداد کی تمام عزت و فخر کو اپنے اندر جمع کر لیا تھا۔ اور اُن (کی پیشانی) میں

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جلوہ گر تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت خزیمہ کا ایمان

وَفِی الْخَمِیْسِ اِنَّمَا سُمِّیَ خُزَیْمَۃُ تَصْغِیْرُ خَزَمَۃٍ لِاَنَّہٗ اجْتَمَعَ فِیْہِ نُوْرُ اٰبَاءِہٖ وَفِیْہِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؛

تاریخ خمیس میں ہے کہ

حضرت خزیمہ جو خزمہ کی تصغیر ہے ، اُن کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان میں اُن کے آباء و اجداد کا نورانی فیض مجتمع تھا اور اُن (کی پیشانی) میں نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے جگمگاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب خزیمہ کا انتقال ملتِ ابراہیمی پر ہوا۔

حضرت کنانہ کا شانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمانا :

وَقِیْلَ لَہٗ کِنَانَۃُ لِاَنَّہٗ لَمْ یَزَلْ فِیْ کِنٍّ مِّنْ قَوْمِہٖ وَقِیْلَ لِسَتْرِہٖ وَحِفْظِہٖ لِاَسْرَارِھِمْ وَکَانَ شَیْخًا حَسَنًا عَظِیْمَ الْقَدْرِ تَحُجُّ اِلَیْہِ الْعَرَبُ لِعِلْمِہٖ وَفَضْلِہٖ وَکَانَ یَقُوْلُ قَدْ اٰنَ خُرُوْجُ نَبِیٍّ مِّنْ مَّکَّۃَ یُدْعٰی اَحْمَدُ یَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَاِلَی الْبِرِّ وَالْاِحْسَانِ وَمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ فَاتَّبِعُوْہُ تَزْدَادُوْا شَرَفًا وَّعِزًّا اِلٰی عِزِّکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اَیْ لَا تُکَذِّبُوْا مَا جَاءَ بِہٖ فَھُوَ الْحَقُّ ؛ (سیرت الحلبیہ ص ۱۶)

جناب کنانہ کو کنانہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ ہمیشہ اپنی قوم کے راز دار تھے اور کہا گیا ہے کہ کنانہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ اپنی قوم کے محافظ اور ان کے رازوں کے امین تھے۔ آپ بزرگی، حسن و جمال اور اعلیٰ مرتبت کے مالک

تھے۔ اہل عرب آپ کیطرف قصد کرتے تھے آپ کے علم و فضل کیوجہ سے اور حضرت کنانہ اپنی قوم کو فرماتے تھے کہ مکۃ المکرمہ سے نبی آخر الزماں کے ظہور کا وقت (قریب) آگیا ہے۔ وہ (نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں گے اور نیکی اور احسان اور اعلیٰ اخلاق کی دعوت دیں گے۔

پس اُن کی اتباع کرنا اس سے تمہاری عزت و مرتبت میں اضافہ ہوگا۔ اور حد سے نہ بڑھنا یعنی جو وہ لے کر آئیں اُسے جھٹلانا مت، کیونکہ وہ برحق ہوگا۔

امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے جدِ امجد جناب نضر مومن تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا قَيْسًا فَاِنَّهٗ كَانَ مُسْلِمًا [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیس یعنی نضر کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے۔

قارئین کرام! آباءِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملۂ ایمان و عظمت و اصحابِ خیر ہونے پر کثیر روایات ہم نے پیش کی ہیں۔

بالخصوص حضرت عدنان سے لیکر حضرت عبداللہ (جن کے اسماءِ مبارکہ کی حدیث ذکرِ نسب میں ترتیب و تفصیل ہے) تک اُن میں سے اکثر حضرات کے ایمان و شان کی صراحتیں کتبِ معتبرہ میں موجود ہیں اور جن بعض کے ایمان کے متعلق کتب میں صراحت نہیں ہے یقیناً اُن کے کفر و شرک کے اثبات پر بھی کوئی روایت نہیں ہے۔ اس لئے ان کو بھی مومن ماننا مقتضائے حال اور اولیٰ ہے۔ کیونکہ بسبب دعائے ابراہیمی یہ سب لوگ (جن کی پشتہائے مبارکہ

---

[1] الحاوی للفتاوی ص۲۱۶ ج۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

میں نورِ محمدی منتقل ہوتا رہا ہے) ملتِ ابراہیمی پر قائم و دائم تھے۔ جیسا کہ خاتم الحفاظ زائرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم درحالتِ بیداری حضرت امام سیوطی علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:۔

فَحَصَلَ مِمَّا اَوْرَدْنَاهُ اَنَّ اٰبَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَهْدِ اِبْرَاهِیْمَ اِلٰی کَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ کَانُوْا کُلُّهُمْ عَلٰی دِیْنِ اِبْرَاهِیْمَ۔ (الحاوی للفتاوی ص۲۱۸)

○

ہم جو حوالہ جات لائے ہیں اس کا نچوڑ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجدادِ کرام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر کعب بن لوی تک سبھی دینِ ابراہیمی پر تھے۔

حضرت کعب بن لوی جمعہ کے روز خطاب فرماتے تھے:

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ کَانَ کَعْبُ بْنُ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكٍ یَجْمَعُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَکَانَتْ قُرَیْشٌ تُسَمِّیْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَرُوْبَةَ فَیَخْطُبُهُمْ فَیَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ فَاسْمَعُوْا وَتَعَلَّمُوْا وَافْهَمُوْا لَیْلٌ سَاجٍ وَنَهَارٌ ضَاحٍ وَالْاَرْضُ مِهَادٌ وَالسَّمَآءُ بِنَآءٌ وَالْجِبَالُ اَوْتَادٌ وَالنُّجُوْمُ اَعْلَامٌ وَالْاَوَّلُوْنَ کَالْاٰخِرِیْنَ وَالْاُنْثٰی وَالذَّکَرُ وَالزَّوْجُ اِلٰی بِلًی صَائِرِیْنَ فَصِلُوْا اَرْحَامَکُمْ وَاحْفَظُوْا اَصْهَارَکُمْ وَثَمِّرُوْا اَمْوَالَکُمْ فَهَلْ رَاَیْتُمْ مِنْ هَالِكٍ رَجَعَ اَوْ مَیِّتٍ نُشِرَ الدَّارُ اَمَامَکُمْ وَالظَّنُّ غَیْرُ مَا تَقُوْلُوْنَ حَرَمُکُمْ زَیِّنُوْهُ وَعَظِّمُوْهُ وَتَمَسَّکُوْا بِهٖ فَسَیَاْتِیْ لَهٗ نَبَاٌ عَظِیْمٌ وَسَیَخْرُجُ مِنْهُ کَرِیْمٌ ثُمَّ

يَقُوْلُ نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلَّ اَوَابٍ بِحَادِثٍ سَوَآءٌ عَلَيْهَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا يَؤُوْبَانِ بِالْاَحْدَاثِ حِيْنَ تَاوَبَا وَبِالنِّعَمِ الضَّافِي عَلَيْنَا سَتُوْرُهَا عَلٰى غَفْلَةٍ يَاتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ (صلى الله عليه وسلم) فَيُخْبِرُ اَخْبَارَهَا صَدُوْقًا خَبِيْرُهَا ثُمَّ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتُ فِيْهَا ذَا سَمْعٍ وَبَصَرٍ وَيَدٍ وَرِجْلٍ لَتَنَصَّبْتُ فِيْهَا تَنَصُّبَ الْجَمَلِ وَقَلْتُ فِيْهَا اِرْقَالَ الْفَحْلِ ثُمَّ يَقُوْلُ

يَا لَيْتَنِيْ شَاهِدٌ فَحْوَاءَ دَعْوَتِهٖ

حِيْنَ الْعَشِيْرَةُ تَبْغِي الْحَقَّ خُذْلَانَا

دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۱۰۶-۱۰۷
بحوالہ نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین ص ۲۲۵-۲۲۶

ابو سلمہ ابن عبد الرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ کعب بن لوی اپنی قوم کو جمعہ کے دن اکٹھا کرتے تھے اور قریش جمعہ کے دن کو عربہ کہا کرتے تھے اور پھر جناب کعب لوگوں سے کہتے اما بعد! سنو اور جانو اور سمجھو، رات تاریک ہے، دن روشن ہے، زمین بچھونا ہے، آسمان چھت ہے، پہاڑ میخیں ہیں اور ستارے علامتیں ہیں، پہلے لوگ پچھلے لوگوں کی طرح ہیں اور مرد و زن اور ہر جوڑا فنا کے راستے پر چل رہا ہے۔

صلہ رحمی کیا کرو، سسرال کی حفاظت کرو اپنے مال کا پھل کھاؤ، کیا تم نے کسی ہلاک ہونے والے کو واپس آتے یا میت کو اٹھتے ہوئے دیکھا ہے؟ آخرت تمہارے سامنے ہے جس کے متعلق تمہارے عقائد حقیقت پر مبنی نہیں ہیں۔ اپنے حرم کو خوبصورت کرو، اس کی تعظیم کرو۔ اس کی عزت کرو۔ عنقریب تمہارے پاس ایک عظیم خبر آرہی ہے۔ اور بہت جلد ایک کریم پیغمبر تشریف لا رہے ہیں اس کے بعد جناب کعب کہتے، دن اور رات کا ہر حکم پہلے سے

مختلف ہے۔ اس میں دن رات ایک ہی جیسے ہیں ان کا ہر پھیر نت نئے حادثات رونما کر رہا ہے مگر زمانے نے ہم پر بڑے بڑے پردے ڈال رکھے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک تشریف فرما ہونے والے ہیں جو نہایت سچے مخبر کی طرف سے ہمیں خبریں دیں گے اس کے بعد کعب پھر یوں کہتے ہیں خدا کی قسم اگر میں اس وقت سننے اور دیکھنے اور چلنے پھرنے کی حقیقت رکھتا اور زندہ رہتا تو اُن کی خدمت کیلئے اونٹ کیطرح مشقت برداشت کرتا اور جلد منزل مقصود تک پہنچنے والے نوجوان کی پھرتی دکھاتا پھر یہ شعر کہتے:

(ترجمہ) —— کاش میں اُن کی دعوت کے وقت موجود ہوتا جب قبیلہ قریش حق کو سرنگوں کرنا چاہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد حضرت قصیّ کا اعلانِ حق

ذَکَرَ ثَعْلَبُ فِی اَمَالِیْهِ اَنَّهٗ کَانَ یَجْمَعُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْعُرُوْبَةِ فَیُذَکِّرُهُمْ یَاْمُرُهُمْ بِتَعْظِیْمِ الْحَرَمِ وَیُخْبِرُهُمْ اَنَّهٗ سَیُبْعَثُ فِیْهِمْ نَبِیٌّ بِهٖ جَمَعَ (بِالتَّشْکِیْلِ لِلْمُبَالَغَةِ) اللّٰهُ الْقَبَائِلَ مِنْ بَنِیْ فِهْرٍ فِیْ مَکَّةَ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ فِی الْبُلْدَانِ فَجَمَعَهُمْ وَاَدْخَلَهُمْ مَکَّةَ:

شرح الزرقانی علی المواہب صفحہ ۷۲

ثعلب نے اپنی امالی میں ذکر کیا ہے کہ جناب قصیّ جمعہ کے دن اپنی قوم جمع کرتے اور انہیں نصیحتیں کرتے اور حرم پاک کی تعظیم کا حکم دیتے اور انہیں یہ خبر دیتے، تم میں بہت جلد ایک ایسا نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ جس کے سبب اللہ تعالیٰ اولادِ فہر کے بچھڑے ہوئے قبیلوں کو مکۃ المکرمہ میں اکٹھا کر دے گا۔

○

مکۃ المکرمہ کا چاند — جناب عبد مناف

وَیُدْعٰی الْقَمَرُ لِجَمَالِہٖ قَالَ الْوَاقِدِیُّ وَکَانَ فِیْہِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ یَدِہٖ لِوَاءُ نِزَارٍ وَقَوْسُ اِسْمَاعِیْلَ وَذَکَرَ الزُّبَیْرُ عَنْ مُوْسٰی بْنِ عُقْبَۃَ اَنَّہٗ وَجَدَ کِتَابَۃً فِیْ حَجَرٍ اَنَا الْمُغِیْرَۃُ بْنُ قُصَیٍّ اٰمُرُ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَصِلَۃِ الرَّحِمِ :

(شرح الزرقانی علی المواہب ص ۷۳ ج ۱)

جناب عبد مناف کو چاند پکارا جاتا تھا اُن کے حسن وجمال کی وجہ سے۔ واقدی کا قول ہے کہ جناب عبد مناف (کی پیشانی) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا نور جلوہ گر تھا۔ ہاتھوں میں نزار کا جھنڈا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی کمان تھی۔ زبیر نے جناب موسٰی بن عُقبہ سے ذکر کیا کہ انہیں ایک پتھر میں یہ تحریر لکھی ہوئی ملی ہے۔ میں مغیرہ بن قصی ہوں اور میں حکم دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور صلہ رحمی کا۔

ابوعبدالمطلّب جناب ہاشم کا ایمان وعظمت

فَفِی السُّبُلِ لَمَّا اَصَابَ اَھْلَ مَکَّۃَ جَھْدٌ وَشِدَّۃٌ رَحَلَ اِلٰی فَلَسْطِیْنَ فَاشْتَرٰی مِنْھَا دَقِیْقًا کَثِیْرًا وَکَعْکًا وَقَدِمَ بِہٖ مَکَّۃَ فَاَمَرَ بِہٖ فَخُبِزَ ثُمَّ نَحَرَ جَزُوْرًا وَجَعَلَھَا ثَرِیْدًا عَمَّ بِہٖ اَھْلَ مَکَّۃَ وَلَا یَزَالُ یَفْعَلُ ذٰلِکَ بِھِمْ حَتّٰی اسْتَقَلُّوْا اھ وَفِی الْمُنْتَقٰی کَانَ ھَاشِمٌ اَفْخَرَ قَوْمِہٖ وَاَعْلَاھُمْ وَکَانَتْ مَائِدَتُہٗ مَنْصُوْبَۃً لَا تُرْفَعُ لَا فِی السَّرَّاءِ وَلَا فِی الضَّرَّاءِ وَکَانَ یَحْمِلُ ابْنَ السَّبِیْلِ وَیُؤَدِّیْ

اَلْحَقَائِقَ وَكَانَ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْہِہٖ یَتَوَقَّدُ شُعَاعُہٗ وَیَتَلَأْلَأُ ضِیَاءُہٗ وَلَا یَرَاہُ حِبْرٌ اِلَّا قَبَّلَ یَدَہٗ وَلَا یَمُرُّ بِشَیْءٍ اِلَّا سَجَدَ اِلَیْہِ تَغْدُ اِلَیْہِ قَبَائِلُ الْعَرَبِ وَوُفُوْدُ الْاَحْبَارِ یَحْمِلُوْنَ بَنَاتِہِمْ یَعْرِضُوْنَ عَلَیْہِ اَنْ یَتَزَوَّجَ بِہِنَّ حَتّٰی بَعَثَ اِلَیْہِ ہِرَقْلُ مَلِكُ الرُّوْمِ وَقَالَ اِنَّ لِیْ اِبْنَةً لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ اَجْمَلَ مِنْہَا وَلَا اَبْہٰی وَجْہًا فَاقْدِمْ عَلَیَّ حَتّٰی اُزَوِّجَكَہَا فَقَدْ بَلَغَنِیْ جُوْدُكَ وَكَرَمُكَ وَاِنَّمَا اَرَادَ بِذَالِكَ نُوْرَ الْمُصْطَفٰی الْمَوْصُوْفَ عِنْدَہُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ فَاَبٰی ہَاشِمٌ۔

(شرح الزرقانی علی المواہب صفحہ ۷۲-۷۳/۱)

سُبل میں ہے کہ جب اہلِ مکہ کو شدید قحط و پریشانی نے آگھیرا تو جناب ہاشم فلسطین گئے اور وہاں سے بہت زیادہ آٹا اور کعک (میدہ وغیرہ) خریدا اور مکۃ المکرمہ واپس آئے اور حکم دیا کہ اس آٹے کی روٹیاں پکائی جائیں اور پھر آپ نے اونٹ ذبح کیا اور اُس سے ثرید تیار کیا اور عام اہلِ مکہ کی دعوت کی اور اس قحط سالی میں آپ ہمیشہ ایسا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اہلِ مکہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے

اور منتقیٰ میں مذکور ہے کہ جناب ہاشم اپنی قوم کے لیے باعثِ فخر اور بلند مرتبت تھے۔ اُن کا دستر خوان ایسا بچھا رہتا جو تنگی اور فراخی میں کبھی اٹھایا نہ جاتا تھا۔ مسافروں کو سواری دیا کرتے تھے۔ اور حقائق کو ملحوظ رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اُن کے چہرے میں چمکتا تھا اور اُس نور کی کرنیں جگمگاتی تھیں۔ کوئی صاحبِ علم انہیں دیکھتا تو آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا اور آپ جس چیز کے قریب سے گزرتے وہ آپ کے لیے جھک جاتی تھی۔

عرب قبائل علی الصبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اصحابِ خرد و دانش آپ سے اپنی بیٹیوں کی شادی کی پیشکش لے کر حاضر ہوتے یہاں تک کہ بادشاہ

رُوم ہرقل نے بھی پیغام بھیجا کہ میری ایک بیٹی ہے، اتنی حسین و جمیل کہ کسی ماں نے ایسی بیٹی جنم نہیں دی آپ میرے پاس تشریف لائیں میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دوں گا۔ آپ کی سخاوت و کرم کی دھومیں مجھ تک پہنچی ہیں اور یہ ارادہ شاہِ روم نے بایں وجہ کیا تھا کہ وہ اس طریقے سے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل کرنا چاہتا تھا جن کی انجیل میں مذکور صفتیں پڑھ چکا تھا (لیکن) جناب ہاشم نے اس پیشکش کا انکار کر دیا۔

تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس میں مذکور ہے۔

اَمَّا هَاشِمُ فَهُوَجَدُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْمُهُ عَمْرُو وَيُقَالُ لَهُ عَمْرُو الْعُلَا اَيْضًا لِعُلُوِّ مَرْتَبَتِهٖ وَلَقَبُهُ هَاشِمُ لِاَنَّهُ كَانَ يَهْشِمُ الثَّرِيْدَ لِاَهْلِ مَكَّةَ اَيَّامَ الْقَحْطِ۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ص ۱۵۶ ج ۱ مطبوعہ بیروت)

جناب ہاشم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان ہیں۔ اُن کا نام عمرو تھا اور اُن کو عمرو العلا بھی کہتے تھے اُن کے بلند رُتبہ کی وجہ سے، ہاشم اُن کا لقب تھا کیونکہ وہ قحط کے دنوں میں اہلِ مکہ کیلئے ثرید بناتے تھے۔

○

قارئینِ کرام! آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کے بارے میں اچھی طرح پڑھا ہے کہ کس شان سے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن کی مقدس پیشانیوں میں جلوہ گری تھی اور کس کمال و جمال سے محبوبِ رب العالمین کی بعثت کے تذکرے اُن کی زبانوں پر جاری رہتے تھے اور نسبتِ سرکارِ دو عالم کے طفیل وہ لوگ خالق کے پیارے اور مخلوق کی آنکھوں کے تارے تھے۔

خالق و مخلوقِ خالق کے پیارے
مومن تھے آبا نبی جی کے سارے
نورِ نبی جن کے چہروں میں چمکا
عجب مرتبے تھے عجب تھے نظارے
کرے وصف کیسے بیان اُن کے کوئی
جو خوش قسمتی کے فلک کے ہوں تارے
تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ پر نگاہ کر
گواہ ہیں یہ قدرت کے سچے اشارے
(فقیر عثمانی)

حضور ﷺ کے داداجان جناب عبدالمطلب

کتب سیرت میں ہے کہ ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ آپ کو شیبۃ الحمد، فیاض اور مطعم طیر السماء بھی کہتے ہیں۔ شیبہ اُن کو اس سبب سے کہتے ہیں کہ اُن کے سر میں پیدائشی طور پر کچھ بال سفید تھے اور بالوں کی سفیدی کو عربی میں شیب کہتے ہیں۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ شیبہ جب اپنی ماں سلمیٰ کے پاس ہوشیار ہوئے تو اُن کے چچا مطلب اُن کو لینے کیلئے مدینہ شریف آئے۔ سلمیٰ نے اپنے فرزند کو بھیجنے سے انکار کیا۔ مطلب نے کہا جب تک تم میرے بھتیجے کو میرے ساتھ روانہ نہ کروگی میں ہر گز یہاں سے نہ جاؤں گا۔ ہم لوگ اپنی قوم میں نہایت عزت دار اور با آبرو ہیں اور اپنی قوم اور شہر کے کُل انتظامات ہم ہی کو کرنے پڑتے ہیں، یہ ہمارا فرزند یہاں دُور دراز قوم میں تنہا رہتا ہے۔ اس کا اپنی

قوم میں رہنا اس کے واسطے بہتر و مناسب ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں اُن سے کیں اور پھر شیبہ سے کہا کہ تجھ کو میرے ساتھ چلنے میں کیا انکار ہے۔ شیبہ نے عرض کیا میں ہر طرح سے آپ کا مطیع و فرماں بردار ہوں۔ مگر والدہ صاحبہ کی اجازت بھی ہر امر میں مقدم سمجھتا ہوں۔

آخر ماں سلمٰے نے اپنے فرزند شیبہ کو مطلب (چچا) کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی اور مطلب اپنے ساتھ اونٹ پر شیبہ کو سوار کر کے مکہ کیطرف روانہ ہوئے جس وقت یہ مکہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے شیبہ کو اُن کی پشت پر سوار دیکھا تو کہنے لگے کہ مطلب نے غلام خریدا ہے اور اس کو اپنے ساتھ لائے ہیں۔ جب مطلب نے یہ گفتگو سُنی تو فرمایا تم کو خرابی ہو تم نے نہیں جانا کہ یہ میرا بھتیجا شیبہ ہے اس کو میں اس کی ماں کے پاس سے لایا ہوں۔ یہ میرا غلام نہیں، بھتیجا ہے۔ مگر اس روز سے عام طور پر شیبہ کا نام عبدالمطلب ہی مشہور ہو گیا۔

شَیْبَةُ الْحَمْد یا چودھویں کا چاند :

عَبْدُ الْمُطَّلِبِ مُجَابُ الدَّعْوَةِ مُحَرِّمُ الْخَمْرِ عَلٰى نَفْسِهٖ قَالَ ابْنُ الْاَثِيْرِ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ تَحَنَّثَ بِحِرَآءٍ كَانَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ صَعِدَهٗ وَاَطْعَمَ الْمَسَاكِيْنَ وَقَالَ ابْنُ قُتَيْبَةَ كَانَ يَرْفَعُ مِنْ مَّائِدَتِهٖ لِلطَّيْرِ وَالْوُحُوْشِ فِیْ رُؤُسِ الْجِبَالِ فَكَانَ يُقَالُ لَهُ الْفَيَّاضُ لِجُوْدِهٖ وَمُطْعِمُ طَيْرِ السَّمَاءِ لِاَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ مِنْ مَّائِدَتِهٖ لِلطَّيْرِ وَاسْمُهٗ شَيْبَةُ الْحَمْدِ مُرَكَّبٌ اِضَافِیٌّ

قَالَ عَلِیٌّ، شَيْبَةُ الْحَمْدِ الَّذِیْ كَانَ وَجْهُهٗ۔ يُضِیْءُ ظَلَامَ اللَّيْلِ كَالْقَمَرِ الْبَدْرِیِّ :

(شرح الزرقانی علی المواهب ص۱ج۱)

جناب عبد المطلب مستجاب الدعوات تھے اور انھوں نے شراب کو اپنے اوپر حرام قرار دے رکھا تھا۔ بقول ابن اثیر یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے غارِ حرا میں (اللہ کی عبادت کیلئے) خلوت نشینی کو اپنایا۔ جب رمضان کا مہینہ آتا تو وہ غارِ حرا میں چلے جاتے تھے۔ آپ مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ پرندوں اور وحشی جانوروں کیلئے بھی ان کا دسترخوان بچھا رہتا تھا، اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ان کے کھانے کا سامان رکھا کرتے تھے۔ آپ کی کثرت سخاوت کی وجہ سے آپ "فیاض" اور پرندوں کو کھانا دینے والے کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کا نام شیبۃ الحمد تھا۔ جو علم نحو کے اعتبار سے مرکب اضافی ہے۔

علی کہتے ہیں کہ شیبۃ الحمد نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ نام اس شخص کا اس زمانے میں رکھا جاتا تھا جس کے چہرے کی خوبصورتی چودہویں رات کے چاند کی طرح اندھیرے کو ختم کر دے اور روشنی پھیلا دے۔

جبینِ شیبہ میں نورِ نبی چمکا یوں!

وَلَمَّا قَدِمَ اَبْرَهَةُ مَلِكُ الْيَمَنِ لِهَدْمِ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَبَلَغَ ذَالِكَ قُرَيْشًا قَالَ لَهُمْ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ لَا يَصِلُ اِلٰى هٰذَا الْبَيْتِ لِاَنَّ لَهُ رَبًّا يَحْمِيْهِ ثُمَّ اسْتَاقَ اَبْرَهَةُ اِبِلَ قُرَيْشٍ وَغَنَمَهَا وَكَانَ لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ فِيْهَا اَرْبَعِمِائَةُ نَاقَةٍ فَرَكِبَ فِيْ قُرَيْشٍ حَتّٰى طَلَعَ جَبَلَ ثُبَيْرٍ فَاسْتَدَارَ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَبِيْنِهٖ كَالْهِلَالِ وَانْعَكَسَ شُعَاعُهُ عَلَى الْبَيْتِ الْحَرَامِ فَلَمَّا نَظَرَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ اِلٰى ذَالِكَ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِرْجِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ هٰذَا الْاَمْرُ فَوَاللّٰهِ مَا اسْتَدَارَ هٰذَا النُّوْرُ مِنِّيْ اِلَّا

اَنْ يَّكُوْنَ الظَّفْرُلَنَا فَرَجَعُوْا مُتَفَرِّقِيْنَ ثُمَّ اِنَّ اَبْرَهَةَ اَرْسَلَ رَجُلاً مِنْ قَوْمِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ وَنَظَرَ اِلٰى وَجْهِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَضَعَ وَتَلَجْلَجَ لِسَانُهٗ وَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَكَانَ يَخُوْرُ كَمَا يَخُوْرُ الثَّوْرُ عِنْدَ ذِبْحِهٖ فَلَمَّا اَفَاقَ خَرَّ سَاجِدًا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَمَّا حَضَرَ عِنْدَ الْاَبْرَهَةِ نَظَرَ الْفِيْلُ الْاَبْيَضُ الْعَظِيْمُ اِلٰى وَجْهِهٖ فَبَرَكَ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ وَخَرَّ سَاجِدًا وَاَنْطَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْفِيْلَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَى النُّوْرِ الَّذِيْ فِيْ ظَهْرِكَ :

انوارِ محمدیہ صفحہ ۱۸-۱۹ ، زرقانی صفحہ ۸۴-۸۵-۸۶ جلد ۱

(واللفظ لانوار المحمدیہ)

جب یمن کا بادشاہ ابرہہ (العیاذ باللہ) بیت اللہ شریف کو گرانے کے لیے آیا اور قریش کو اس کی خبر ملی، تو جناب عبدالمطلب نے انہیں کہا ابرہہ اس گھر تک نہیں پہنچ سکے گا (زرقانی کے الفاظ ہیں لَا تَخْرَعُوْا ، کہ غم نہ کرو) اس گھر کا مالک اس کی حفاظت کرے گا۔ پھر ابرہہ قریش کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں ہانک کر لے گیا اُن میں جناب عبدالمطلب کے چار سو اونٹ تھے۔ پھر جناب عبدالمطلب قریش کے ساتھ ثبیر پہاڑ پر چڑھے تو اُن کی پیشانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور چاند کی طرح پھرا اور اس کی شعاعیں بیت الحرام پر پڑیں، جب جناب عبدالمطلب نے یہ ماجرا دیکھا تو کہا اے جماعت قریش (بے فکر ہو کر گھروں کو) پلٹو، تمہارے لیے یہ واقعہ کفایت کرے گا۔ خدا کی قسم اس نور کا مجھ سے نکل کر گھومنا اس بات کی دلیل ہے کہ کامیابی و فتح ہماری ہی ہے۔ قریش گروہ در گروہ واپس آئے۔ پھر ابرہہ نے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا۔ وہ آدمی جب مکہ میں داخل ہوا اور جناب عبدالمطلب کے چہرہ پر نظر پڑی تو کانپ اٹھا

اور اس کی زبان تھتھلا گئی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اس سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسی بیل کی ذبح کے وقت آواز نکلتی ہے پھر جب اسے افاقہ ہوا تو جناب عبدالمطلب کے سامنے سجدہ میں گر گیا اور کہنے لگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم قریش کے سچّے سردار ہو۔

روایت کی گئی ہے کہ جب جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے تو ابرہہ کے سفید بہت بڑے ہاتھی نے چہرہ عبدالمطلب کو دیکھا تو اونٹ کی طرح بیٹھ گیا اور جناب عبدالمطلب کے سامنے سجدہ ریز ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اس ہاتھی کو گویائی عطا کی تو اس نے بول کر کہا: سلام ہو اے عبدالمطلب اس نور پر جو تمہاری پشت میں جلوہ فرما ہے۔

جناب عبدالمطلب کے ایمان افروز اشعار

وَقَالَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ يَرْتَجِزُ وَيَدْعُوْ عَلَى الْحَبَشَةِ وَيَقُوْلُ:

يَا رَبِّ لَا اَرْجُوْلَهُمْ سِوَاكَا ○ يَارَبِّ فَامْنَعْ حِمَاكَا
اِنَّ عَدُوَّ الْبَيْتِ مَنْ عَادَاكَا ○ اِنَّهُمْ لَنْ يَقْهَرُوْا قُوَاكَا

(دلائل النبوّۃ للبیہقی ص ۱۲۱/۱)

جناب عبدالمطلب نے رجزیہ کلام پڑھتے ہوئے اور اہلِ حبشہ کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے یوں کہا:

اے میرے رب میں تیرے سوا ان کے خلاف کوئی امید نہیں رکھتا۔

اے میرے رب انہیں اپنے گھر کی بربادی سے روک لے۔ بے شک تیرے گھر کے دشمن وہ ہیں جو تیرے دشمن ہیں بے شک یہ تیری قدرت پر غالب نہیں آسکتے۔

جناب عبدالمطلب کے یہ اشعار بھی منقول ہیں۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْعَبْدَ يَمْنَعُ رِحْلَهٗ فَامْنَعْ حَلَالَكَ

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَ مِحَالُهُمْ غَدْوًا مِحَالَكَ

اِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَ قِبْلَتَنَا فَاَمْرٌ مَا بَدَا لَكَ

اے اللہ بندہ بھی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما ایسا نہ ہو کہ اُن کی صلیب تیرے گھر پر غالب آجائے اور نصب کر دی جائے۔ اور اگر تو اُن کو اور ہمارے قبلہ کو آزاد چھوڑنے والا ہے تو جس طرح تیری مرضی تو اس طرح کر۔ اس دعا کے بعد عبدالمطلب بھی ایک پہاڑ کی غار میں چلے گئے۔

علامہ مُلا علی قاری، حضرت عبدالمطلب کے فضائل میں لکھتے ہیں۔

مِنْ فَضَائِلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ قُرَيْشًا خَرَجَتْ مِنَ الْحَرَمِ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِمْ اَصْحٰبُ الْفِيْلِ وَ قَالَ هُوَ (عَبْدُ الْمُطَّلِبِ) وَاللّٰهِ لَا اَخْرُجُ مِنْ حَرَمِ اللّٰهِ اَبْغِي الْعِزَّةَ فِي غَيْرِهٖ وَلَا اَبْغِي سَوَاءً عَنْهُ اللّٰهُ

جب قریش حرم سے نکل گئے اور اصحاب فیل نے حملہ کیا تو حضرت عبدالمطلب نے کہا بخدا اللہ کے حرم سے ہرگز نہ نکلوں گا تاکہ اس کے علاوہ کسی اور کے پاس عزت تلاش کروں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کے بدلے میں اور کسی چیز کا متمنی نہیں ہوں۔

دوسرے دن صبح ابرہہ نے مکہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اپنے ہاتھی جس کا نام محمود تھا اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ ابرہہ نے کعبہ کو منہدم کرنے کا پختہ عزم کر لیا تھا اور اس کے بعد وہ یمن واپس جانا چاہتا تھا۔ جب انہوں نے ہاتھی کو مکہ کی طرف متوجہ کیا تو نفیل بن حبیب آیا اور ہاتھی کے پہلو کے ساتھ کھڑا ہو گیا اس کا کان پکڑ لیا پھر اسے کہا اُبْرُكْ مَحْمُوْدُ اَوِ ارْجِعْ رَاشِدًا مِنْ حَيْثُ جِئْتَ فَاِنَّكَ فِي بَلَدِ اللّٰهِ الْحَرَامِ۔ اے محمود (ہاتھی کا نام) بیٹھ جاؤ یا جدھر

سے آئے ہو ادھر لوٹ جاؤ کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کے مقدس شہر میں ہے۔

یہ سنتے ہی ہاتھی بیٹھ گیا۔ نفیل بن حبیب وہاں سے نکلا اور دوڑتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ انہوں نے ہاتھی کو مارا تاکہ وہ کھڑا ہو لیکن اس نے کھڑا ہونے سے گویا انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے اس کے سر میں تبر زین سے چوٹیں لگائیں لیکن پھر بھی وہ نہ اٹھا پھر انہوں نے اس کے پیٹ کے نیچے ایسے عصا سے چرکے لگائے جس کا سنان ٹیڑھا کیا ہوا تھا۔ وہ لہولہان ہو گیا لیکن پھر بھی اٹھنے کا نام نہ لیا۔ پھر انہوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کیا تو وہ بھاگنے لگا۔ پھر شام کی طرف موڑا، پھر بھی بھاگنے لگا۔ پھر مشرق کی طرف رخ کیا پھر بھی بھاگنے لگا۔ جب پھر مکہ کیطرف انہوں نے اس کا منہ کیا تو پھر بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں ابابیل کی ایک ٹکڑی سمندر کی طرف سے اڑتی ہوئی آئی۔ ہر پرندے کی چونچ اور دونوں پنجوں میں ایک ایک کنکری تھی جس کی مقدار چنے اور مسور کے دانوں کے برابر تھی۔ جس کے سر پہ وہ گرتی اس کے فولادی خود کو چیرتی ہوئی اس کے جسم سے پار ہو جاتی۔ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی وہ راستہ ڈھونڈنا چاہتے تھے جس پہ چل کر وہ آئے تھے لیکن وہ انہیں نہیں مل رہا تھا۔ انہوں نے نفیل بن حبیب جو ان کا رہنما بن کر ان کے ساتھ آیا تھا اس کو تلاش کیا تاکہ وہ انہیں یمن کا راستہ بتائے تو اس کا وہاں نام و نشان نہ تھا۔ وہ تو بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پہ چلا گیا تھا اور ان پر خدا کے عذاب کا ہولناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ ضیاء النبی جلد ۱ صفحہ ۲۵۴-۲۵۳

قارئین محترم! آپ نے پڑھا کہ اللہ قدوس نے کس شان سے اپنے عبد صالح جناب عبدالمطلب کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ کہ کعبۃ اللہ کو مٹانے کا ارادہ رکھنے والوں کا نام و نشان مٹا دیا۔

جناب عبدالمطلب سجدۂ شکر میں گر گئے

دلائل النبوۃ لابی نعیم میں ہے:

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سیف بن یزن کا یمن پر قبضہ ہوا اور اس نے وہاں سے اہل حبشہ کو مار بھگایا۔ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے دو سال بعد کا ہے تو عرب کے سرداران وشعراء وفد در وفد اسے مبارک باد دینے پہنچے۔ قریش کا وفد بھی گیا جن میں عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، امیہ بن عبد شمس، عبداللہ بن جدعان، خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ، وہیب بن عبد مناف بن زہرہ اور دیگر سرداران قریش بھی تھے۔

یہ لوگ (یمن کے پایۂ تخت) صنعاء تک پہنچے، سلطان اس وقت اپنے محل کی چھت پر تھا جسے غمدان کہتے تھے۔ وفد نے اذن دخول مانگا اور سلطان کے پیش ہوگئے اس وقت اس نے بدن پر عبیر (ایک خوشبو) لگا رکھی تھی اور سر سے خوشبو کی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ دائیں بائیں کئی سلاطین وقت شہزادے اور امراء بیٹھے تھے۔ عبدالمطلب نے اذنِ کلام چاہا۔

سلطان سیف نے کہا اگر تم شہنشاہوں کے درباروں میں بات کرنے کا سلیقہ رکھتے ہو تو تمہیں اجازت دی جاتی ہے عبدالمطلب گویا ہوئے "اے شاہ! اللہ نے آپ کو نہایت بلند و بالا مقام عطا کیا ہے اور آپ کا نسب سب سے بہتر بنایا ہے۔ جس کا اصل مضبوط ہے اور شاخ نہایت بلند، آپ کی کبھی برائی نہ ہو۔ آپ عرب کا افتخار اور اس کی بہار ہیں جو ہر طرف سے خیر لاتی ہے۔ آپ عرب کا سر ہیں جو جھکنے سے ناآشنا ہے۔ عرب کا ستون ہیں جس پر عرب کا مدار ہے۔ آپ وہ پناہ گاہ ہیں جہاں لوگ اطمینان پاتے ہیں۔ آپ کے آباء ہمارے لئے بہترین سلف

(گزشتہ لوگ) تھے اور آپ ہمارے لیے اُن کے بہترین خلف (پچھلے لوگ) ہیں۔ وہ خاندان مٹ نہیں سکتا جس کیلئے آپ جیسے خلف (پچھلے لوگ) ہوں اور اس خاندان کا ذکر کبھی پارینہ نہیں ہوسکتا جس کے آپ جیسے سلف ہوں۔

اے شاہِ یمن! ہم اہلِ حرم الٰہی ہیں، خدام حرم ہیں۔ ہمیں ایک مسرت یہاں لے آئی ہے کیونکہ آپ نے ہماری ایک مستقل پریشانی ختم کردی ہے (حبشی اقتدار کا خاتمہ کر دیا ہے) ہم آپ کو مبارک بادی دینے والا وفد ہیں۔ کچھ مانگنے والا نہیں۔

سیف نے کہا: اے متکلم اہلِ حرم سے، تم کون ہو؟ آپ نے کہا میں عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہوں۔ وہ کہنے لگا ہماری بہن کا بیٹا؟ (کیونکہ شاہ یمن کی ماں بنو نجار کے شرفا میں سے تھی) کہا ہاں چنانچہ شاہ نے آپ کو قریب کر لیا اور وفد کی طرف متوجہ ہو کر بولا بہت بہت خوش آمدید!

ہم آپ لوگوں کی بہتر سے بہتر میزبانی کریں گے اور اچھا نوازیں گے۔

شاہِ یمن نے تمہاری گفتگو سن لی ہے تم سے رشتہ داری جان لی ہے۔ تمہارا آنا پسند کیا ہے آپ ہمارے دن رات کے مالک ہیں، جب تک آپ ٹھہریں گے عزت افزائی ہوگی۔ اور واپسی پر ہماری نیک تمنائیں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں گی۔ اب آپ لوگ دار الضیافت (مہمان خانے) میں تشریف لے جائیں ساتھ ہی اس نے مہمان کے لیے ضروری امر کر دیا۔ یہ لوگ وہاں ایک مہینہ ٹھہرے، شاہ نے انہیں اپنے پاس بلایا نہ واپس جانے کی اجازت دی، ایک مہینہ بعد اُسے مہمانوں کا فکر لاحق ہوا تو اس نے انہیں بلایا اور عبدالمطلب کو اپنے قریب کر لیا اور خوش آمدید کہا۔ پھر وہ گویا ہوا کہ اے عبدالمطلب میں تمہیں ایک راز منتقل کرنے لگا ہوں کوئی اور ہوتا تو اسے یہ نہ بتاتا مگر میں نے تمہیں اس کا امین پایا ہے۔

تو یہ راز تمہارے پاس محفوظ رہنا چاہیئے تا آنکہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ ظاہر کردے کیونکہ وہ اپنے امر پر غالب ہے۔ میں نے خفیہ کتاب اور مخزون علم میں پڑھا ہے جو صرف ہمارے خاندان کے لیے ہے کوئی اور اسے نہیں پا سکتا کہ ایک عظیم بھلائی ظاہر ہونے والی ہے جو بعض لوگوں کیلئے بڑا خطرہ بھی ہوگی اس میں حیات انسانی کے لیے شرافت و فضیلت کا خزانہ ہوگا۔ تمہارے وفد کیلئے عموماً اور تمہارے لئے خصوصاً۔
عبدالمطلب کہنے لگے آپ جیسا بادشاہ ہمیشہ صاحب مسرت و خیر رہے۔ وہ بھلائی کیا ہے؟ آپ پہ ہم جیسے بادیہ نشیں گروہ در گروہ قربان ہوں۔

قَالَ اِذَا وُلِدَ بِتِہَامَۃَ غُلَامٌ بِہٖ عَلَامَۃٌ بَیْنَ کَتِفَیْہِ شَامَۃٌ کَانَتْ لَہُ الْاِمَامَۃُ وَلَکُمْ بِہِ الزَّعَامَۃُ:

شاہ نے کہا مکہ میں جب وہ بچہ پیدا ہوگا جس کے دونوں کندھوں کے درمیان علامت (مہر نبوت) ہوگی اس کے لئے امامت ہوگی اور اس کی برکت سے تمہاری کرامت تاقیامت ہوگی۔

عبدالمطلب کہنے لگے آپ برائی سے دور رہیں، میں سمجھ رہا ہوں کہ ہمارا وفد نہایت خوش بخت ہے اور ہر وہ کچھ لے کر لوٹیں گے جو ایک کامیاب وفد کا حصہ ہوتا ہے اگر جلالت سلطان مانع نہ ہو تو میں اس کی کچھ وضاحت چاہوں گا تاکہ میری مسرت میں مزید اضافہ ہو۔ شاہ نے کہا وہ بچہ پیدا ہونے والا ہے یا ہو چکا ہے۔ "اِسْمُہٗ مُحَمَّدٌ" اس کا نام "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم بَیْنَ کَتِفَیْہِ شَامَۃٌ اس کے کندھوں کے درمیان ایک علامت ہے۔ اس کے والدین فوت ہو جائیں گے، دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ ہم نے یہ پیش گوئی بار بار پڑھی ہے۔
اللہ اسے روز روشن کی طرح ظاہر کرے۔ اور ہمیں اس کا خادم و ناصر

کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے اولیاء کو معزز اور دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ دشمن اپنی عزت کھو بیٹھیں گے اور ان کی عالی نسب عورتیں مباح کر لی جائیں گی۔ رحمٰن کی عبادت ہو گی۔ شیطان ذلیل ہو گا، آگ بجھ جائے گی۔ بت ٹوٹ جائیں گے۔ اس کا فیصلہ تقدیر الٰہی اور اس کا حکم سراپا عدل ہو گا۔ نیکی کا حکم دے گا اور اسے خود کرے گا۔ برائی سے روکے گا اور اس سے خود باز رہے گا۔

عبدالمطلب کہنے لگے: "اے شاہ یمن! آپ کے بڑی معزز ہیں۔ آپ کی ہر کوشش کامیاب اور شان بلند رہے، عمر لمبی ہو اور ملک ہمیشہ قائم رہے۔ کیا بادشاہ مزید وضاحت کر سکتا ہے۔ سیف نے کہا غلاف والے کعبہ کی قسم جس کی شہرت دور دور تک ہے۔ اے عبدالمطلب اس بچے کے دادا تو تم ہو۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ عبدالمطلب یہ سن کر سجدے میں گر گئے۔ شاہ نے کہا سر اٹھائیں تمہارا سینہ ٹھنڈا رہے۔ کیا میری ذکر کردہ علامات تم میں موجود ہیں؟

عبدالمطلب کہنے لگے ہاں اے بادشاہ! میرا ایک بیٹا تھا جس کے ساتھ مجھے بے حد پیار تھا میں نے اسے اپنی قوم کی ایک عالی نسب عورت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ سے بیاہ دیا۔ اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ اس کے ماں باپ فوت ہو گئے۔ میں نے اور اس کے چچا نے اس کی پرورش کی اس کے کندھوں کے درمیان ایک نشانی ہے اور وہ آپ کی ذکر کردہ جملہ علامات کا حامل ہے۔ سیف نے کہا۔ اپنے بیٹے کی حفاظت کرو اور اسے یہود سے بچاؤ۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ یہود کو اس تک پہنچنے نہیں دے گا۔ میرا یہ راز اپنے

ساتھی سمیت کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ ممکن ہے ان کے دلوں میں حسد آجائے کہ ریاست تمہیں حاصل ہونے والی ہے پھر یہ لوگ اس کے لیے مصائب کھڑے کریں گے۔ اس کے خلاف کوئی سازش کریں گے اگر موت مجھے ہلاک کرنے والی نہ ہوتی تو میں اپنے پیادے اور سوار لے کر چلتا اور یثرب کو پایہ تخت بنا لیتا کیونکہ میں نے اس بولتی کتاب میں پڑھا ہے کہ اس نبی کا قرار بھی یثرب میں ہوگا۔ اور مزار بھی یثرب میں، اگر میرا مقصد یہ نہ ہوتا کہ اسے آفات زمانہ سے محفوظ رکھا جائے تو میں عرب کے چپے چپے پر اس کا چرچا کر دیتا اور نو عمری میں ہی اسکا ذکر بلند ہو جاتا۔ مگر میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

بعد ازاں شاہِ یمن نے وفد کے ہر فرد کو سو اونٹ دس غلام، دس لونڈیاں دس رطل چاندی، پانچ رطل سونا اور عنبر سے بھرا ہوا ایک ایک برتن دیا جبکہ عبدالمطلب کیلئے اس سے دس گنا زیادہ ہدیہ جاری کیا۔ اور وہ چلتے ہوئے عبدالمطلب سے کہنے لگا۔ یہ سال ختم ہونے پر مجھے اس بچہ کی خبر لا دینا مگر سال ختم ہونے سے قبل ہی سیف داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ عبدالمطلب اپنی قوم قریش سے کہا کرتے تھے۔ اے قریش: تم میں سے کوئی شخص مجھ پر اس لیے نہ رشک کرے کہ شاہِ یمن نے مجھے بہت نوازا ہے۔ یہ مال تو ختم ہونے والی چیز ہے بلکہ مجھ اس شرافت کی مبارک باد دو جو ہمیشہ باقی رہے گی۔ اور جب پوچھا جاتا کہ وہ شرافت کیا ہے؟ تو آپ جواب دیتے کہ وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ خواہ اسے کچھ وقت لگے۔

۱۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم (مترجم) صہ ۹۵ تا ۹۸
ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
۲۔ الخصائص الکبریٰ صہ ۱۲۹

قارئین کرام!

یہ ہیں ہمارے نبی محترم، شفیع معظم، نورِ مجسم اور حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان جو اس شرف و نسبت کو مبارکبادی کے قابل سمجھ رہے ہیں اور اس عظیم سعادت کے حصول پر سجدۂ شکر ادا کر رہے ہیں جس سے اُن کا ایمان و عرفان مہرِ نیم روز کی طرح جگمگا رہا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

ربِّ اکبر کا محبوب میرا نبی خاتم الانبیاء شہ لولاک ہے
ازل سے مشیّت ربِّ جہاں میرے آقا کا نام و نسب پاک ہے
شیبۃ الحمد جدِّ نبیٔ محترم رہبرِ جن کے شاہانِ دنیا ہیں خم
سیفِ شاہِ مبیں جن کا ہے معترف رعب سے جن کے ابرہہ حسرت ناک ہے

(فقیر عثمانی)

ظہورِ زمزم بدستِ عبدالمطّلب

اَخْرَجَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَالْبَیْہَقِیُّ . عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَیْنَا عَبْدُالْمُطَّلِبِ نَائِمٌ فِی الْحَجَرِ اُتِیَ فَقِیْلَ لَہٗ : اِحْفِرْ بَرَّۃَ قَالَ وَمَا بَرَّۃُ فَذَھَبَ عَنْہُ حَتّٰی اِذَا کَانَ الْغَدُ نَامَ فِیْ مَضْجَعِہٖ ذَالِکَ فَاُتِیَ فَقِیْلَ لَہٗ : اِحْفِرِ الْمَضْنُوْنَۃَ قَالَ وَمَا الْمَضْنُوْنَۃُ ؟

فَذَھَبَ عَنْہُ حَتّٰی اِذَا کَانَ الْغَدُ عَادَ فَنَامَ فِیْ مَضْجَعِہٖ ذَالِکَ فَاُتِیَ فَقِیْلَ لَہٗ : اِحْفِرْ طَیْبَۃَ ، قَالَ وَمَا طَیْبَۃُ ؟ فَذَھَبَ عَنْہُ فَلَمَّا کَانَ الْغَدُ عَادَ لِمَضْجَعِہٖ فَنَامَ فِیْہِ فَاُتِیَ فَقِیْلَ لَہٗ اِحْفِرْ زَمْزَمَ قَالَ وَمَا زَمْزَمُ ؟ قَالَ لَا تَنْزِفُ وَلَا تُذَمُّ ثُمَّ نَعَتَ لَہٗ مَوْضِعَھَا فَقَامَ یَحْفِرُ حَیْثُ نُعِتَ لَہٗ ، فَقَالَتْ لَہٗ قُرَیْشٌ مَا ھٰذَا یَا عَبْدَالْمُطَّلِبِ؟ قَالَ اُمِرْتُ بِحَفْرِ زَمْزَمَ فَلَمَّا کُشِفَ لَہٗ وَبَصُرُوْا بِالطَّیِّ قَالُوْا یَا عَبْدَالْمُطَّلِبِ اِنَّ لَنَا فِیْھَا حَقًّا مَعَکَ اِنَّھَا لَبِئْرُ اَبِیْنَا اِسْمَاعِیْلَ قَالَ مَا ھِیَ لَکُمْ لَقَدْ خُصِصْتُ بِھَا دُوْنَکُمْ قَالُوْا نُحَاکِمُنَا ؟ قَالَ نَعَمْ ، قَالُوْا بَیْنَنَا وَبَیْنَکَ کَاھِنَۃُ بَنِیْ سَعْدِ بْنِ ھُذَیْمٍ وَکَانَتْ بِاَشْرَافِ شَامٍ ، فَرَکِبَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ فِیْ نَفَرٍ مِنْ بَنِیْ اَبِیْہِ وَرَکِبَ مَعَہٗ مِنْ کُلِّ بَطْنٍ مِنْ اَفْنَاءِ قُرَیْشٍ نَفَرٌ وَکَانَتِ الْاَرْضُ مَفَاوِزَ فِیْمَا بَیْنَ الشَّامِ وَالْحِجَازِ حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِمَفَازَۃٍ مِنْ تِلْکَ الْبِلَادِ فَنِیَ مَاءُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَاَصْحَابِہٖ حَتّٰی اَیْقَنُوْا بِالْھَلَکَۃِ ثُمَّ اسْتَسْقَوُا الْقَوْمَ قَالُوْا مَا نَسْتَطِیْعُ اَنْ نَسْقِیَکُمْ وَاِنَّا نَخَافُ مِثْلَ الَّذِیْ اَصَابَکُمْ ، فَقَالَ عَبْدُالْمُطَّلِبِ لِاَصْحَابِہٖ

مَاذَا تَرَوْنَ ؟ قَالُوا مَا رَأْيُنَا إِلَّا تَبَعٌ لِرَأْيِكَ قَالَ فَإِنِّي أَرَى
أَنْ يَحْفِرَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ حُفْرَتَهُ ، فَكُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ مِنْكُمْ
دَفَعَهُ أَصْحَابُهُ فِي حُفْرَتِهِ حَتَّى يَكُونَ آخِرُكُمْ يَدْفَعُهُ صَاحِبُهُ
فَضَيْعَةُ رَجُلٍ أَهْوَنُ ضَيْعَةِ جَمِيعِكُمْ فَفَعَلُوا ثُمَّ قَالُوا : وَاللّٰهِ
إِنَّ إِلْقَاءَنَا بِأَيْدِينَا لِلْمَوْتِ لَا نَضْرِبُ فِي الْأَرْضِ وَنَسْتَسْقِي لَعَلَّ
اللّٰهَ يَسْقِيْنَا لَعَجْزٌ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ ارْتَحِلُوا ، فَارْتَحَلُوا وَارْتَحَلَ
فَلَمَّا جَلَسَ عَلَى نَاقَتِهِ فَانْبَعَثَتْ بِهِ انْفَجَرَتْ عُيُونٌ تَحْتَ خُفِّهَا
بِمَاءٍ عَذْبٍ فَأَنَاخَ وَأَنَاخَ أَصْحَابُهُ فَشَرِبُوا وَاسْتَقَوْا وَسَقَوْا
ثُمَّ دَعَوْا أَصْحَابَهُمْ هَلُمُّوا إِلَى الْمَاءِ فَقَدْ سَقَانَا اللّٰهُ فَجَاءُوا
وَاسْتَسْقَوْا وَسَقَوْا ثُمَّ قَالُوا يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ قَدْ وَاللّٰهِ قَضَى
لَكَ أَنَّ الَّذِي سَقَاكَ الْمَاءَ بِهٰذِهِ الْفَلَاةِ لَهُوَ الَّذِي سَقَاكَ
زَمْزَمَ انْطَلِقْ فَهِيَ لَكَ فَمَا نَحْنُ بِمُخَاصِمِيكَ :

(الخصائص الکبریٰ صفحہ ۲۵-۲۶ جلد اول)

ابن اسحاق اور بیہقی حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالمطلب بیت اللہ میں سو رہے تھے کہ کوئی آنے والا آیا اور کہا "برّہ" کھودو
عبدالمطلب نے کہا برّہ کیا ہے؟

یہ سن کر وہ چلا گیا۔ اگلے روز جب آپ بستر پر لیٹے تو پھر آیا اور کہا "مضنونہ" کھودو، عبدالمطلب نے کہا مضنونہ کیا ہے؟ وہ چلا گیا۔ اگلے روز جب آپ اپنے بستر پر لیٹے تو وہ پھر آیا اور کہا "طیبہ" کھودو۔
عبدالمطلب نے کہا طیبہ کیا ہے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا۔

اگلے دن جبکہ آپ اپنے بستر پر لیٹے وہ پھر آیا اور کہنے لگا۔ زمزم

کھودو ۔ عبدالمطلب بولے زمزم کیا ہے ؟ (اس نے بتایا) یہ ایسا پانی ہے جو نہ خشک ہوگا نہ کم ہوگا۔ پھر اس نے زمزم کی جگہ اور مقام بتایا۔ چنانچہ آپ نے اس جگہ کو کھودنا شروع کیا۔ قریش کے لوگ بولے اے عبدالمطلب یہ کیا ہورہا ہے ؟ آپ نے کہا مجھے زمزم کے کھودنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ جب پانی نکل آیا تو قریش بولے ہمارے باپ اسمٰعیل کے پانی میں ہمارا بھی حصّہ ہے۔

عبدالمطلب نے کہا اس میں تمہارا کوئی حصّہ نہیں ہے یہ صرف میرے لیے خاص ہے۔ قریش بولے کسی سے فیصلہ کرانے پر اتفاق کرتے ہو ؟ عبدالمطلب نے کہا ٹھیک ہے۔ قریش بولے اچھا اپنے اور تمہارے درمیاں بنی سعد بن هذیم کی کاہنہ ثالث تجویز کرتے ہیں وہ جو بھی فیصلہ کرے ہم دونوں کو منظور ہوگا۔

چنانچہ عبدالمطلب اپنے چند بیٹوں کے ساتھ اور قریش کے ہر خاندان میں سے چند افراد شام کی جانب روانہ ہوئے۔ شام کے راستے میں بڑے بڑے چٹیل میدان تھے۔ جب ایک میدان میں پہنچے تو عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کا پانی ختم ہوگیا۔ اور انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا۔ تو انہوں نے قریش سے پانی مانگا۔ قریش بولے ہم تمہیں پانی نہیں دے سکتے کیونکہ یہی صورتِ حال ہمیں بھی پیش آسکتی ہے تو عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا اب تمہاری کیا رائے ہے ؟ انہوں نے کہا ہم آپ کی رائے کے تابع ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا ہر شخص اپنی قبر کھودے جب کوئی مرجائے تو اس کے ساتھی اسے دفن کردیں یہاں تک کہ آخری آدمی اپنے ساتھی کو دفن کردے۔ (اسطرح) ایک آدمی کا بے لحد مرنا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ سب لوگ

بے لحد مر جائیں۔ چنانچہ سب نے قبریں کھود لیں۔ پھر بولے قسم بخدا ہم تو اپنے آپ کو خود ہی موت کے سپرد کر رہے ہیں کیوں نہ ہم پانی کی تلاش میں نکلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہماری عاجزی دیکھ کر پانی پیدا فرما دے۔

یہ سُن کر عبدالمطلب نے ساتھیوں سے کہا کوچ کرو۔ چنانچہ وہ سب روانہ ہو گئے۔ مگر جب عبدالمطلب اپنی اونٹنی پر بیٹھے تو اُن کی اونٹنی کو ٹھوکر لگی اور اس کے پیروں کے نیچے سے میٹھے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔

سب نے اپنی اونٹنیاں بٹھا دیں خود بھی پانی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔ پھر قریش نے دُوں کو بلایا کہ اس پانی کی طرف آجاؤ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پلایا ہے۔

اہل قریش آئے خود بھی پانی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔ پھر کہنے لگے اے عبدالمطلب اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے۔

جس ذات نے تمہیں اس چٹیل میدان میں پانی پلایا ہے اس نے تمہیں زمزم بھی عطا کیا ہے۔ واپس چلو! زمزم خالص تمہارے لیے ہے۔ ہم اس کے متعلق اب جھگڑا نہیں کریں گے۔

کیا تم اس کے چرچے سنتے نہیں؟

وَاَخْرَجَ اَبُوْنُعَیْمٍ مِنْ طَرِیْقِ الْوَاقِدِی عَنْ شُیُوْخِہٖ قَالُوْا: بَیْنَا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ یَوْمًا فِی الْحِجْرِ وَعِنْدَہٗ اُسْقُفُ نَجْرَانَ وَکَانَ صَدِیْقًا لَہٗ وَھُوَ یُحَادِثُہٗ وَیَقُوْلُ اِنَّا نَجِدُ صِفَۃَ نَبِیٍّ بَقِیَ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ۔ ھٰذَا الْبَلَدُ مَوْلِدُہٗ مِنْ صِفَتِہٖ کَذَا وَکَذَا وَاَتٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَیْہِ الْاُسْقُفُ وَاِلٰی عَیْنَیْہِ وَاِلٰی ظَھْرِہٖ وَاِلٰی قَدَمَیْہِ فَقَالَ ھُوَ ھٰذَا مَا ھٰذَا مِنْکَ؟ قَالَ اِبْنِیْ، قَالَ الْاُسْقُفُ لَا مَا نَجِدُ اَبَاہُ حَیًّا، قَالَ ھُوَ ابْنُ ابْنِیْ وَقَدْ مَاتَ اَبُوْہُ وَاُمُّہٗ حُبْلٰی بِہٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ لِبَنِیْہِ تَحَفَّظُوْا بِابْنِ اَخِیْکُمْ۔ اَلَا تَسْمَعُوْنَ مَا یُقَالُ فِیْہِ:

(الخصائص الکبریٰ ص ۱۳۸، ۱۳۹ ج ۱ مطبوعہ بیروت)

ابونعیم واقدی سے اور وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبدالمطّلب حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک نجران کا پادری جو اُن کا دوست تھا وہ بھی پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور اُن سے باتیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اولادِ اسماعیل میں جو نبی باقی ہے ہم اس کے اوصاف سے واقف ہیں۔ یہ شہر (مکہ) اُن کی جائے پیدائش ہے۔ اور اُن کی یہ اور یہ صفات ہیں (اس گفتگو کے دوران ہی اچانک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو پادری نے آپ کو دیکھا اور آپ کی آنکھوں، پشت اور قدم مبارک دیکھے اور کہنے لگا۔ یہی ہے وہ:

اس سے تمہارا رشتہ کیا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا میرا بیٹا ہے۔

بولا ہنہیں ہم (اخبارِ صادقہ از صحائف متعلقہ بنبی آخر الزماں میں) اس کے باپ کو زندہ نہیں پاتے۔ عبد المطلب نے کہا یہ میرا پوتا ہے، اس کے والد کا اس وقت انتقال ہو گیا تھا جب یہ شکمِ پاک مادر میں تھے۔ پادری نے کہا تو نے سچ کہا ہے۔ اس پر عبد المطلب نے اپنے بیٹوں سے کہا، اپنے بھتیجے کی حفاظت کیا کرو کیا تم سنتے نہیں ہو جو اس کے چرچے ہو رہے ہیں۔

مجھے اُمّید ہے یہ بے مثال شرف کو پہنچے گا

اَخْرَجَ ابْنُ اِسْحَاقَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاَبُوْنُعَيْمٍ مِنْ طَرِيْقِهٖ قَالَ: حَدَّثَنِيْ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَعْبَدٍ۔ عَنْ بَعْضِ اَهْلِهٖ قَالَ كَانَ يُوْضَعُ لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ فِرَاشٌ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَكَانَ لَا يَجْلِسُ عَلَيْهِ اَحَدٌ مِّنْ بَنِيْهِ اِجْلَالًا لَّهٗ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ حَتّٰى يَجْلِسَ عَلَيْهِ، فَيَذْهَبُ اَعْمَامُهٗ يُؤَخِّرُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ جَدُّهٗ: دَعُوْا اِبْنِيْ نَمْسَحُ عَلٰى ظَهْرِهٖ وَيَقُوْلُ اِنَّ لِاِبْنِيْ هٰذَا لَشَاْنًا وَاَخْرَجَ اَبُوْنُعَيْمٍ مِّنْ طَرِيْقِ عَطَاءٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِثْلَهٗ۔ وَزَادَ دَعُوْا اِبْنِيْ يَجْلِسُ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ يُحِسُّ مِنْ نَفْسِهٖ بِشَيْءٍ وَاَرْجُوْ اَنَّهٗ يَبْلُغُ مِنَ الشَّرَفِ مَا لَمْ يَبْلُغْهُ عَرَبِيٌّ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ۔

(الخصائص الکبریٰ صہ ۱۳۸/۱)

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم عباس بن عبد اللہ بن معبد سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے کسی اہلِ خاندان سے نقل کرتے ہیں کہ عبد المطلب کیلئے کعبۃ اللہ کے زیرِ سایہ فرش بچھایا جاتا تھا۔ جس پر وہ بیٹھا کرتے تھے اور اُن کے بیٹوں میں سے کوئی بیٹا ان کے احترام کی بنا پر ان کی نشست پر نہ بیٹھتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور دادا جان کی نشست پر بیٹھ جاتے تو آپ کے چچا آپ کو وہاں سے ہٹانا چاہتے تو آپ کے دادا کہتے، میرے بیٹے کو (بیٹھا) رہنے دو۔ پھر آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے اور کہتے میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی۔ الخ

ابو نعیم نے عطاء سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کی ہے۔ اور ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے میرے بیٹے کو اس مسند پر بیٹھنے دو انہیں اپنی اہمیت کا احساس ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ یہ ایسا شرف حاصل کریں گے جو شرف کسی عربی نے نہ آپ سے پہلے حاصل کیا ہوگا اور نہ کوئی آپ کے بعد اس شرف کو پہنچے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت پر اللہ کی تعریف

روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جناب عبد المطلب کی طرف مبارکباد کے لیے کسی کو بھیجا۔ جب کہ عبد المطلب اس وقت بیت اللہ کعبہ تھے۔ آپ کے اردگرد آپ کے بیٹے اور قوم کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آنے والے نے خوشخبری دی کہ آمنہ کے گھر ایک (عظیم) بچہ کی ولادت ہوئی ہے۔ یہ سن کر عبد المطلب بہت خوش ہوئے۔ اٹھے اور جو لوگ ان کے پاس حاضر تھے سبھی اٹھے اور سیدہ آمنہ کے گھر آئے۔ تو سیدہ آمنہ پاک نے جن کمالات و علامات کا مشاہدہ کیا تھا اور جو کچھ ان سے کہا گیا تھا وہ سب کچھ جناب عبد المطلب سے بیان کیا۔

جناب عبد المطلب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا اور کعبۃ اللہ میں

داخل ہوئے اور وہاں کھڑے ہو کر اللہ سے دُعا کی اور اسکی عطا پر شکر کا اظہار کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ
هٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْاَرْدَانِ
قَدْ سَادَ فِی الْمَهْدِ عَلَی الْغِلْمَانِ
اُعِیْذُهٗ بِاللّٰهِ ذِی الْاَرْكَانِ
حَتّٰی اَرَاهُ بَالِغَ الْبُنْیَانِ ○ اُعِیْذُهٗ مِنْ شَرِّ ذِیْ شَنَانِ
مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْجَنَانِ

۱۔ طبقات ابن سعد جلد اوّل
۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی صہ ۱۱۲/۱ مطبوعہ بیروت
۳۔ تاریخ الخمیس صہ ۲۰۴/۱ البدایہ والنہایہ صہ ۲۲۳/۱

تمام تعریفیں اس اللہ (معبودِ حقیقی) کی جس نے مجھے یہ خوشبوؤں والا، پاکیزہ اور سُرخروئی والا بچہ عطا فرمایا ہے۔

اس نے تو پنگھوڑے میں ہی تمام بچوں پر سرداری حاصل کر لی ہے۔ میں اس کو اللہ قدوس کی پناہ میں دیتا ہوں جو ارکان کا مالک ہے۔

یہاں تک کہ میں اس کو مضبوطی اور بلوغ تک پہنچنے والا دیکھوں۔ اس وقت تک ہر حاسد کے حسد سے میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

یہ نام اس لئے رکھا ہے!

حضرت عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد اپنے خاندان کی عورتوں کو فرمایا۔

اِحْفَظْنَهٗ فَاِنِّیْ اَرْجُوْ اَنْ یُّصِیْبَ خَیْرًا. فَلَمَّا كَانَ الْیَوْمُ السَّابِعُ

ذُبِحَ عَنْهُ وَدَعَا لَهُ قُرَيْشًا فَلَمَّا اَكَلُوْا قَالُوْا ، يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ اَرَأَيْتَ ابْنَكَ هٰذَا الَّذِيْ اَكْرَمْتَنَا عَلٰى وَجْهِهٖ مَا سَمَّيْتَهٗ ؟ قَالَ سَمَّيْتُهٗ مُحَمَّدًا ۔ قَالُوْا فَلِمَ رَغِبْتَ بِهٖ عَنْ اَسْمَاءِ اَهْلِ بَيْتِهٖ ؟ قَالَ اَرَدْتُّ اَنْ يَّحْمِدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي السَّمَاءِ وَخَلْقُهٗ فِي الْاَرْضِ ۔

دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۱۱۳ / ۱ مطبوعہ بیروت ، البدایہ والنہایہ ص ۲۱۵ / ۲
الخصائص الکبریٰ ص ۸۵ / ۱ مطبوعہ بیروت

اس نومولود کو حفاظت سے رکھو، کیونکہ میں امید کرتا ہوں کہ یہ (بہت بڑی) خیر کو پہنچے گا۔ پھر جب ساتواں دن ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور قریش کو کھانے کے لیے بلایا جب سب نے کھانا کھالیا تو پوچھا۔ اے عبدالمطلب یہ شہزادہ (نومولود) جس کے چہرے کی بدولت تو نے ہماری عزت و تکریم کی ہے اس کا آپ نے نام کیا رکھا ہے؟ کہا اس کا نام رکھا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ کہنے لگے خاندانی ناموں کو چھوڑ کر یہ نیا نام رکھنے کا کیا سبب و وجہ ہے؟

آپ نے کہا (یہ نام رکھ کر) میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اور اس کی مخلوق زمین پر اس کی تعریفیں کرے۔

قارئین کرام!

یہ ہیں میرے آقا و مولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب جن کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان و ایقان ان حوالوں سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے جو کبھی اللہ کریم کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کر رہے ہیں اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر خانہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کر رہے ہیں اور کبھی مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام نامی "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

عظمتوں کا اظہار و پرچار کر رہے ہیں۔ ؎

نام نبی میرے لب پہ جو آیا — تو رحمت نے بڑھ کر گلے سے لگایا
میں اس نام نامی پہ قربان جاؤں — اسی نام کے صدقے پایا جو پایا

(فخر عثمانی)

محبوب خالق و مخلوق
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا ایمان و عظمت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین بالاتفاق ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اصحاب فترت کہا جاتا ہے۔ یعنی انہوں نے کسی نبی کا زمانہ نہ پایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر آباء کرام کی طرح "والدین کریمین" بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان مقبول و مستجاب قرآنی دعاؤں کے احاطے میں ہیں جو گزشتہ صفحات پر بحوالہ تفاسیر معتبرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ مزید برآں قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو فرمائے گا۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ

اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔ (الفاطر۔ ۳۷)

اس سے پتہ چلا کہ عذاب دوزخ اس کیلئے ہے جس کو اتنی عمر ملی ہو کہ جس میں وہ سمجھنا چاہے تو سمجھ سکے اور اس عمر سے کتنی عمر مراد ہے؟ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ (اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ سِتُّوْنَ سَنَةً)[۱] کہ اس سے مراد ساٹھ سال کی عمر ہے۔

---

[۱] تفسیر ابن کثیر صفحہ ۵۶۶ جلد ۳

اگرچہ اس سے کم کے اقوال بھی ہیں لیکن اصح یہی قول ہے۔ اور یہی قول اہلِ حدیث مفسر مولوی عبدالستار دہلوی نے اپنی تفسیر ستاری میں لکھا ہے کہ " نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر دے دی۔ اُس کا کوئی عذر اب خدا کے ہاں نہیں چلے گا۔

الفاظ حدیث یہ ہیں اَعْذَرَ اللّٰہُ اِلٰی امْرِءٍ اٰخِرَ اَجَلِہٖ حَتّٰی بَلَغَہٗ سِتِّیْنَ سَنَۃً لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ الخ

صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے اُن کا عذر خدا نے کاٹ دیا۔ اس حدیث کی اور بھی اسناد ہیں۔ اگر نہ بھی ہوتیں تو امام بخاری کا اسے اپنی صحیح میں وارد کرنا ہی اس کی صحت کا کافی ثبوت ہے۔

ابن جریر کا کہنا ہے کہ اس کی سند میں جانچ کی ضرورت ہے۔ امام بخاری کے صحیح کہنے کے مقابلہ میں ایک جو کی بھی قیمت نہیں رکھتا۔ نذیر سے مراد رسول ہے یا بڑھاپا۔ ابن عباس سے مرفوعاً یہ لفظ آئے ہیں: یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَیْنَ اَبْنَاءُ السِّتِّیْنَ وَھُوَ الْعُمْرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ الخ۔ یعنی قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا کہ کہاں ہیں ساٹھ برس کی عمر والے۔ (تفسیر مولوی عبدالستار دہلوی غیر مقلد زیر آیت مذکورہ سورۃ الفاطر تا بنیہ صفحہ ۶۱۹)

قارئین کرام! اب اس آیت کے پیشِ نظر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کی عمر دیکھتے ہیں تو وہ اٹھارہ اور بیس برس کے درمیان پاتے ہیں۔ لہٰذا ان کو عمر بھی اتنی نہ ملی کہ وہ کوئی عذر نہ پیش کر سکیں اور نہ کوئی نبی، رسول اُن کی زندگی میں آیا۔

یہ قرآنی دلیل ان لوگوں کی زبان بند کرنے کیلئے ہے جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) جہنمی کہتے ہیں ورنہ ہمارے نزدیک آپ کو کم عمری کا عذر پیش کرنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئے گی کیونکہ قبل از اسلام آپ سے کسی قسم کے کفر و شرک کا صدور و ثبوت نہیں ہے۔

اللہ قدوس کا فرمان ہے:۔ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ (یعنی) ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

تو پتہ چلا کہ یہ قانون قدرت ہے کہ عذاب اُن کیلئے ہے جنہوں نے حق کا انکار کیا۔ اس کی تحقیر و توہین کی۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو جھٹلایا۔ تو جس کے پاس کوئی نبیؐ رسول تشریف ہی نہ لایا وہ مُعَذَّبِیْن میں سے نہیں ہیں۔

جناب عبد اللہ کی پاکدامنی و شرافت

وَاَخْرَجَ اَبُوْنُعَيْمِ الْخَرَائِطِى وَابْنُ عَسَاكِرَ مِنْ طَرِيْقِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ لَمَّا خَرَجَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بِابْنِهٖ لِيُزَوِّجَهٗ مَرَّبِهٖ عَلٰى كَاهِنَةٍ مِّنْ اَهْلِ تَبَالَةَ مُتَهَوِّدَةٍ قَدْ قَرَأَتِ الْكُتُبَ يُقَالُ لَهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُرٍّ الْخَثْعَمِيَّةِ فَرَأَتْ نُوْرَ النُّبُوَّةِ فِىْ وَجْهِ عَبْدِ اللّٰهِ ، فَقَالَتْ يَا فَتٰى هَلْ لَكَ اَنْ تَقَعَ عَلَىَّ الْاٰنَ وَاُعْطِيْكَ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ؟

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ:

اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ ○ وَالْحِلُّ لَا حِلَّ فَاسْتَبِيْنَهٗ
فَكَيْفَ لِىَ الْاَمْرُ الَّذِىْ تَبْغِيْنَهٗ ○ يَحْمِى الْكَرِيْمُ عِرْضَهٗ وَدِيْنَهٗ

(خصائص الکبریٰ ص ۱۹/۱ ، البدایہ والنہایہ ص ۲۴۲/۲ ، رحمۃ للعالمین ص ۹۲/۲)

ابونعیم خرائطی اور ابن عساکر نے عطاء سے اور وہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جناب عبد المطلب اپنے بیٹے (عبداللہ) کی شادی کیلئے نکلے تو تبالہ کی ایک یہودی کاہن عورت کے پاس سے گزر ہوا۔ یہ عورت کتب سابقہ کی عالمہ تھی اور اس کا نام فاطمہ دختر مُر الخثعمیہ تھا۔ پس اس نے جناب عبداللہ کی پیشانی میں نور نبوت کو جلوہ گر دیکھا تو کہا اے جوان کیا تم مجھ سے تعلقات قائم کرو گے۔ اس کے بدلہ میں تمہیں سو اونٹ دوں گی۔ جناب عبداللہ نے کہا۔

(ترجمہ اشعار) فعل حرام کا ارتکاب کرنے سے تو مرجانا بہتر ہے۔ حلال کو بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کیلئے اعلان (نکاح) ضروری ہے۔ پس جس برے کام کی طرف تو خواہاں ہے میں اس کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔ کیونکہ عزت والے انسان کو لازمی ہے اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

جناب عبداللہ کا نام پاک قدرت کی ھدایت پر رکھا گیا ہے:

قِيلَ خَرَجَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَمَعَهُ وَلَدُهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَكَانَ اَحْسَنَ رَجُلٍ فِي قُرَيْشٍ خَلْقًا وَخُلُقًا وَكَانَ نُوْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّنًا فِي وَجْهِهٖ .... وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّهُ كَانَ اَكْمَلَ بَنِي اَبِيْهِ وَاَحْسَنَهُمْ وَاَعَفَّهُمْ وَاَحَبَّهُمْ اِلَى قُرَيْشٍ وَقَدْ هَدَى اللّٰهُ تَعَالٰى وَالِدَهُ فَسَمَّاهُ بِاَحَبِّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَفِي الْحَدِيْثِ اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ:

(السیرۃ الحلبیہ صفحہ ۳۱-۳۲ جلد اول مطبوعہ بیروت)

بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب گھر سے نکلے تو اُن کے ساتھ آپ کے فرزند ارجمند جناب عبداللہ بھی تھے جو خاندان قریش میں سے سب سے زیادہ حسن و جمال والے اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے اور نبی آخر الزمان حضور ﷺ کا نور مبارک اُن کی پیشانی میں جلوہ گر تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جناب عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے جناب عبداللہ کامل ترین، حسین ترین، سب سے زیادہ پاکدامن اور خاندان قریش کے نزدیک محبوب ترین شخصیت والے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ نام رکھنے کی حضرۃ عبدالمطلب کو ہدایت فرمائی تھی۔ کیونکہ اُن کا نام نامی وہ نام ہے جو از روئے حدیث

شریف اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں سے زیادہ محبوب ہے۔ یعنی عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔

کمالات و برکات جناب عبداللہ

(ذِکْرُ وِلَادَةِ عَبْدِ اللّٰہِ) قَالَ اَصْحَابُ السِّیَرِ وَالتَّوَارِیْخِ کَانَتْ
وِلَادَةُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لِاَرْبَعٍ وَعِشْرِیْنَ سَنَةً مَضَتْ
مِنْ مُلْکِ کِسْرٰی اَنُوْشِیْرْوَانَ وَکَانَ یَوْمَ وُلِدَ عَبْدُ اللّٰہِ عَلِمَ بِمَوْلِدِہٖ
جَمِیْعُ اَحْبَارِ الشَّامِ وَذَالِکَ اَنَّہٗ کَانَتْ عِنْدَھُمْ جُبَّةُ صُوْفٍ بَیْضَاءَ وَ
کَانَتِ الْجُبَّةُ مَغْمُوْسَةً فِیْ دَمِ یَحْیَی بْنِ زَکَرِیَّا وَکَانُوْا قَدْ وَجَدُوْا
فِیْ کُتُبِھِمْ اِذَا رَاَیْتُمُ الْجُبَّةَ الْبَیْضَاءَ وَالدَّمُ یَقْطُرُ مِنْھَا فَاعْلَمُوْا
اَنَّ اَبَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی قَدْ وُلِدَ تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَقَدِمُوْا بِاَجْمَعِھِمْ اِلَی
الْحَرَمِ وَاَرَادُوْا اَنْ یَّغْتَالُوْا بِعَبْدِ اللّٰہِ فَصَرَفَ اللّٰہُ شَرَّھُمْ عَنْہُ وَرَجَعُوْا
اِلٰی بِلَادِھِمْ وَلَمْ یَکُنْ یَقْدُمُ عَلَیْھِمْ اَحَدٌ مِّنَ الْحَرَمِ اِلَّا سَاَلُوْہُ عَنْ
عَبْدِ اللّٰہِ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنَا نُوْرًا یَتَلَاْلَاُ فِیْ قُرَیْشٍ فَتَقُوْلُ الْاَحْبَارُ لَیْسَ
ذَالِکَ النُّوْرُ لِعَبْدِ اللّٰہِ اِنَّمَا ذَالِکَ النُّوْرُ لِمُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ
وَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰہِ اَجْمَلَ قُرَیْشٍ فَشُغِفَتْ بِہٖ کُلُّ نِسَاءِ قُرَیْشٍ وَکِدْنَ
اَنْ تَذْھَلَ عُقُوْلُھُنَّ فَلَقِیَ عَبْدُ اللّٰہِ فِیْ زَمَنِہٖ مِنَ النِّسَاءِ مَا لَقِیَ یُوْسُفُ
فِیْ زَمَنِہٖ مِنِ امْرَاَةِ الْعَزِیْزِ وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یُخْبِرُ اَبَاہُ مِمَّا یَرٰی
مِنَ الْعَجَائِبِ یَقُوْلُ یَا اَبَتِ اِنِّیْ اِذَا خَرَجْتُ اِلٰی بَطْحَاءِ مَکَّةَ وَصِرْتُ
عَلٰی جَبَلِ ثَبِیْرٍ خَرَجَ مِنْ ظَھْرِیْ نُوْرَانِ اَخَذَ اَحَدُھُمَا شَرْقَ الْاَرْضِ
وَالْاٰخَرُ غَرْبَھَا ثُمَّ اِنَّ ذَیْنِکَ النُّوْرَیْنِ لَیَسْتَدِیْرَانِ حَتّٰی لَیَصِیْرَا کَالسَّحَابَةِ
ثُمَّ تَنْفَرِجُ لَھُمَا السَّمَاءُ فَیَدْخُلَانِ فِیْھَا ثُمَّ یَخْرُجَانِ ثُمَّ یَرْجِعَانِ

اِلَیَّ فِی لَمْحَۃٍ وَّاحِدَۃٍ وَاِنِّی لَاَجْلِسُ فِی الْمَوْضِعِ فَاَسْمَعُ فِیْہِ مِنْ تَحْتِی سَلَامٌ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْمُسْتَوْدَعُ ظَهْرُہٗ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنِّی لَاَجْلِسُ فِی الْمَوْضِعِ الْیَابِسِ اَوْ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ الْیَابِسَۃِ فَتَخْضَرُّ وَتُلْقِیْ عَلَیَّ اَغْصَانَهَا فَاِذَا قُمْتُ وَتَرَکْتُهَا عَادَتْ اِلٰی مَا کَانَتْ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ اَبْشِرْ یَا بُنَیَّ فَاِنِّیْ اَرْجُوْ اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ ظَهْرِکَ الْمُسْتَوْدَعَ الْمُکَرَّمَ فَاِنَّا قَدْ وُعِدْنَا ذَالِکَ وَاِنِّیْ رَاَیْتُ قَبْلَکَ رُؤْیَا کُلُّهَا تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ یَخْرُجُ مِنْ ظَهْرِکَ اَکْرَمُ الْعَالَمِیْنَ۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ص ۱۸۳
مطبوعہ بیروت)

جناب عبداللہ کی ولادت کا ذکر :

سیرت و تاریخ کے آئمہ کہتے ہیں کہ جب جناب عبداللہ کی پیدائش ہوئی تو اس وقت شاہِ فارس کسریٰ نوشیرواں کی حکومت کے چوبیس سال گزر چکے تھے اور جب آپ کی ولادت ہوئی تو شام کے تمام اہلِ علم نے اس کو جان لیا تھا۔ اور یہ اس لیے کہ اُن کے ہاں ایک سفید جبہ صوف تھا۔ اور وہ جبہ حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام کے خون (شہادت) سے آلودہ تھا۔ اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اس بات کو پایا تھا کہ جب تم اس سفید جبہ سے تازہ خون ٹپکتا دیکھو تو جان لو کہ حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی کی ولادت آج رات ہو گئی ہے۔ وہ یہودی علماء مل کر حرمِ مکہ کی طرف آئے اور انہوں نے جناب عبداللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُن کے شر کو آپ سے دور کر دیا اور وہ اپنے شہروں کو لوٹے اور جب بھی اُن کے پاس کوئی شخص سرزمین مکہ سے آتا تو اس سے جناب عبداللہ کے متعلق ضرور سوال کرتے اور پھر کہتے کہ قریش میں چمکنے والا نور ہم سے بچ نکلا۔ وہ علماء یہ بھی کہتے تھے کہ یہ نور جو عبداللہ کی پیشانی

میں چمکتا ہے یہ نور تو نورِ محمدی ہے پس جب حضرت عبداللہ جوان ہوئے تو قریش میں سب سے بڑھ کر صاحبِ جمال تھے۔ قریش کی سب عورتوں نے اپنے اپنے دل میں آپ کا خیال جمالیا۔ اور قریب تھا کہ اس چاہت میں ان کی عقلیں زائل ہو جاتیں۔ جس طرح حضرت یوسف کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو عزیزِ مصر کی بیوی کی طرف سے زبردست اشتہاء و اشتیاق کا امر پیش آیا تھا۔ اسی طرح جناب عبداللہ کو نساء مکہ کی طرف سے اشتہاء و اشتیاق کا معاملہ پیش آیا۔ (لیکن آپ ہر طرح سے محفوظ رہے) اور آپ جو عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرتے، اپنے والد گرامی جناب عبدالمطلب سے بیان کرتے تھے۔ جناب عبداللہ اپنے والدِ گرامی سے کہتے کہ ابا جان میں جب مکہ کی بطحا وادی کی طرف نکلتا ہوں اور جبل ثبیر پر چڑھتا ہوں تو میری پشت سے دو نور نکلتے ہیں، ایک مشرق کی طرف جاتا ہے اور دوسرا مغرب کی طرف جاتا ہے۔ پھر وہ دونوں نور گھوم کر بادل کی طرح ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کیلئے آسمان کھل جاتا ہے۔ پس وہ نور آسمان میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر اس سے نکلتے ہیں اور پھر میری طرف آنِ واحد میں لوٹ آتے ہیں۔ اور میں جس جگہ بیٹھتا ہوں اپنے نیچے (زمین) سے سنتا ہوں (کوئی کہتا ہے) اے وہ (خوش نصیب شخص) جس کی پشت میں نورِ محمدی ودلیعت رکھا گیا ہے تجھ پر سلام ہو۔

اور میں جس خشک جگہ میں یا سوکھے ہوئے درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں۔ تو وہ درخت سبز ہو جاتا ہے اور اس کی شاخیں مجھ پر جھک جاتی ہیں اور جب میں اس جگہ کو چھوڑتا ہوں تو وہ پہلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر جناب عبدالمطلب فرماتے۔ اے بیٹا تجھے بشارت ہو۔ بے شک میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ودلیعت رکھے گئے عزت والے کو تیری پشت سے ظاہر فرمائیگا۔

کیونکہ اس سعادت کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اور میں نے تجھ سے پہلے ایسے (مبارک) خواب دیکھے ہیں جو سب کے سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تیری پشت سے سب جہانوں سے زیادہ عزت والے کا ظہور ہوگا۔

سبحان اللہ! کیسی عظیم و بے مثال عظمتیں ہیں سیدنا عبداللہ پاک کی اور کیسی بلند پایہ برکات و تجلّیات کا ظہور ہے۔

ہے نور افشاں واہ واہ یہ نسبتِ نورانی
یہ فضل ہے اللہ کا اور رحمتِ یزدانی!
سردار رسولوں کا ہے ابن عبداللہ کا
یہ شان ہے حقانی، یہ شرف ہے لاثانی
کرے ناز نہ کیونکر وہ، جسے تُو سے نسبت ہو
کیوں رشکِ قمر اُس کو، وہ جبیں تو ہے نُورانی
جو قلب سے نہ مانے، نسبت کی بہاروں کو
نہ حدیث کو جانے ہے نہ وہ عالم قرآنی
(از فقیر عثمانی)

جناب عبداللہ کے نام قرعہ نکلتا ہے

جناب عبدالمطلب کی نذر کا واقعہ تقریباً تمام کتب سیرت و تاریخ میں موجود ہے۔ دورِ حاضر کی مقبولِ عام سیرت طیبہ کی کتاب "ضیاء النبی ﷺ" سے اقتباس ملاحظہ ہو۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق رقم طراز ہیں:۔

دُنیا کا کوئی باپ آپ سے زیادہ خوش بخت اور بلند اقبال نہیں ہے۔ آپ اس عظیم ہستی کے باپ ہیں جو باعثِ تکوینِ کائنات ہے۔ اولین و آخرین انبیاء، مرسلین اور اُن کی اُمتیں جس کے فیض سے فیضیاب ہیں جو شفیع المذنبین ہے۔ جو فلکِ نبوّت و رسالت کا آفتابِ عالمتاب ہے جس کے طلوع ہونے کے بعد ہدایت کی روشنی اتنی فراواں ہو گئی کہ اس کے بعد کسی دوسرے نورِ ہدایت کی ضرورت ہی نہ رہی جس نے اپنی شبانہ روز محنت سے انسان کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے رب سے جوڑ دیا جس نے دل لوٹ لینے والی معصوم اداؤں سے اور دل لبھانے والی اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سچی محبت کا چراغ روشن کیا۔

جس نے اپنی نگاہِ کرم سے جاں بلب انسانیت کو حیاتِ جاوداں سے بہرور کیا۔ ایسی بے مثال و بے نظیر ہستی کے باپ کا نام عبداللہ ہے۔ آپ حضرت عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے اور سب سے لاڈلے بیٹے تھے۔ آپ کے والد نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا کئے اور سب جوان اور صحت مند ہو کر اُن کی تقویت کا باعث بنے تو وہ ان میں سے ایک بیٹے کو راہِ خدا میں قربان کریں گے۔

جب سب سے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ کی عمر اٹھارہ بیس سال ہو گئی تو اب انہیں اپنی نذر ایفاء کرنے کا خیال آیا۔ آپنے اپنے فرزندوں کو اپنے پاس طلب کیا۔ انہیں بتایا کہ انہوں نے جو نذر مانی تھی اس کو پورا کرنے کا وقت اب آگیا ہے۔ سب بیٹوں نے بڑی سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے سر جھکا دیئے اور بصد ادب عرض کیا کہ اے ہمارے پدرِ بزرگوار! آپ اپنی نذر پوری کیجئے۔ ہم میں سے جس کو آپ قربانی کیلئے نامزد کریں گے وہ اس پر فخر کریگا۔

اور اپنے سر کا نذرانہ بصد مسرت پیش کرے گا۔ طے پایا کہ بیت اللہ شریف کے فال نکالنے والے سے فال نکلوائی جائے۔ جس کے نام قرعہ نکلے اس کو بلا پس و پیش راہِ خدا میں قربان کر دیا جائے۔

سب مل کر بیت اللہ شریف کے پاس جمع ہوئے فال نکالنے والے کو بلایا گیا۔ صورتِ حال سے آگاہ کیا گیا۔ وہ فال کے تیر نکال کر لے آیا۔ وہ فال نکالنے کیلئے تیاری کرنے لگا۔ کسی ایک بچے کے نام قرعہ ضرور نکلے گا۔

آپ کے سارے بچے شکل و صورت اور سیرت و کردار کے لحاظ سے چندے آفتاب و چندے ماہتاب تھے۔ کسی ایک کے گلے پر چھری ضرور پھیری جائے گی۔ لیکن عبدالمطلب پہاڑ کی چٹان بنے کھڑے ہیں۔ اُن کے ارادے میں کسی لچک کا دُور دُور تک نشان نہیں۔ اپنے رب سے انہوں نے جو وعدہ کیا تھا اس کو وہ ہر قیمت پر پورا کریں گے۔

اپنے پختہ عزم کا اظہار وہ اس رجز سے کر رہے ہیں ؎

عَاهَدْتُهُ وَأَنَا مُوفٍ عَهْدَهُ   وَاللّٰهِ لَا يُحْمَدُ شَيْئٌ حَمْدَهُ

اِذَا كَانَ مَوْلَايَ وَأَنَا عَبْدُهُ   نَذَرْتُ نَذْرًا لَا اُحِبُّ رَدَّهُ

وَلَا اُحِبُّ اَنْ اَعِيْشَ بَعْدَهُ

میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے اور میں اپنے عہد کو پورا کروں گا۔ بخدا کسی چیز کی ایسی حمد نہیں کی جاتی جس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد کی جاتی ہے۔ جب وہ میرا مولیٰ ہے اور میں اس کا بندہ ہوں اور اس کیلئے میں نے نذر مانی ہے۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس نذر کو مسترد کر دوں۔ پھر مجھے زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہیں۔

فال نکالنے والے نے فال نکالی۔ قرعہ فال حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔

یہ درست ہے کہ عبداللہ بہت حسین ہیں بوڑھے باپ کے یہ سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ اور سب بھائیوں سے زیادہ انہیں محبوب ہیں۔ لیکن یہاں معاملہ عبدالمطلب اور اس کے خدا کا ہے۔ اس میں کوئی پیاری سے پیاری چیز بھی حائل نہیں ہو سکتی اگر اس کے خالق نے قربانی کے لیے عبداللہ کو پسند فرمایا ہے تو عبداللہ کو اس کی رضا کیلئے ضرور قربانی دیا جائے گا۔

چھری لائی جاتی ہے۔ عبداللہ کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کیلئے حضرت عبدالمطلب آستین چڑھا رہے ہیں۔ اس کی اطلاع بجلی کی سرعت کے ساتھ مکہ کے ہر گھر میں گونجنے لگتی ہے قریش کے رؤسا یہ سن کر اپنی مجلسوں سے دوڑے چلے آتے ہیں۔ مکہ کے ہر فرد پر سناٹا طاری ہے۔ مکہ کے سردار کہتے ہیں۔ اے عبدالمطلب ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ چاند سے زیادہ من موہنے چہرے والا، پھول سے زیادہ نازک بدن والا عبداللہ ان کے سامنے ذبح کر دیا جائے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ وہ ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ عبدالمطلب فرماتے ہیں یہ میرا اور میرے پروردگار کا معاملہ ہے اس میں دخل دینے والے تم کون ہو۔ بوڑھے باپ کے عزم کو دیکھ کر سارے سردار منت سماجت پر اتر آتے ہیں۔ کہتے ہیں اے ہمارے سردار! اگر بیٹوں کو ذبح کرنے کی رسم کا آغاز تمہاری جیسی ہستی نے کر دیا تو پھر اس رسم کو بند کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں رہے گا۔ اپنی قوم کے نونہالوں پر رحم کرو۔ اس کے نتائج بڑے ہولناک ہوں گے۔ طویل کشمکش کے بعد یہ طے پایا کہ حجاز کی عرافہ کے پاس جاتے ہیں وہ جو فیصلہ کرے اسکو سب تسلیم کریں۔ چنانچہ سب مل کر یثرب پہنچتے ہیں۔ وہاں اس عرافہ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ پتہ چلتا ہے کہ وہ خیبر میں سکونت پذیر ہے، وہاں جاتے ہیں اسکو اپنے آنے کے مقصد سے آگاہ کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہے مجھے ایک دن کی

مُہلت دو۔ میرا "تابعی" آئے گا میں اس سے پوچھ کر بتاؤں گی۔ دوسرے روز پھر اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ وہ کہتی ہے میرا تابعی آیا تھا میں نے تمہارے سوال کے بارے میں اس سے پوچھا تھا۔ اُس نے اس کا حل مجھے بتایا ہے پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہارے ہاں مقتول کی دیت کیا ہے۔ انہوں نے بتایا، "دس اونٹ"۔ اس نے کہا تم اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔ ایک طرف دس اونٹ کھڑے کر دینا۔ اور دوسری طرف عبداللہ۔ پھر فال نکالنا۔ اگر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تو ان کو ذبح کر دینا۔ تمہاری نذر ہو جائے گی اور اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو پھر دس دس اونٹ بڑھاتے جانا اور قرعہ نکالتے جانا یہاں تک کہ قرعہ عبداللہ کے بجائے اونٹوں کے نام نکلے۔ جتنے اونٹوں پر قرعہ نکلے ان کو ذبح کر دینا، یوں تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

سارا کارواں عرافہ کے اس فیصلہ کو سُن کر واپس آگیا اور اس کے کہنے کے مطابق قرعہ اندازی شروع کر دی۔ دس اونٹوں کے وقت بھی قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے لیکن ہر بار قرعہ حضرت عبداللہ کے نام ہی نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد سَو تک پہنچ گئی۔ اس وقت قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت عبداللہ کی بجائے سَو اونٹوں پر قرعہ نکلا۔ حضرت عبدالمطلب کو بتایا گیا۔ آپ نے کہا تین بار قرعہ اندازی کرو۔ اگر تینوں بار اونٹوں کے نام قرعہ نکلا تو تسلیم کروں گا، ورنہ نہیں ـــــ عالمِ انسانیت کی خوش قسمتی تھی کہ تینوں بار اونٹوں کے نام قرعہ نکلا، چنانچہ وہ سَو اونٹ ذبح کر دیئے گئے اور اذنِ عام دے دیا گیا کہ ان کے گوشت کو جو چاہے، جتنا چاہے لے جائے، کسی کو رد کا نہ جائے یہاں تک کہ کسی گوشت خور پرندے اور درندے کو بھی ان کا گوشت کھانے سے منع نہ کیا جائے۔

حضرت عبدالمطلب جب نذر ایفا کرنے کی آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزر گئے اور سو اونٹوں کے عوض حضرت عبداللہ کی جان بچ گئی تو ان کی مسرت و شادمانی کا اندازہ لگانا ہمارے لیے ممکن نہیں۔ ضیاء النبی ص ۲۵۷ تا ص ۲۵۹ جلد اول
السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۳۵، ۳۶، الزرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۹۴، ۹۶، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸۸-۸۹
تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۸۲-۱۸۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۹۹-۱۰۱، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۷ وغیرہا۔

○

قارئین کرام! یہ ہیں والد گرامی تاجدار ختم نبوت کے، جن کا بیٹا ہونے پر ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بطور فخر فرمایا کرتے تھے۔ اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ اَیْ عَبْدِ اللّٰہِ وَ اِسْمٰعِیْلَ: کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں یہ ذکر چل نکلا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے یا حضرت اسحاق! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ایسے شخص کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا ہے جو خبر والا ہے (تو سنو) ایک مرتبہ ہم بارگاہِ نبوی میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور شکایت کی کہ زمین خشک ہو گئی ہے اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں شہروں کو خشک چھوڑ کر آیا ہوں۔ مال ہلاک ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی عنایت فرمائیں۔ اے ذبیحین کے بیٹے! یہ لفظ سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور اس پر انکار نہ فرمایا۔ لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا پھر وہ دو ذبیح کون ہیں؟ فرمایا: حضرت عبداللہ اور حضرت اسماعیل:

یہ عجائبات و کمالات قدرت ہیں کہ جن سے اعلیٰ عظمتوں کا ظہور ہونا ہو ان کی زندگیوں میں بڑے بڑے محیر العقول واقعات کو داخل کیا جاتا ہے۔ بڑے سے بڑے امتحان سے گزارا جاتا ہے کہ اس طرح سے یہ خالق و مخلوق کے ہاں درجہ محبوبیت بھی پائیں اور ہر طرف ان کے شہرے اور چرچے بھی ہو جائیں۔ جسطرح

حضرت اسمٰعیل کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک دُنبہ کی قُربانی قبول فرمائی تھی اس طرح حضرت عبداللہ کے بدلہ میں سُو اونٹ منظور ہوئے۔ دونوں کو خود قربان ہونے سے بچانے میں حکمت یہ تھی کہ دونوں کی پیشانی میں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھا۔ تو ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت اسمٰعیل بارگاہِ خداوندی میں مقرّب و محبوب ہیں اور اُن کے بدلہ میں دُنبہ کی قربانی بھی اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی اور بعد والوں میں اسے سنّت کے طور پر جاری و ساری رکھّا۔
ایسے ہی محبوبِ ربّ العالمین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین کے والد پاک بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں اور اُن کے فدیہ و بدلہ میں اونٹوں کی قربانی بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوئی ہے۔ ورنہ اگر جناب عبدالمطلب کی یہ قربانی غلط ہوتی تو پھر اسکو بطورِ دیت جاری و ساری رکھنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ لہٰذا آقا و مولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی اللہ کے مقبول ہیں۔ مومن ہیں اور عبدِ صالح ہیں۔ اور قدرت کا انتخاب ہیں ؎

وہ انتخابِ خالق ہے اور خلق کا راج دلارا ہے
عفّت، عزّت، عظمت کے فلک کا روشن تارا ہے
دونوں جہاں میں کوئی بھی نہیں ہے اُن کا ہمسر، ہم پلہ
سرورِ دیں کے والد ہیں عبداللہ نام پیارا ہے

ایک اعتراض اور اس کا جواب

مسالک الحنفا میں ہے:

(فَإِنْ قُلْتَ) بَقِيَتْ عُقْدَةٌ وَاحِدَةٌ وَهِيَ مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيْنَ أَبِي؟ قَالَ فِي النَّارِ، قَالَ فَلَمَّا قَفَّى الرَّجُلُ دَعَاهُ فَقَالَ إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ۔ الخ

(قُلْتُ) عَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ (الجواب) إِنَّ هٰذِهِ اللَّفْظَةَ وَهِيَ قَوْلُهُ إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ لَمْ يَتَّفِقْ عَلَى ذِكْرِهَا الرُّوَاةُ وَإِنَّمَا ذَكَرَهَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ۔ وَهِيَ الطَّرِيقُ الَّتِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْهَا وَقَدْ خَالَفَهُ مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ فَلَمْ يَذْكُرْ إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ وَلٰكِنْ قَالَ لَهُ إِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ كَافِرٍ فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ۔ وَهٰذَا اللَّفْظُ لَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلَى وَالِدِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَمْرٍ الْبَتَّةَ وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ حَيْثُ الرِّوَايَةِ فَإِنَّ مَعْمَرًا أَثْبَتُ مِنْ حَمَّادٍ فَإِنَّ حَمَّادًا تُكُلِّمَ فِي حِفْظِهِ وَوَقَعَ فِي أَحَادِيثِهِ مَنَاكِيرُ ذَكَرُوا أَنَّ رَبِيبَهُ دَسَّهَا فِي كُتُبِهِ وَكَانَ حَمَّادٌ لَا يَحْفَظُ فَحَدَّثَ بِهَا فَوَهَمَ فِيهَا وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يُخَرِّجْ لَهُ الْبُخَارِيُّ شَيْئًا وَلَا خَرَّجَ لَهُ مُسْلِمٌ فِي الْأُصُولِ إِلَّا مِنْ رِوَايَتِهِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ الْحَاكِمُ فِي الْمَدْخَلِ مَا خَرَّجَ مُسْلِمٌ لِحَمَّادٍ فِي الْأُصُولِ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ عَنْ ثَابِتٍ وَقَدْ خَرَّجَ لَهُ الشَّوَاهِدَ عَنْ طَائِفَةٍ وَأَمَّا مَعْمَرٌ فَلَمْ يُتَكَلَّمْ فِي حِفْظِهِ وَلَا اسْتُنْكِرَ شَيْءٌ مِنْ حَدِيثِهِ وَاتَّفَقَ عَلَى التَّخْرِيجِ لَهُ الشَّيْخَانِ

فَكَانَ لَفْظُهُ اَثْبَتَ۔ ثُمَّ وَجَدْنَا الْحَدِيْثَ وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ سَعْدِ بْنِ
اَبِیْ وَقَّاصٍ بِمِثْلِ لَفْظِ رِوَايَةِ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ فَاَخْرَجَ
الْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِیْ وَالْبَيْهَقِیْ مِنْ طَرِيْقِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِیْ
عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ اَبِیْ؟ قَالَ فِی النَّارِ قَالَ: فَاَيْنَ اَبُوْكَ؟ قَالَ حَيْثُمَا
مَرَرْتَ بِقَبْرِ كَافِرٍ فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ وَهٰذَا اِسْنَادٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ
فَتَعَيَّنَ الْاِعْتِمَادُ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ وَتَقْدِيْمُهُ عَلٰى غَيْرِهٖ وَ قَدْ زَادَ
الطَّبْرَانِیْ وَالْبَيْهَقِیْ فِیْ آخِرِهٖ قَالَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ بَعْدُ فَقَالَ لَقَدْ
كَلَّفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَبًا مَا مَرَرْتُ بِقَبْرِ كَافِرٍ
اِلَّا بَشَّرْتُهُ بِالنَّارِ وَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيْقِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ
عَنِ الزُّهْرِیْ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِیْ كَانَ يَصِلُ الرَّحِمَ وَكَانَ
فَاَيْنَ هُوَ؟ قَالَ فِی النَّارِ قَالَ: فَكَاَنَّهُ وَجَدَ مِنْ ذَالِكَ فَقَالَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ اَبُوْكَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَيْثُمَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ مُشْرِكٍ فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ۔ قَالَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ
بَعْدُ قَالَ كَلَّفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَبًا مَا مَرَرْتُ
بِقَبْرِ كَافِرٍ اِلَّا بَشَّرْتُهُ بِالنَّارِ:

فَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ اَوْضَحَتْ بِلَا شَكٍّ اَنَّ هٰذَا اللَّفْظَ الْعَامَّ هُوَ الَّذِیْ
صَدَرَ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاٰهُ الْاَعْرَابِیُّ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ اَمْرًا
مُقْتَضِيًا لِلْاِمْتِثَالِ فَلَمْ يَسَعْهُ اِلَّا امْتِثَالُهٗ وَلَوْ كَانَ الْجَوَابُ بِاللَّفْظِ
الْاَوَّلِ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ اَمْرٌ بِشَیْءٍ اَلْبَتَّةَ فَعُلِمَ اَنَّ هٰذَا اللَّفْظَ

اَلْاَوَّلَ مِنْ تَصَرُّفِ الرَّاوِی وَرَوَاہُ بِالْمَعْنٰی عَلٰی حَسْبِ فَہْمِہٖ؛

(مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ) (الحاوی للفتاوی صفحہ ۲۳۶-۲۳۷/۲)

●

پھر اگر تو یہ کہے کہ ابھی مسلم شریف کی اس حدیث کا جواب دینا باقی ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا باپ کہاں ہے تو آپ نے فرمایا آگ میں، پھر جب وہ شخص واپس جانے لگا تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں آگ میں ہیں۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ تمہارا یہ سوال سر آنکھوں پر۔ پس اس کا جواب یہ ہے (اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ) ان لفظوں کے ساتھ اس قول پر راوی متفق نہیں ہیں۔ اس روایت کو حماد بن سلمہ نے ثابت بن انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور یہ مسلم میں بیان ہونے والی روایت کا ایک طریق ہے۔ جبکہ اس روایت کو معمر نے بھی ثابت بن انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے مگر اس میں انہوں نے ہرگز یہ ذکر نہیں کیا کہ اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ۔ بلکہ اس روایت میں ہے کہ جب تو کسی کافر کی قبر پر سے گزرے تو اسے آگ کی وعید سنانا۔ ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی کے متعلق قطعاً کوئی بات نہیں پائی جاتی اور راویوں کے لحاظ سے بھی یہ روایت زیادہ مضبوط ہے اور معمر حماد سے زیادہ مضبوط ہے اور حماد کے حافظے میں بھی کلام کیا گیا ہے اور اس کی بیان کردہ احادیث میں منکر روایات بھی ہیں۔ محدثین نے بیان کیا ہے کہ حماد کے ایک ربیب (بچھلگ) نے ان روایات کو اس کی کتب میں گھسیڑ دیا ہے۔ نیز یہ کہ حماد کو حدیث یاد نہیں ہوتی تھی اور وہ وہم کا شکار ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری نے

اس سے کوئی روایت نہیں لی اور نہ ہی مسلم نے اصول میں اس کی کوئی روایت قبول کی ہے۔ سوائے اس مذکورہ بالا حدیث کے جو اس نے حضرت ثابت بن انسؓ سے روایت کی ہے۔

امام حاکم نے اپنی کتاب المدخل میں بیان کیا ہے کہ مسلم نے حماد سے اصول میں کوئی روایت نقل نہیں کی سوائے حضرت ثابت بن انس کی روایت کے جو ابھی مذکور ہوئی اور شواہد میں اس کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی ان کی مرویات ذکر کیں ہیں۔ اس کے مقابلہ میں معمر راوی پر نہ کسی نے از روئے حفظ کوئی کلام کیا اور نہ ہی ان کی کسی روایت سے استنکار کیا۔

اور اس کی تخریج پر بخاری و مسلم دونوں ہی متفق ہیں۔ اس کی بیان کردہ حدیث کے الفاظ بھی پائیدار ہوتے ہیں۔ پھر ہمیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ملی ہے جس میں معمر کی روایت کی مانند الفاظ پائے جاتے ہیں۔ جو اس نے حضرت ثابت اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔

بزار، طبرانی اور بیہقی ابراہیم بن سعد کے طریق پر زہری سے وہ عامر بن سعد سے اور وہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ آگ میں، اس نے پھر سوال کیا کہ آپ کا باپ کہاں ہے تو آپ نے فرمایا جب بھی تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے آگ کی وعید سنانا۔

یہ اسناد شیخین کی شرط پر ہے پس ان الفاظ پر اعتماد اور اس کا دوسروں پر تقدم متعین ہو گیا۔

دوسری روایات پر یہ روایت مقدم ہے۔ نیز طبرانی اور بیہقی کی بیان کردہ اس روایت کے آخر پر یہ جملہ زائد ہے کہ پھر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا تو پھر کہنے لگا۔

کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشقت میں ڈال دیا ہے۔ میں اب جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزر ہوتا ہے تو مجھے اسکو آگ کی وعید سنانا پڑتی ہے۔
ابن ماجہ نے ابراہیم بن سعد عن الزہری عن ابیہ ذکر کیا ہے۔ کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ بے شک میرا باپ صلہ رحمی کیا کرتا تھا۔ وہ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ آگ میں۔ اُسے اس بات کا غم محسوس ہوا اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ آپ کا باپ کہاں ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی مشرک کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے آگ کی وعید سنانا۔ اس کے بعد وہ اعرابی مسلمان ہو گیا اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل میں ڈال دیا ہے کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں تو اُسے آگ کی وعید سناتا ہوں۔

راوی کا تصرف

بلاشبہ اس اضافہ نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ عمومی الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوئے اعرابی نے انہیں ایک حکم سمجھا جو قبول اسلام کے بعد پابندی کا مقتضی ہے اور اس کی پابندی کے بغیر اسے کوئی چارا نظر نہیں آیا۔ اور اگر آپ کا جواب پہلے الفاظ کے ساتھ ہوتا یعنی یہ کہ میرا اور تیرا باپ دونوں آگ میں ہیں تو اس جواب میں اعرابی کیلئے کوئی حکم نہیں جسے پورا کرنے کیلئے وہ مشقت میں پڑتا۔ حالانکہ وہ مشقت کا ذکر کرتا ہے۔
تو معلوم ہوا کہ یہ الفاظ (اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّار) راوی کا تصرف ہیں جو اس نے اپنی فہم کے مطابق روایت بالمعنی کے طور پر بیان کئے ہیں۔

نتیجہ اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاكَ فِی النَّارِ والی روایت کے راوی جناب حماد اتنے مضبوط نہیں ہیں جتنا کہ اُن کے استاد بھائی جناب معمر ہیں۔ دونوں نے اپنے شیخ جناب ثابت بن انس سے یہ روایت کی ہے لیکن حماد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں جبکہ معمر جو کہ اس سے اثبت ہیں اس کی روایت میں ان الفاظ کا نام ونشان نہیں ہے۔

حماد کے غیر مضبوط ہونے کی یہ بھی ایک اعلیٰ دلیل ہے کہ امام بخاری نے اُن کی کوئی روایت ذکر نہیں کی جبکہ معمر کی کثیر روایات بخاری وسلم میں ہیں اور پھر طبرانی، بیہقی اور ابن ماجہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون اور اسی سلسلہ میں جو روایت نقل کی ہے اس میں اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاكَ فِی النَّارِ کے الفاظ نہیں۔ تو ان تمام باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ الفاظ حماد نے اپنی طرف سے روایت بالمعنی کے طور پر بیان کر دیئے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں مزید گوہر افشانی کرتے ہوئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

(تقریر آخر) مَا الْمَانِعُ اَنْ یَّکُوْنَ قَوْلُ السَّائِلِ فَاَیْنَ اَبُوْكَ؟ وَقَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَدِیْثِ اَنَسٍ "اِنَّ اَبِیْ" اِنْ ثَبَتَ الْمُرَادُ بِهٖ عَمُّهٗ اَبُوْطَالِبٍ لَا اَبُوْهُ عَبْدُ اللّٰہِ الخ

(الحاوی للفتاوی (مسالک الحنفا فی والدی المصطفٰی ص ۲۷۷/۲)

(دوسری تقریر) اس بات سے کون سا امر مانع ہے کہ سائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی پوچھا ہو کہ آپ کا باپ کہاں ہے اور حضرت انس کی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "اِنَّ اَبِیْ" آیا ہے تو اگر بالفرض محال یہ ثابت

ہو بھی جائے تو اس سے مراد آپکے چچا ابو طالب ہی ہوں گے نہ کہ آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ : (مسالک الحنفا۔)

کیونکہ چچا کو اَب کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ (مسند احمد بن حنبل ۲/۳۲۲)

کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ اب ضمناً اس مسئلہ کی وضاحت کرتے چلیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں چچا تھا۔

کیا آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (الانعام-۷۴)

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا۔ کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو۔ بےشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

اس آیت میں آزر کو باپ کہنا مجازاً ہے کیونکہ دادا اور چچا وغیرہ کو مجازی معنی میں اَب کہنا عرب میں مستعمل ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ (البقرۃ-۱۳۳)

جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا۔ میرے بعد کس کی پوجا کروگے۔ بولے ہم پوجیں گے اُسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق کا ایک خدا۔

اس آیت میں جناب ابراہیم و اسماعیل کو بھی "اَب" کہا گیا حالانکہ یہ دونوں حقیقی باپ نہیں ہیں۔ بلکہ جناب یعقوب علیہ السلام کے حقیقی باپ حضرت اسحاق

علیہ السلام ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے چچا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دادا ہیں۔ تو مہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ لفظ "اب" مجازاً چچا اور دادا پر بولا جاتا ہے۔

جنگ حنین کے موقعہ پر کفار کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے صاحب قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پر یہ الفاظ تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ○ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(ترجمہ) میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں ہوں بیٹا عبد المطلب کا۔ جناب عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں، والد نہیں ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ میں جناب عبد المطلب کے بیٹے نہیں بلکہ پوتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس رجزیہ کلام میں مجازاً خود کو جناب عبد المطلب کا بیٹا کہا ہے، تو معلوم ہوا کہ دادا کو بھی باپ کہا جاتا ہے۔

ایک اور ثبوت

قریش مکہ نے ایک مرتبہ ابوطالب سے کہا کہ اگر تمہیں کسی کو بیٹا بنانا پسند ہے تو اس کیلئے ہم ولید کے بیٹے عمارہ کو تمہارے حوالے کرتے ہیں۔ اُسے بیٹا بنالو۔ لیکن اپنے بھتیجے محمد (فداہ ابی وامی وروحی) کو ہمارے حوالے کردو تاکہ ہم قتل کردیں۔ اس پیشکش پر ابوطالب نے یہ جواب دیا۔

وَاللّٰہِ لَبِئْسَ مَا تَسُوْمُوْنَنِیْ اَتُعْطُوْنِیْ اِبْنَکُمْ اَغْذُوْہُ لَکُمْ وَ اُعْطِیْکُمْ اِبْنِیْ تَقْتُلُوْنَہٗ ھٰذَا وَاللّٰہِ مَالَا یَکُوْنُ اَبَدًا۔

بخدا تم میرے ساتھ بہت بُرا سودا کر رہے ہو مجھے تو اپنا بیٹا دے رہے ہو کہ میں اس کی خاطر و مدارت کروں اور اس کی پرورش کروں اور اس کے بدلے میں میرا بیٹا لینا چاہتے ہو تاکہ تم اسے قتل کردو۔

بخدا ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ (تاریخ طبری - تاریخ کامل ابن اثیر)

اس روایت میں ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بیٹا کہا اور خود کو ان کا باپ ظاہر کیا حالانکہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے فرزندِ حقیقی ہیں نہ وہ آپ کے والد ہیں۔ یہاں بھی باپ بیٹے کیلئے مجاز استعمال ہوا ہے۔

● تو پتہ چلا کہ مذکورہ آیت " لِأَبِيهِ آزَرَ " میں لفظ اَبْ سے مراد والد نہیں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدِ گرامی کا نام آزر نہیں بلکہ تارخ ہے۔ جس کا ثبوت کتبِ سابقہ موجودہ میں ملتا ہے۔

البدایہ والنہایہ میں ہے۔

لَمَّا كَانَ عُمْرُ تَارَخَ خَمْسًا وَّسَبْعِيْنَ وُلِدَ لَهُ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (البدایہ والنہایہ صہ ۱۶۱/۱)

کہ جب تارخ کی عمر پچھتر سال ہوئی تو اُن کے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

اہلِ تاریخ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ تھے اور آزر چچا تھا۔ اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آزر کیلئے استغفار کرتے رہے لیکن جب وہ کفر پر فوت ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے اور پھر کبھی اس کیلئے دعائے مغفرت نہیں کی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ أَنَّهٗ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔

(سورۃ التوبہ - ۱۱۴)

اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا۔ وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدہ کے

سبب جو اُن سے کر چکا تھا۔ پھر جب ابراہیم پر یہ کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی حیات میں اس کے ایمان کی توقع رکھتے تھے اور جب وہ شرک پر فوت ہو گیا تو حضرت ابراہیم اس سے بیزار ہو گئے۔ اس کے بعد نارِ نمرود کا واقعہ پیش آیا۔ اسکے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی۔ اور وہاں حضرت سارہ کیوجہ سے ظالم بادشاہ کا واقعہ پیش آیا۔ جس کے نتیجے میں حضرت ھاجرہ آپ کو بطور باندی ملیں۔ پھر آپ شام کو چلے گئے پھر (حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے بعد) اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور اُن کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ٹھہرایا جہاں حسب قرآن آپ نے یہ دعا کی۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ

اے اللہ! میں نے اپنی اولاد کو ایک بنجر وادی میں ٹھہرا دیا ہے۔

اور اس کے بعد یہ دُعا مانگی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

(سورۃ ابراہیم ۴۱)

اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کے ہلاک ہونے کے کافی عرصہ بعد اپنے والدین کیلئے مغفرت کی دعا کی جس سے شمس نصف النہار کی طرح یہ بات روشن اور واضح ہو گئی کہ قرآن کریم میں جس کے کفر اور جس سے

بیزاری کا ذکر ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا والد نہ تھا۔
کیونکہ اگر والد ہوتے تو بعد میں اُن کے لیے استغفار نہ کرتے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والدین شریفین کے حق میں (ولوالدیّ) والی دُعا تو اتنی مقبول و مشہور ہے کہ تب سے اب اور اب سے تا قیامِ قیامت اہلِ ایمان کی زبانوں پہ جاری و ساری ہے اور رہے گی۔ تو اگر معاذ اللہ آپ کے والد کافر تھے تو کافر کے حق میں دُعا قابلِ ممانعت ہے۔ جیسا کہ قرآن گواہ ہے نہ کہ قابلِ مداومت:
تو اُمّتِ مسلمہ میں اس دُعائے ابراہیمی پہ مداومت گویا والدینِ خلیل اللہ علیہ السلام کے ایمان پہ ایقان و اعلان ہے۔ (فافہم)

بدبخت تر بن اور ہوش میں آ، بہتان و بغض سے کام نہ لے
اخیار کی یا توہین نہ کر، یا اسلام کا نام نہ لے
کیوں رب کی عطا کو مانے نہ، کیوں حق کو تو پہچانے نہ
دین نہیں ہے جب تک دل سے دامن اُنکا تھام نہ لے

(فقیر عثمانی)

سرخیلِ اہلحدیث مولوی ابراہیم میر کا عقیدہ

اسی طرح خود حضرت عبداللہ بھی نور کے پتلے اور حسن و جمال کے مجسمے تھے مورخ و محدث ابن جریر امام زہری سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔

اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الْمُطَّلِب کَانَ اَجْمَلَ رِجَالِ قُرَیْش (جلد ۲ صلا۱۷۶)

یعنی عبداللہ بن عبدالمطلب قریشیوں میں سب سے زیادہ صاحبِ حسن و جمال تھے۔

نوٹ : سیرت المصطفےٰ میں عربی عبارت میں بن عبدالمطلب کی بجائے بن المطلب منقول ہے لہٰذا نقل بمطابق اصل کے تحت ہم نے وہ ہی الفاظ نقل کیے ہیں (عثمانی)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عبداللہ کا یہ نور موروثی تھا اسی وجہ سے جو کوئی آپ کی طرف دیکھتا۔ آپ آنکھوں کے راستے اس کے دل میں اتر جاتے تھے۔

سیرت المصطفےٰ ۱ صلا۲

طابع ساجد میر۔ ناشران مکتبہ اہلحدیث سیالکوٹ، مکتبہ اہلحدیث ڈیرہ
مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور

میر صاحب مزید لکھتے ہیں :

حضرت عبداللہ کی طہارتِ نفس، کیریکٹر کی پاکیزگی اور اخلاقی بلندی کی نسبت جو کچھ سابقاً لکھا جا چکا ہے اس کے علاوہ اتنا اضافہ ضروری ہے کہ فتح مکہ پر جب آنحضرت کے موذی دشمن اسیرانِ جنگ کی حیثیت سے آنحضرت کے سامنے پیش کئے گئے تو آپ نے اُن سے پوچھا یَا اَھْلَ مَکَّۃَ مَا تَرَوْنَ اِنِّیْ فَاعِلٌ بِکُمْ قَالُوْا خَیْرًا اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ (طبری جلد ۲ صفحہ ۱۲۰۔ مدارج النبوت ۲/۲۰۹)

یعنی اے اہل مکہ : تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے (کیسا سلوک) کروں گا۔ انہوں نے کہا نیکی (کیونکہ) آپ صاحبِ کرم بھائی ہیں اور صاحبِ کرم بھائی (عبداللہ)

کے بیٹے ہیں۔

اس سے صاف عیاں ہے کہ حضرت عبداللہ باوجود نوعمری کے جیسے طہارت نفس اور پاکدامنی میں مشہور تھے۔ اسی کریم النفسی اور مروت واحسان میں بھی شہرۂ آفاق ہو چکے تھے۔

قوم کے دلوں پر اس کا اتنا گہرا اثر تھا کہ ان کی وفات کے قریباً ساٹھ سال بعد بھی اپنی عفو تقصیرات کے لیے اُن کے اخلاقی فضائل کو سفارشی لاتے ہیں۔ گویا ساٹھ سال کی طویل مدت تک بھی ان کے پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ عادات کا نقش ان کی نظروں کے سامنے ہے اور اس کا اثر ان کے دلوں سے محو نہیں ہوا۔

(سیرت المصطفیٰ جلد ا، صفحہ ۱۷۰۔۲۷)

میر صاحب کا قلم مزید آگے بڑھتا ہے، لکھتے ہیں:

"سابقاً گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد پاکدامنی اور طہارت نفس میں اپنے اسلاف کی صحیح یادگار تھے۔ اور یہ بھی کہ آپ اپنے والد ماجد حضرت عبد المطلب کی زندگی ہی میں سترہ یا بقول بعض پچیس سال کی عمر میں فوت ہو گئے اس لیے سوائے چند پاکیزہ اخلاقی واقعات کے کوئی یادگار نہ چھوڑ سکے جس کا اثر قوم قریش کے دل پر ہمیشہ تک رہا۔ اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ خاتون کے متعلق بھی گزر چکا ہے کہ آپ عفت وحیا کی دیوی تھیں اور وہ بھی بیس برس کی عمر میں فوت ہو گئیں۔ پس سوچنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے حق میں قدرت کی یہ بخشش بے معنی نہیں تھی۔ اس میں سر قدرت یہی تھا۔ کہ اُن کی مبارک پشت اور پاک شکم سے سیّد اولادِ آدم پیدا ہونے والا تھا۔ اگر اس طہارت نفس کے ہوتے ان کے دل اور اعمال نجاست شرک و بت پرستی سے ملوث ہوں تو واللہ یہ جوڑ موزوں نہیں ہو گا۔

نیز اس جملے پر حاشیہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں :-

"آزر کے قصے سے یہ ٹھوکر نہ لگے کہ وہ آنحضرت کے جدِ امجد حضرت خلیل اللہ کا والد ہو کر بت پرست بھی تھا، نہیں وہ حضرت خلیل اللہ کا والد نہیں تھا۔ بلکہ آپ کا چچا تھا ؎۔ یہ محض حسن ظنی کی بنا پر نہیں بلکہ کسی شخص کی شخصیت اور اس پر قدرت کی خصوصی عنایت اور اس سے آئندہ ہمیشہ کیلئے چشمۂ ہدایت و برکت جاری ہونے پر نظر کرتے ہوئے تصور کی صحت اور ذہنیت کی درستی کی علامت ہے۔ اس تصور کی صحت کی توضیح یوں ہے کہ آنحضرت کے والدین کی اخلاقی پاکیزگی اور عملی طہارت ہر کہ ومہ کے نزدیک مسلّم ہے۔ باقی رہا مذہبی طور پر اعتقادی حالت سو اس کے لیے اگر کسی کے پاس کوئی ایسی شہادت موجود ہو کہ معاذ اللہ انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ کیا یا اس کے نام کی نذر و قربانی چڑھائی یا کسی بت سے دعا و التجا کی تو بے شک لاوے۔ لیکن ہم کمالِ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسی شہادت کہیں سے بھی دستیاب نہ ہو سکے گی۔

پس کسی معین پاکباز اور صالح الاعمال شخص کے متعلق اس کی بزرگی کے خلاف کوئی ایسی رائے قائم کرنی جس کی تائید میں کوئی بھی دستاویز نہ ہو۔ ہرگز ہرگز درست نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ (الحدیث)

یعنی ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔

پس جب تک اس کی ذمہ داری کی عمر اس کے برخلاف کفر و شرک کے عقائد و اعمال ثابت نہ ہوں، اسے کافر و مشرک نہیں کہہ سکتے۔

سنیئے! قرآن شریف حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق میں طوفان

؎ ... المصطفیٰ ص ۹۰

کھڑا کرنے والوں کو ھدایت کرتا ہے۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ (النور پ۱۸)

تفسیر رحمانی میں اس کی تفسیر میں جو لکھا ہے ہم اسے بصورت ترجمہ نقل کرتے ہیں ——— جس وقت تم اس بہتان کو اپنی زبانوں سے ایک دوسرے سے نقل در نقل کرتے تھے اور باطنی توہمات کے علاوہ اپنے موہنوں سے بھی صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق رضی اللہ عنہ اور خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کوئی بھی علم نہیں اور خدائے تعالیٰ اس پر کس طرح جلد عتاب نہ کرے حالانکہ تم اسے سہل سمجھتے ہو کہ اس پر کوئی عتاب و عقاب نہیں ہوگا۔ اور (حقیقت یہ ہے کہ) یہ بات خدا کے نزدیک ایک عظیم امر ہے کیونکہ خدا کے رسول اور خدا کے دوستوں کے حق میں جرأت کرنا خدائے تعالیٰ پر جرأت کرنے کے مشابہ ہے۔

جو لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی طرف کفر و بت پرستی کو نسبت کرتے ہیں ہم اُن کے سامنے قرآن مجید کی نصیحت ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

.. اس بُری نسبت کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل نہ کرو اور محض اس وہم سے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں ہوئے۔ سید المرسلین (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) کے طاہر و مطہر والدین محترمین کے حق میں ایسی بات اپنے موہنوں سے نہ نکالو جس کا تم کو علم نہیں اور اسے ایسا سہل نہ سمجھو کہ خدائے تعالیٰ اس پر عتاب نہیں کرے گا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات خدائے بزرگ کے نزدیک بہت بڑی ہے کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے والدین کے حق میں جرأت کرنا۔ خدائے

تعالیٰ پر جرأت کرنے کے مشابہ ہے ایسا نہ ہو کہ زبان کی درانتی کی یہ کاٹ تم کو منہ کے بل گرا دے اور لینے کے دینے پڑ جائیں وہاں کس قسم کی حجت بازی اور مناظرانہ و مخاصمانہ چرب زبانی و قابلیت کام نہیں آئے گی۔ پس احتیاط اس میں ہے کہ آپ اول تو خود ان کے کریکٹر اور طہارت نفس پر اور پھر ان کے اسلاف کی شرافت و عظمت اور مذہبی و اخلاقی تقدس پر نظر کر کے یہ اعتقاد رکھیں کہ آنحضرت کے والدین اپنے بزرگوں کی طرح اپنے جدِ اعلیٰ حضرت خلیل اللہ کے دین پر تھے کیونکہ ان کے برخلاف شرک و بت پرستی ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہے ومن ادعی فعلیہ البیان۔ یا کم از کم اُن کے حق میں کفِ لسان (بندش زبان) اور خاموشی اختیار کریں۔ اور خدا کے سامنے ذمہ داری سے بچیں کیونکہ سلامتی اسی میں ہے۔ قبر میں اور قیامت میں آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا۔ کہ آپ نے ان کو معاذ اللہ کافر کیوں نہیں کہا؟ ہاں اگر وہ خدا کے نزدیک دین حنیف پر تھے اور آپ ان کے حق میں نامناسب اعتقاد رکھیں گے تو یہ ضرور کہا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کہا؟ اور اگر بالفرض آپ کے نزدیک ان کی خدا پرستی ثابت نہیں تو یہ بھی تو ثابت نہیں کہ انہوں نے کبھی کسی بت کے سامنے سر رکھا ہو یا اس پر نذر و قربانی چڑھائی ہو۔ پس جب دونوں جانب لاعلمی میں مساوی ہیں تو بموجب ہدایت قرآنی وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل پ۱۵) یعنی نہ پیچھے لگ اس بات کے جس کا تجھے علم نہیں۔ آپ فتوے میں دونوں جانبوں کو مساوی رکھیں اور ادب و احتیاط کی رو سے اپنی زبان کو بند رکھیں۔ ھٰذا واللہ الہادی ۔ (سیرت المصطفٰے صفحہ ۸۹ تا ۹۲ جلد اول)

میر اہل حدیث مزید لکھتے ہیں:

۱۔ ابوبکر ابن عربی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے " جو لوگ ایذار دیتے ہیں خدا اور اس کے رسول کو، ان پر لعنت کی خدا نے دنیا میں اور آخرت میں بھی (الاحزاب ۲۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس سے زیادہ کون سی ایذا ہے کہ آپ کے والدین کو دوزخی کہا جائے۔ (سیرت المصطفیٰ ۱/۱۰۴)

آگے چل کر واشگاف الفاظ میں حقیقت رقم کرتے ہیں :

" جماعت اہل حدیث کے گستاخ ہیرو اپنے مسلک کے مخالف علماء (متقدمین ہوں یا متاخرین) کو کوسنے میں خوب مشتاق ہیں۔ ملاحظہ ہو (الجرح علی ابی حنیفہ) یعنی مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی، امام سیوطی سے بہت خفا۔ ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اور دیگر آباء و اجداد و امجاد کے متعلق ایسے رسالے کیوں لکھے۔ مسئلہ میں اختلاف دیگر امر ہے لیکن کسی بزرگ کی منقصت جائز نہیں۔

(سیرت المصطفیٰ ص ۱/۱۰۵ برحاشیہ)

مزید لکھتے ہیں !

جس روز میں سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مکرمین کے متعلق مضمون لکھنے والا تھا۔ طاقت بھر مطالعہ کرنے کے بعد تازہ غسل کیا۔ وضو کیا۔ اور دو رکعت نماز طلبِ مغفرت اور مدد کیلئے پڑھی اور سجدوں اور التحیات میں شرح صدر کی دعائیں مانگیں۔

الحمد للہ ! کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے طمانیت بخشی اور اب میں پورے ثلج خاطر سے مضمون لکھنے لگا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور اسے میرے لیئے ذخیرہ عاقبت بنا دے اور قیامت کے روز اپنے حبیب پاک کے جھنڈے

تلے جگہ دیوے۔ جن کے والدین کی عظمت ومحبت سے اس نے میرا دل و دماغ معمور و پر نور کر دیا ہے۔

وجدانی طور پر دل میں اتنی کشادگی ہے کہ گرد و پیش کی وسعتیں میرے سینے میں سمائی ہوئی ہیں۔ اور اوپر سے یہ معلوم ہے کہ کسی شے نے مجھے زور سے دبایا ہوا ہے۔ اس لیے حضرات علماء سے التماس ہے کہ جن کو اس امر میں اختلاف ہو وہ ظاہری دلائل پہ اکتفا نہ کرتے ہوئے مجاہدہ و ریاضت سے بھی خدائے تعالیٰ سے شرح صدر کی دعائیں کریں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (عنکبوت پ۲۱)

وَبِاللّٰہِ اَعْتَصِمُ عَمَّا یَصِمُ۔

سیرت المصطفیٰ ص ۱۰۷ (طابع ساجد میر)
ناشر مکتبہ اہلحدیث میانہ پورہ سیالکوٹ
لپسرور ضلع سیالکوٹ

عثمانی کہتا ہے: ؎

برا ابرار کو مت کہہ اگر بری بات ہے یہ
جان کر حق کو چھپانا ہاں ظلمات ہے یہ

دل دکھانا وہ بھی اللہ کے محبوبوں کا
اصل بدبختی ہے شیطان کے موالات ہے یہ

جن کا جس صلب میں جگہ میں ماہ کامل
بانی عالم سے جدا انہوں نے سوغات ہے یہ

میرے محبوب کے ماں باپ ہیں مقبول خدا
بانی نسبت کی عجب انہوں خیرات ہے یہ

دعویٰ ایماں بھی ہے تشنیع بر خوباں بھی
دو رخے پن کی حیا سوز خرافات ہے یہ

ذکر سرکار دو عالم ہے نرالا ! واللہ
وا، ہو جو دیدۂ دل نور کی برسات ہے یہ

مجھ سا سیہ کار، کئی بار مدینے جائے
رحمت سرور عالم کی کرامات ہے یہ

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا ایمان و عظمت

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! دَعَانِیْ اِلَی الدُّخُوْلِ فِیْ دِیْنِكَ اَمَارَةٌ لِنُبُوَّتِكَ رَاَیْتُكَ فِی الْمَهْدِ تُنَاغِی الْقَمَرَ وَتُشِیْرُ اِلَیْهِ بِاِصْبَعِكَ فَحَیْثُ اَشَرْتَ اِلَیْهِ مَالَ. (البدایہ والنہایہ ج۲ ص۲۶۶)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کے لیے آپ کی نبوت کی ایک علامت نے دعوت دی۔ وہ یہ کہ میں نے آپ کو (بچپن میں) پنگھوڑے میں دیکھا کہ آپ چاند کو اپنے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور وہ آپ کے اشارے پر ادھر ہی جھک جاتا تھا۔ جدھر آپ اشارہ کرتے تھے۔

مقام غور ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن مبارک میں صرف ایک علامت نبوت ایمان کی طرف کھینچ لائی اور جس شخصیت نے ایک دو نہیں، کثیر التعداد علامات نبوت اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ کیا ہو اس کے عرفان و ایقان کی کیا شان ہوگی۔ اور جن کو قدرت کی طرف سے غیبی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام و مقام، فضائل و کمالات اور شان و شوکت سے آگاہ کر دیا گیا ہو۔ پھر ان کے ایمان میں شک و شبہ کرنا کسی مسلمان کیلئے کیسے زیبا ہو سکتا ہے؟ لہٰذا جناب عباس والا واقعہ مذکورہ، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر دلالت کرتا ہے۔

سیدہ آمنہ کا سارا گھر بقعہ نور بن گیا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ اُمِّیْ: اَنَّهَا شَهِدَتْ وِلَادَةَ

آمِنَۃَ بِنْتِ وَھْبٍ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ وَلَدَتْہُ قَالَتْ فَمَا شَیْئٌ اَنْظُرُ اِلَیْہِ فِی الْبَیْتِ اِلَّا نُوْرٌ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی النُّجُوْمِ تَدْنُوْا حَتّٰی اِنِّیْ لَاَقُوْلُ لَیَقَعْنَ عَلَیَّ (دلائل النبوۃ للبیہقی ص۱۱۱)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: میری والدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ سیّدہ آمنہ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت والی رات حاضرِ خدمت تھیں۔ فرماتی ہیں، پورے گھر بھر کی جس چیز کی طرف میں دیکھتی وہ نور بنی ہوئی نظر آتی تھی۔ میں نے ستاروں کو دیکھا کہ وہ (صحنِ آمنہ پر) اتنے قریب جھکے ہوئے ہیں کہ میں (اپنے دل میں) کہنے لگی کہ یہ تو میرے اوپر گر پڑیں گے۔

سبحان اللہ! خدمتِ اقدس میں کچھ لمحات گزارنے والوں نے جب ایسی روشن نشانیاں سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کی ہیں تو جس کے شکم مبارک میں اس پیکرِ فیوض و برکات نے نو ماہ کا عرصہ گزارا ہو جس کی مبارک گود میں اس نورِ مبین کی جلوہ گری ہوئی ہو اس کے دیدۂ پاک کی تابانیوں اور نور افشانیوں کے کیا کہنے!

بُت خانوں میں زلزلے برپا ہو گئے

وَاَخْرَجَ الْخَرَائِطِی (فِی الْھَوَاتِفِ) وَابْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ عُرْوَۃَ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ قُرَیْشٍ مِّنْھُمْ وَرَقَۃُ بْنُ نَوْفَلٍ وَزَیْدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ وَعُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ جَحْشٍ وَعُثْمَانُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ کَانُوْا عِنْدَ صَنَمٍ لَّھُمْ یَجْتَمِعُوْنَ اِلَیْہِ فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ لَیْلَۃً فَرَاَوْہُ مَکْبُوْبًا عَلٰی وَجْھِہٖ فَاَنْکَرُوْا ذٰلِکَ فَاَخَذُوْہُ فَرَدُّوْہُ اِلٰی حَالِہٖ فَلَمْ یَلْبَثْ اَنِ انْقَلَبَ انْقِلَابًا عَنِیْفًا فَرَدُّوْہُ اِلٰی حَالِہٖ فَانْقَلَبَ الثَّالِثَۃَ فَقَالَ عُثْمَانُ

بْنُ الْحُوَيْرِثِ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ قَدْ حَدَثَ وَذَالِكَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي وُلِدَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ عُثْمَانُ يَقُوْلُ شِعْرًا:

أَيَا صَنَمَ الْعِيْدِ الَّذِيْ صُفَّ حَوْلَهُ صَنَادِيْدُ وَفْدٍ مِّنْ بَعِيْدٍ وَّمِنْ قُرْبٍ

تَنَكَّسْتَ مَقْلُوْبًا فَمَا ذَاكَ قُلْ لَنَا أَذَاكَ سَفِيْهٌ أَمْ تَنَكَّسْتَ لِلْعَتْبِ

فَاِنْ كَانَ مِنْ ذَنْبٍ اَسَأْنَا فَاِنَّنَا نَبُوْءُ بِاِقْرَارٍ وَنَلْوِيْ عَنِ الذَّنْبِ

وَاِنْ كُنْتَ مَغْلُوْبًا تَنَكَّسْتَ صَاغِرًا فَمَا اَنْتَ فِي الْاَوْثَانِ بِالسَّيِّدِ الرَّبِّ

قَالَ فَاَخَذُوا الصَّنَمَ فَرَدُّوْهُ اِلٰى حَالِهِ

فَلَمَّا اسْتَوٰى هَتَفَ بِهِمْ هَاتِفٌ مِّنَ الصَّنَمِ بِصَوْتٍ جَهِيْرٍ وَهُوَ يَقُوْلُ:

تَرَدّٰى لِمَوْلُوْدٍ اَنَارَتْ بِنُوْرِهٖ جَمِيْعُ فِجَاجِ الْاَرْضِ بِالشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

وَخَرَّتْ لَهُ الْاَوْثَانُ طُرًّا وَاُرْعِدَتْ قُلُوْبُ مُلُوْكِ الْاَرْضِ طُرًّا مِّنَ الرُّعْبِ

وَنَارُ جَمِيْعِ الْفُرْسِ بَاخَتْ وَاَظْلَمَتْ وَقَدْ بَاتَ شَاهُ الْفُرْسِ فِيْ اَعْظَمِ الْكَرْبِ

وَصُدَّتْ عَنِ الْكُهَّانِ بِالْغَيْبِ جِنُّهَا فَلَا مُخْبِرٌ عَنْهُمْ بِحَقٍّ وَّلَا كِذْبِ

فَيَا لَقُصَيٍّ اِرْجِعُوْا عَنْ ضَلَالِكُمْ وَهُبُّوْا اِلَى الْاِسْلَامِ وَالْمَنْزِلِ الرَّحْبِ

(الخصائص الکبریٰ صفحہ ۸۸-۸۹ جلد اوّل)

خرائطی (ہواتف میں) اور ابن عساکر عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ جن میں ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل، عبد اللہ بن جحش اور عثمان بن الحویرث شامل تھے۔ ایک رات ایک بُت کے پاس جمع ہوئے۔ دیکھا کہ وہ (بُت) منہ کے بل گرا پڑا ہے۔ انہوں نے اسے بُرا جانا۔ اور اسے سیدھا کھڑا کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر زور سے گر پڑا۔ انہوں نے پھر سیدھا کر دیا مگر تیسری مرتبہ پھر گر گیا۔ تو عثمان بن الحویرث کہنے لگا ضرور کوئی نہ کوئی بات ہوئی ہے۔

یہ وہ رات تھی جس میں رسول ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی۔ اس موقع پر عثمان نے یہ اشعار کہے۔

اے صنم! تیرے پاس دور دراز سے آتے ہوئے عرب سردار جمع ہیں۔ تو الٹا پڑا ہے۔ کیا تجھے کسی چیز نے تکلیف پہنچائی ہے یا تو خود کھیل رہا ہے۔ اگر ہم سے کوئی گناہ ہوا ہے تو ہم اقرار کرتے ہیں اور گناہ سے بچتے ہیں۔ اور اگر تو ذلیل و مغلوب ہو کر جھک گیا ہے تو تو بتوں کا سردار اور رب نہیں ہے۔

پھر اس کو دوبارہ کھڑا کر دیا مگر پھر اس سے یہ آواز آئی۔

یہ صنم تباہ ہو گیا ہے اس بچے کی ولادت کے سبب جس کے نور سے ساری دنیا روشن ہو گئی ہے۔ سارے ہی صنم اس کی آمد پر گر پڑے اور بادشاہوں کے دل اس کے رعب سے کانپنے لگے۔ نارِ فارس بجھ گئی اور ٹھنڈی ہو گئی جس کی وجہ سے فارس کا بادشاہ سخت رنج میں ہے۔ کاہنوں سے ان کے جن غائب ہو گئے۔ اب انہیں کوئی جھوٹی سچی خبر پہنچانے والا نہیں رہا۔ اے قصی کی اولاد اپنی گمراہی سے باز آجاؤ اور اسلام کے کشادہ دامن میں پناہ لے لو۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اِرْتَجَسَ اِيْوَانُ كِسْرٰى وَسَقَطَتْ مِنْهُ اَرْبَعَةَ عَشَرَ شُرَّافَةً

کسریٰ کا محل دَھل گیا اور اس کے چودہ برج گر گئے۔

وَخَمِدَتْ نَارُ فَارِسٍ وَلَمْ تَخْمُدْ قَبْلَ ذَالِكَ بِاَلْفِ عَامٍ ؛

آتش کدہ ایران بجھ گیا جو ایک ہزار سال سے مسلسل دھک رہا تھا۔

لمحۂ فکریہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کوئی معمولی سا امر نہیں ہے۔ رب العالمین کے محبوبِ مکرم کی جلوہ گری ہے۔ امام الانبیاء کی تشریف آوری ہے۔ ہادی الامم کی آمد ہے۔ شفاعتِ کبریٰ کے تاج والے کی رونق افروزی ہے۔ کفر و شرک کی نجاستوں اور

بتوں کی خباثتوں سے زمین کو پاک کرنے والے کی آمد ہے۔ حق کی عظمتوں کے جھنڈے بلند کرنے والے کی آمد ہے۔

خدارا خدالگتی کہیے! جب آپ کی ولادت کا فیضان وجدان ایران کے آتش کدہ تک پہنچ رہا ہے۔ قیصر و کسریٰ کے کنگروں تک پہنچ رہا ہے تو پھر رحمۃ للعالمین کو جنم دینے والی ماں آپ کی رحمتوں، برکتوں کے اثر سے محروم کیسے رہ سکتی ہے؟ جس کی ولادت پر بت خانوں کے بت قائم نہ رہ سکے اس کی والدہ بتوں کی پجاری ہو!! قدرت کو یہ کب گوارا ہو سکتا ہے۔ ماں بھی وہ جسے قدرت کی طرف سے اس سعادت کے متعلق روشن اشارے ملے ہوں۔ بشارتیں دی گئی ہوں۔

عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ قَالَ وَكَانَتْ آمِنَةُ بِنْتُ وَهْبٍ اُمُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحَدِّثُ اَنَّهَا اُتِيَتْ حِيْنَ حَمَلَتْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّكِ قَدْ حَمَلْتِ بِسَيِّدِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فَاِذَا وَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ فَقُوْلِيْ اُعِيْذُهُ بِالْوَاحِدِ۔ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ:

دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۱۱۱ج ۱، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۲۱
مولد رسول اللہ لابن کثیر صفحہ نمبر ۱۶

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیان فرمایا کرتی تھیں کہ دوران حمل میرے پاس کوئی آنے والا آیا اور اس نے کہا، تو اس امت کے سردار کو اپنے شکم پاک میں لیے ہوئے ہے۔ جب اُن کی زمین پر جلوہ گری ہو تو یہ کہنا کہ میں ہر حسد کرنے والے کے حسد سے اسے اللہ واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔
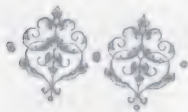
اے قبیلہ قریش خوشیاں مناؤ

وَاَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَهُوْدِيٌّ قَدْ سَكَنَ مَكَّةَ يَتَّجِرُ بِهَا فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَجْلِسٍ مِنْ قُرَيْشٍ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ هَلْ وُلِدَ فِيْكُمُ اللَّيْلَةَ مَوْلُوْدٌ؟ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا نَعْلَمُهُ قَالَ احْفَظُوْا مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وُلِدَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ نَبِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْاٰخِرَةِ۔ الخ

الخصائص الکبریٰ ص ۹۴

السیرت النبویہ احمد بن زینی دحلان ص ۴۸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

آپ فرماتی ہیں مکہ میں ایک یہودی سکونت پذیر تھا۔ جو کہ وہاں تجارت کرتا تھا۔ پس جب وہ رات آئی جس میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس یہودی نے قریش کی ایک محفل میں جا کر پوچھا۔ اے قریش! کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ قوم نے بے خبری کا اظہار کیا، اس یہودی نے کہا کہ میری بات خوب یاد کر لو اس رات اس آخری اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اور اے قریشیو وہ تمہارے قبیلے میں سے ہوگا اور اس کے کندھے پر ایک جگہ بالوں کا گچھا ہوگا۔ لوگ یہ بات سُن کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہر شخص نے اپنے گھر والوں سے پوچھا انہیں بتایا گیا کہ آج رات عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کو محمد کے بابرکت نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

لوگوں نے یہودی کو آ کر بتایا۔ اس نے کہا مجھے لے چلو اور مجھے وہ مولود

دکھاؤ۔ چنانچہ وہ اسے لے کر حضرت آمنہ کے گھر آئے۔ انہوں نے حضرت آمنہ سے کہا کہ ہمیں اپنا فرزند دکھاؤ۔ وہ بچے کو اٹھا کر ان کے پاس لے آئیں۔ انہوں نے اس بچے کی پشت سے کپڑا اٹھایا۔ وہ یہودی بالوں کے اس گچھے کو دیکھ کر غش کھا کر گرا پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ اس نے بصد حسرت کہا کہ بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہو گئی ہے۔ اے قبیلۂ قریش تم خوشیاں مناؤ۔ اس مولودِ مسعود کی برکت سے مشرق و مغرب میں تمہاری عظمت کا ڈنکا بجے گا۔

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں، میں اس رات کعبہ میں تھا۔ میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب بت اپنی اپنی جگہ سے سر بسجود کے بل گر پڑے ہیں اور دیوارِ کعبہ سے یہ آواز آ رہی ہے۔

وُلِدَ الْمُصْطَفٰی وَالْمُخْتَارُ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْکُفَّارُ وَیُطَهِّرُ مِنْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ وَیَأْمُرُ بِعِبَادَةِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ :

مصطفےٰ اور مختار پیدا ہوئے ہے۔ اس کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے اور کعبہ بتوں کی عبادت سے پاک ہو گا۔ اور وہ اللہ کی عبادت کا حکم دے گا جو حقیقی بادشاہ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (ضیاء النبی صـ ۳۲/۲)

قارئین کرام: غور فرمائیں، جس کی عظمتوں اور برکتوں کے ڈنکے مشرق و مغرب میں بجیں۔ جس کی وجہ سے کفار ہلاک ہوں اور کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک فرمایا جائے تو اس کی والدہ ماجدہ کے فیضانِ نسبت کا کیا کہنا:

کیونکہ سب کی سب رحمتیں اور برکتیں پہلے سیدہ آمنہ کے شکم پاک میں آئیں اور پھر آپ کی گود میں جلوہ گر ہو کر یہاں سے ساری کائنات میں پھیلیں۔

○○○

آمنہ امن ایمان دا مرکز دھماں پیاں وچہ جہاناں
کل ماواں وچہ قسم خدا دی اُس ماں دیاں اُچیاں شاناں
چن نبوت گود جہدی وچہ ہے جلوہ فرمایا !
چوداں طبقاں دے وچہ رب نے اوسدا شان ودھایا
کون ہووے ؟ دو جگ وچہ اوسدا ہم سر تے ہم پلہ
جسدی گود مبارک دے وچہ ہویا نور تجلّٰہ
(نصیر عثمانی)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے یہ منظر بھی دیکھا :

وَرَوَی الْحَافِظُ اَبُوْ زَکَرِیَّا یَحْیٰی بْنُ عَائِذٍ فِی مَوْلِدِہٖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ اٰمِنَۃَ کَانَتْ تُحَدِّثُ عَنْ یَوْمِ مِیْلَادِہٖ وَمَا رَاَتْ مِنَ الْعَجَائِبِ قَالَتْ بَیْنَا اَنَا اَعْجَبُ اِذَا بِثَلَاثَۃِ نَفَرٍ ظَنَنْتُ اَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ مِنْ خِلَالِ وُجُوْہِہِمْ بِیَدِ اَحَدِہِمْ اِبْرِیْقُ فِضَّۃٍ وَفِیْ ذَالِکَ الْاِبْرِیْقِ رِیْحٌ کَرِیْحِ الْمِسْکِ وَفِیْ یَدِ الثَّانِیْ طَسْتٌ مِنْ زُمُرُّدَۃٍ خَضْرَاءَ عَلَیْہَا اَرْبَعَۃُ نَوَاحِیْ عَلٰی کُلِّ نَاحِیَۃٍ مِنْ نَوَاحِیْہَا لُؤْلُؤَۃٌ بَیْضَاءُ وَاِذَا قَائِلٌ یَقُوْلُ ہٰذِہِ الدُّنْیَا شَرْقُہَا وَغَرْبُہَا وَبَرُّہَا وَبَحْرُہَا فَاقْبِضْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ عَلٰی اَیِّ نَاحِیَۃٍ شِئْتَ مِنْہَا قَالَتْ فَدُرْتُ لِاَنْظُرَ اَیْنَ قَبَضَ مِنَ الطَّسْتِ فَاِذَا ہُوَ قَدْ قَبَضَ عَلٰی وَسَطِہَا فَسَمِعْتُ الْقَائِلَ یَقُوْلُ قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلَی الْکَعْبَۃِ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اَمَا اِنَّ اللّٰہَ قَدْ جَعَلَہَا لَہٗ قِبْلَۃً وَمَسْکَنًا مُبَارَکًا وَرَاَیْتُ بِیَدِ الثَّالِثَۃِ حَرِیْرَۃً بَیْضَاءَ مَطْوِیَّۃً طَیًّا شَدِیْدًا فَنَشَرَہَا فَاِذَا فِیْہَا خَاتَمٌ تَحَارُ اَبْصَارُ النّٰظِرِیْنَ دُوْنَہٗ ثُمَّ جَاءَ اِلَی ابْنِیْ فَنَاوَلَہٗ صَاحِبُ الطَّسْتِ فَغَسَلَہٗ بِذَالِکَ الْاِبْرِیْقِ سَبْعَ

مَرَّاتٍ ثُمَّ خَتَمَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ بِالْخَاتِمِ خَتْمًا وَاحِدًا وَلَفَّهُ فِي الْحَرِيْرِ وَ
مَرْبُوْطًا عَلَيْهِ بِخَيْطٍ مِّنَ الْمِسْكِ الْاَذْفَرِ ثُمَّ حَمَلَهُ فَاَدْخَلَهُ بَيْنَ اَجْنِحَتِهٖ
سَاعَةً قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ ذَالِكَ رِضْوَانُ خَازِنُ الْجِنَانِ وَقَالَ فِي اُذُنِهٖ
كَلَامًا لَمْ اَفْهَمْهُ وَقَالَ اَبْشِرْ يَا مُحَمَّدُ فَمَا بَقِيَ لِنَبِيٍّ عِلْمٌ وَقَدْ اُعْطِيْتَهُ
فَاَنْتَ اَكْثَرُهُمْ عِلْمًا وَاَشْجَعُهُمْ قَلْبًا مَعَكَ مَفَاتِيْحُ النُّصْرَةِ قَدْ
اُلْبِسْتَ الْخَوْفَ وَالرُّعْبَ لَا يَسْمَعُ اَحَدٌ بِذِكْرِكَ اِلَّا وَجِلَ فُؤَادُهٗ وَخَافَ
قَلْبُهٗ وَاِنْ لَّمْ يَرَكَ يَا خَلِيْفَةَ اللّٰهِ :

(الخصائص الکبریٰ ص۸۳ مطبوعہ بیروت)

حافظ ابوزکریا یحییٰ بن عائذ ذکرِ میلاد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے آپ کے یومِ میلاد اور اس دن کے عجائبات کے بارے میں بیان کیا کہ میں ان واقعات پر تعجب کر رہی تھی کہ تین شخص نظر آئے یوں لگتا تھا کہ سورج ان کے چہروں سے طلوع ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ (لوٹا) تھا جس میں سے مشک کی سی خوشبو آ رہی تھی، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا تھال تھا۔ اس کے چار کونے تھے۔ ہر کونے پر ایک سفید موتی لگا تھا۔ کسی کہنے والے نے کہا:۔

یہ تمام دنیا ہے مشرق و مغرب اور بحر و بر سمیت، اے اللہ کے حبیب محترم اس کے جس کونے پر چاہو قبضہ کر لو۔

(سیدہ فرماتی ہیں) میں نے نظر پھیر کر دیکھا کہ تھال کے کس کونے پر آپ قبضہ کرتے ہیں تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ نے اس کے درمیان پر قبضہ کر لیا۔ ندا آئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ رب کعبہ کی قسم اور کعبہ کے رب نے اسے ان کا قبلہ اور ان کی مبارک رہائش گاہ بنا دیا۔ (سیدہ آمنہ فرماتی ہیں)

میں نے تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشمی کپڑا دیکھا جو بڑی اچھی طرح لپیٹا گیا تھا اس نے وہ کپڑا کھولا اور اس میں سے ایک ایسی انگوٹھی نکالی جسے دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جائیں۔ پھر وہ میری طرف آنے لگا تو تھال والے نے یہ انگوٹھی لے لی اور اُسے سات مرتبہ اُس آفتابے سے انگوٹھی کو دھویا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان ایک ہی مرتبہ مہر لگا دی اور پھر اسے ریشم میں لپیٹ لیا اور اس میں مشک کا دھاگا باندھ دیا پھر کچھ دیر اسے اپنے پروں میں رکھا۔ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مہر لگانے والا) رضوان خازن جنت تھا۔ (سیدہ فرماتی ہیں) اور پھر اُس نے آپ کے کان میں کچھ بات کہی جسے میں سمجھ نہ سکی اور (پھر اُس نے یہ) کہا اے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بشارت ہو کسی نبی سے جو علم بچ گیا تھا وہ آپ کو عطا کر دیا گیا۔ (یعنی آپکو کُلّی علوم دے دیئے گئے ہیں) اس لئے آپ علم کے اعتبار سے تمام نبیوں سے بڑھ کر ہیں اور آپ دل کے اعتبار سے سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ آپ کو کامیابی کی چابیاں مل گئی ہیں آپ کو رعب و دبدبہ دے دیا گیا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ جو شخص بھی آپ کا نام سُنے گا اس کا دل آپ کو دیکھے بغیر ہی دہل جائیگا اور کانپ جائے گا۔

مہدِ مبارک میں گفتگو

قَالَ الْحَافِظُ اَبُو الْفَضْلِ بْنِ حَجَرٍ فِیْ شَرْحِ الْبُخَارِیْ فِیْ سِیَرِ الْوَاقِدِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکَلَّمَ اَوَائِلَ مَا وُلِدَ وَ ذَکَرَ ابْنُ سَبْعٍ فِی الْخَصَائِصِ اَنَّ مَہْدَہٗ کَانَ یَتَحَرَّکُ بِتَحْرِیْکِ الْمَلَائِکَۃِ وَاِنَّ اَوَّلَ کَلَامٍ تَکَلَّمَ بِہٖ اَنْ قَالَ : اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا :

(الخصائص الکبریٰ صہ ۱۹)

حافظ ابوالفضل ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔ کہ سیر الواقدی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی تکلم فرمایا۔ ابن سبع "الخصائص" میں ذکر کرتے ہیں کہ مہد مبارک کو فرشتے ہلاتے تھے اور آپ نے سب سے پہلے جو کلام فرمایا وہ یہ تھا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا ط وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گر گئے

قَالَتْ اٰمِنَۃُ لَقَدْ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ وَضْعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْرًا اَضَاءَتْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ حَتّٰی رَاَیْتُھَا وَقَالَتْ اٰمِنَۃُ وَلَدْتُہٗ جَاثِیًا عَلٰی رُکْبَتَیْہِ یَنْظُرُ اِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَۃً مِّنَ الْاَرْضِ وَاَھْوٰی سَاجِدًا ۔ (الوفاء لابن جوزی)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات ایک نور دیکھا جس کے سامنے شام کے محلات چمک اٹھے حتی کہ میں نے انہیں (سر کی آنکھوں سے) دیکھا۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ولادت گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے تشریف لائے آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے پھر آپ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی لی اور سجدہ میں گر گئے۔

خدا کی قسم! شیطان اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ بنت حارث نے بیان کیا کہ میں قحط

کے سال سعد بن ابی بکر کی کچھ عورتوں کے ساتھ مکہ پہنچی۔ میں اپنی گدھی پر آئی۔ ہمارے ساتھ ہمارا ایک بچہ تھا اور ایک بوڑھی اونٹنی تھی جو ایک قطرہ بھی دودھ نہیں دیتی تھی اور ہم اس رات اپنے اس بچے کے ساتھ ساری رات نہیں سوئے کیونکہ نہ تو میری چھاتی میں دودھ تھا اور نہ اونٹنی دودھ دے رہی تھی۔ الغرض ہم مکہ آ گئے۔ اور میری جان پہچان کی سب عورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشکش کی گئی مگر سب نے یہ سن کر کہ یتیم ہیں انکار کر دیا۔ میرے سوا سب عورتوں کو دودھ پلانے کے لیے کوئی نہ کوئی بچہ مل گیا مجھے آپ کے سوا کوئی بچہ لینے کیلئے نہ تھا۔ تو میں نے اپنے شوہر سے کہا مجھے پسند نہیں کہ میں اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ بغیر بچے کے واپس جاؤں۔ میں تو اس یتیم کو لے لیتی ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کو لے لیا۔ ابھی میں اپنے پڑاؤ تک نہیں پہنچی تھی کہ میری چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں۔ پھر آپ نے اور آپ کے بھائی نے خوب سیراب ہو کر دودھ پیا۔ پھر میرے شوہر نے اپنی بوڑھی اونٹنی کو دیکھا کہ وہ بھی دودھ سے بھری ہوئی ہے۔ انہوں نے اس کا دودھ نکالا، انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی۔ یہاں تک کہ (ہم) دونوں سیراب ہو گئے۔ ہم نے اچھی طرح رات گزاری میرے شوہر نے کہا خدا کی قسم اے حلیمہ! تم نے بہت مبارک بچہ لے لیا ہے۔ دیکھو آج کی رات کیسی خیر و برکت والی گزری ہے۔

الغرض ہم اپنے وطن واپس لوٹ گئے واپسی پر میری گدھی اس طرح چل رہی تھی کہ قافلہ کی کوئی بھی سواری اس کا مقابلہ نہیں کر پا رہی تھی۔ یہاں تک کہ میری ساتھنوں نے کہا: یہ وہی گدھی ہے جس پر تم ہمارے ساتھ آئی تھی۔ میں نے کہا ہاں وہی ہے۔ کہنے لگیں اب تو اس کا خوب رنگ ہے۔ پھر ہم بنی سعد کی سرزمین میں داخل ہو گئے۔ اور اس سے زیادہ خشک زمین کوئی نہیں ہے۔

مگر میری بکریاں وہاں سے شام کو پیٹ بھری ہوئی اور دودھ سے لبریز آتی تھیں۔ غرض ہم (خود) اور ہمارے جانور، خوب مزے میں تھے جبکہ لوگوں کی بکریاں ایک قطرہ دودھ نہ دیتیں اور شام کو بھوکی واپس آتیں۔ سب لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے وہاں چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں۔ چنانچہ وہ میری بکریوں کے ساتھ چرا کر بھی شام کو واپس لاتے تو بکریاں بھوکی ہوتیں اور ان میں دودھ نہ ہوتا اور میری بکریاں سیراب اور دودھ سے بھری ہوتی تھیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں برکتیں دکھلاتا رہا۔ یہاں تک آپ دو سال کے ہوگئے۔ آپ اس تیزی سے بڑھ رہے تھے کہ جس تیزی سے عموماً بچے نہیں بڑھا کرتے۔

آپ دو سال میں خوب بڑے ہوگئے اور کھانے پینے لگے۔ ہم آپ کو لے کر آپ کی والدہ کے پاس آئے اور ہم آپ کی برکتیں دیکھ کر آپ کو اپنے پاس رکھنے پر بڑے حریص تھے چنانچہ ہم نے آپ کی والدہ پر خوب اصرار کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہاں کر دی۔ آپ کو (دوبارہ) ساتھ لائے ہوئے دو تین ماہ گزرے تھے کہ آپ گھروں کے پیچھے جہاں ہمارے جانور بندھے ہوتے تھے۔ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ (وہاں) چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کا رضاعی بھائی آیا اور بتایا کہ میرے قریشی بھائی کے پاس دو سفید پوش آدمی آئے انہوں نے آپ کو لٹایا اور آپ کا بطن چاک کر دیا۔ یہ سن کر میں اور آپ کے (رضاعی) والد دوڑتے ہوتے گئے۔ ہم نے دیکھا آپ کھڑے ہوئے ہیں اور آپ کا رنگ اڑا ہوا ہے۔ آپ کے باپ نے آپ کو گلے لگایا اور پوچھا۔ اے میرے بیٹے کیا ہوا؟ فرمایا میرے پاس دو سفید پوش آئے۔ ان دونوں نے مجھے لٹایا اور میرا پیٹ چاک کر کے اس سے کچھ نکال کر پھینک دیا۔ اور پھر میرا پیٹ جیسا تھا ویسا ہی کر دیا۔ اس پر آپ کے (رضاعی) والد کہنے لگے مجھے ڈر ہے کہیں میرے بیٹے پر

کوئی اثر نہ ہو جائے۔ اس سے قبل کہ ہم کوئی ناگوار بات دیکھیں۔ ان کو ان کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیں۔

چنانچہ ہم آپ کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس پہنچ گئے۔ وہ بولیں کیا بات ہوئی؟ تم تو ان کے حد درجہ خواہشمند تھے۔ ہم نے کہا ہمیں ان کے ضائع ہو جانے اور کوئی بات پیش آجانے کا ڈر ہے۔

سیدہ آمنہ نے فرمایا۔ نہیں ایسا نہیں ہے جو سچی بات ہے وہ بتاؤ۔ انہوں نے جب اصرار کیا تو ہم نے سارا قصہ سنا دیا۔

قَالَتْ اَخَشِيْتُمَا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِ سَبِيْلٌ وَاِنَّهٗ لَكَائِنٌ لِاِبْنِيْ هٰذَا شَاْنٌ اَلَا اُخْبِرُكُمَا خَبَرَهٗ قُلْنَا بَلٰى الخ

سیدہ آمنہ نے فرمایا کیا تمہیں ان پر شیطان کا خوف ہے۔ قسم بخدا شیطان ان پر راہ نہیں پا سکتا۔ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی۔ کیا تمہیں اس کا واقعہ سناؤں۔ ہم نے کہا ضرور۔ (سیدہ آمنہ نے) فرمایا مجھے آپ کا حمل بالکل ہلکا تھا میں نے زمانہ حمل میں خواب دیکھا کہ مجھ سے ایک نور طلوع ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ پھر جب آپ پیدا ہوئے تو اس طرح نہیں جس طرح بچے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ زمین پر ٹکے ہوئے تھے اور آپ آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے تھے۔ خیر تم انہیں چھوڑ جاؤ۔

الخصائص الکبریٰ ص ۹۱ تا ۹۳ ، دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۱۲۳ تا ۱۲۶

قارئین محترم! یہ ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ جو حلیمہ سعدیہ سے اپنی اس گفتگو میں گویا حق و حقانیت کی فتح و غلبہ کا اور کفر و شیطنت کی شکست و مغلوبیت کا اعلان و اظہار فرما رہی ہیں۔ تبھی تو آپ قسمیں اٹھا اٹھا کر فرماتی ہیں کہ میرے شہزادے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک شیطان کی رسائی نہیں ہے۔ ایسی تو میں

اس کا بال بیکا نہیں کر سکتیں اور میرے بیٹے (جناب عبداللہ کے چاند) کی بڑی عظمت و شان ہوگی۔

ایک اور دلیل عرفانی

(وَ وَدَعَتْ اَنَا اُمَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ثُمَّ رَكِبْتُ اَتَانِي) حِمَارِيَ الْاُنْثٰى وَ يُقَالُ حِمَارَةٌ بِالْهَاءِ عَلٰى قِلَّةٍ (وَاَخَذْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بَيْنَ يَدَيَّ قَالَتْ فَنَظَرْتُ اِلَى الْاَتَانِ وَقَدْ سَجَدَتْ) خَفَضَتْ رَاْسَهَا اَوْ وَضَعَتْ وَجْهَهَا عَلَى الْاَرْضِ وَهُوَ الظَّاهِرُ فَلَا مَانِعَ (نَحْوَ) اَيْ جِهَةِ (الْكَعْبَةِ ثَلَاثَ سَجَدَاتٍ وَرَفَعَتْ رَاْسَهَا اِلَى السَّمَاءِ) اَلْهَمَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِعْلَ ذٰلِكَ شُكْرًا لَهُ اَنْ خَصَّهَا بِكَوْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عَلٰى ظَهْرِهَا (ثُمَّ مَشَتْ حَتّٰى سَبَقَتْ دَوَابَّ النَّاسِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعِي وَصَارَ النَّاسُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنِّيْ) .... قَالَتْ حَلِيْمَةُ (فَكُنْتُ اَسْمَعُ اَتَانِيْ تَنْطِقُ وَتَقُوْلُ وَاللّٰهِ اِنَّ لِيْ لَشَاْنًا ثُمَّ لَشَاْنًا) وَكَاَنَّهُ قِيْلَ مَا ذَا الشَّاْنُ فَقَالَتْ (بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِيْ) اَعْطَانِيْ قُوَّةً قَدَرْتُ بِهَا عَلٰى سُرْعَةِ السَّيْرِ بَعْدَ مَا كُنْتُ كَالْمَيْتَةِ مِنَ الضُّعْفِ (وَرَدَّ سِمَنِيْ بَعْدَ هُزَالِيْ)۔

...... يَا نِسَاءَ بَنِيْ سَعْدٍ اِنَّكُنَّ لَفِيْ غَفْلَةٍ وَهَلْ تَدْرِيْنَ بِكُنَّ الرَّاكِبُ مَنْ) اَيِ الَّذِيْ (عَلٰى ظَهْرِيْ) وَقَوْلُهُ عَلٰى ظَهْرِيْ خَبَرٌ مُبْتَدَاءٌ خِيَارُ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَحَبِيْبُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ :

(شرح الزرقانی علی المواہب جلد ۱ ص ۱۴۴-۱۴۵ مطبوعہ بیروت)

(حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ

کو الوداع کہا۔ پھر میں اپنی دراز گوش پر سوار ہو گئی اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے بٹھایا۔ فرماتی ہیں میں نے دراز گوش کی طرف دیکھا کہ اُس نے سجدہ کیا یعنی سر کو جھکایا اپنے چہرے کو زمین پر رکھا کیونکہ سجدہ کا معنی یہ دوسرا ظاہرا بہتر ہے اور اس سے کوئی امر مانع بھی نہیں ہے۔ بہر حال دراز گوش نے جانب کعبہ تین مرتبہ ایسا سجدہ کیا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اللہ قدوس نے اُسے ایسا کرنا سکھا دیا تھا کہ وہ اس طرح کر کے اس بات کا شکریہ ادا کرے کہ آج اس کی پُشت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔

پھر وہ دراز گوش (اس شان سے) چلی کہ سب لوگ جو میرے ساتھ تھے اُن کی سواریوں سے آگے نکل گئی۔ اس پر میرے ہم سفر مجھ پر تعجب کرنے لگے.......

حلیمہ فرماتی ہیں میں اپنی دراز گوش سے یہ باتیں سُن رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "خدا کی قسم! میری شان بڑی عظیم ہے۔ اس پر ایک سوال ابھرا کہ وہ کیا شان ہے؟ تو دراز گوش نے (گویا اس سوال کا جواب دیتے ہوئے) کہا (وہ اس طرح کہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے۔ مجھے ایسی قوت عطا کی ہے جس کی وجہ سے مجھے تیز چلنے پر قدرت مل گئی ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے میں کمزوری کی وجہ سے مُردوں میں شمار ہونے کے برابر تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری کمزوری کو میری قوت میں تبدیل کر دیا ہے۔

اے بنی سعد کی عورتو! بے شک تم غفلت میں تھیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری پُشت پر کون سوار ہے؟ سب نبیوں سے اعلیٰ، سب رسولوں کے سردار، سب اولین و آخرین سے بہتر اور رب العالمین کے حبیب کریم۔

مقامِ غور و فکر: اس روایت میں اگرچہ بظاہر سیدہ آمنہ کے ایمان کے متعلق ذکر نہیں لیکن اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم اگر دراز گوش پر سواری فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اُسے علم ہو جاتا ہے کہ اس پر امام الانبیاء سوار ہیں۔

اور وہ از بہائم ہونے کے باوجود اپنی بلندیٔ قسمت پر اللہ تعالیٰ کیلئے سجدۂ شکر ادا کرتی ہے۔ حالانکہ اس پر کچھ دیر کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری فرمائی ہے۔

تو اس واقعہ سے اُس بلند بخت ماں کا مقام و مرتبہ جان لیں کہ جن کے بطن مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو ماہ جلوہ فرما رہے اور اس دوران اُن گنت عجائبات قدرت کے مشاہدات بھی جس کو میسر ہوئے، یہ کس طرح ممکن ہے؟ کہ، دراز گوش تو ایک سفر کی رفاقت سے اور وہ بھی سوار ہوتے ہی جان لے کہ مجھ پر سوار ہونے والا، اللہ کا پیارا رسول، سب رسولوں کا تاجدار ہے تو جس والدہ طیبہ طاہرہ نے اللہ تعالیٰ کے رسول معظم کو جنم دیا ہو، اُسے نہ رحمان کا پتہ ہو، نہ آپ کی شان کا علم ہو، نہ ایمان سے واقفیت ہو! فیا للعجب

مرکزِ امن و ایمان ہیں آمنہ
عزت و شرف کی آن ہیں آمنہ
سرورِ دین و دنیا کی ہیں والدہ
نورِ نسبت کی پہچان ہیں آمنہ
بختِ بالا میں وہ نادرِ دہر ہیں
فخرِ کونین کی جان ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
جلوہ گاہِ نبی کو جس کی بنی
خیر و برکات کی کان ہیں آمنہ

(فقیر عثمانی)

سیّدہ آمنہ کا سفرِ یثرب

(از ضیاآلنبیؐ) حضرت عبدالمطلب کے حالات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ آپ کے والدِ گرامی حضرت ہاشم نے یثرب کے بنی نجار خاندان کے رئیس عمرو بن لبید کی صاحبزادی سلمیٰ سے شادی کی، جس کے بطن سے شیبہ (عبدالمطلب) پیدا ہوئے۔ حضرت ہاشم تجارتی سفر پر فلسطین گئے ہوئے تھے کہ غزہ کے مقام پر انتقال فرمایا اور یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت عبداللہ شادی کے بعد کچھ عرصہ مکہ میں رہے پھر بغرضِ تجارت شام گئے۔ جب واپس لوٹے تو ان کا گزر یثرب سے ہوا۔ چند روز کیلئے اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے ننہال میں قیام کیا۔ اسی اثناء میں وہ بیمار ہو گئے۔ آپ کے دوسرے ساتھیوں نے چند روز انتظار کیا لیکن جب آپ کی طبیعت نہ سنبھلی تو وہ لوگ مکہ روانہ ہو گئے لیکن آپ رک گئے کہ صحت درست ہو تو سفر اختیار کریں۔ لیکن مشیّتِ الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپ کی طبیعت بگڑتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ آپ نے یثرب میں ہی داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ جب یہ جانکاہ خبر مکہ پہنچی ہو گی تو عبدالمطلب کے خاندان پر بجلی بن کر گری ہو گی۔ حضرت عبدالمطلب کو اپنے جواں سال اور فرخندہ فال لختِ جگر اور آپ کے بھائی بہنوں کو اپنے بلند اقبال اور خجستہ خصال بھائی کی وفات نے جس طرح تڑپایا ہو گا، اس کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن حضرت آمنہ کے معصوم دل پر اس جانکاہ صدمہ سے جو چوٹ لگی ہو گی اس کے درد کا کون اندازہ لگا سکتا ہے ابھی تو انہوں نے اپنے ماہِ تمام کو جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا۔ کتنی آرزوئیں زندہ درگور ہو گئیں ہوں گی، کتنی امنگیں ادھوری رہ گئی ہوں گی۔ ایک کامیاب اور ہر نوع کی سعادتوں سے مالامال زندگی بسر کرنے کے سارے حسین خواب

چور چور ہو گئے ہوں گے۔ سیدہ کے قلبِ حزیں نے کتنا چاہا ہوگا۔ کہ اُڑ کر یثرب جائیں اور اس مٹی کے تودے کو دیکھیں اور اس کی خاک کو آنکھوں کا سُرمہ بنائیں جہاں ان کا قرارِ جاں استراحت فرما ہے لیکن وہ امانت جس کا آپ کو امین بنایا گیا تھا اس کی حفاظت کے احساس نے ان کے دلِ ناصبور کو اپنے محبوب کے مرقد کی زیارت سے باز رکھا۔ یہاں تک کہ وہ نورِ حق محمد معصوم کے پیکرِ رعنا میں ظاہر ہوا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کا فرض اس شوقِ فراواں کی تکمیل میں حائل رہا۔ جب اس لختِ جگر اور نورِ نظر کی عمر چھ سال ہوگئی اور آپ سات آٹھ سال کی عمر کے بچوں سے بھی زیادہ توانا اور تندرست معلوم ہونے لگے اور غمزدہ ماں کو یقین ہو گیا کہ ان کے گلشنِ آرزو کا یہ گلِ رنگین اب یثرب کے طویل اور کٹھن سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے سسر حضرت عبدالمطلب سے اپنی اس دیرینہ آرزو کا ذکر کیا۔ اور اجازت چاہی کہ آپ یثرب جا کر اپنے دُولہا کی قبر کی زیارت کریں۔ جو انہیں ایک سہانی جھلک دکھا کر شبِ ہجر کی تاریکیوں کے حوالے کر کے ہمیشہ کیلئے اُن سے بچھڑ گیا ہے۔ حضرت عبدالمطلب اپنی بہو کی اس درخواست کو مسترد نہ کر سکے اور یثرب جانے کی اجازت مرحمت دے دی۔

سیدہ آمنہ اپنے فرزندِ دلبند کو لے کر یثرب روانہ ہوئیں۔ ان کے ساتھ اُن کی کنیز اُمِ ایمن تھی۔ اس خوش بخت خاتون کا نام برکت تھا اور اس کا تعلق، حبشہ سے تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھی۔ یہ مختصر سا قافلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب کے ننھیال بنو عدی بن نجار کے ہاں جا اُترا اور ایک ماہ تک وہاں مقیم رہا۔ مہینہ بھر کے قیام کے دوران جو واقعات رونما ہوتے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت

کے بعد جب یہاں تشریف فرما ہوئے تو بسا اوقات حضور ان یادوں کو تازہ فرمایا کرتے تھے۔ جب اس مکان کو دیکھتے جہاں اپنی پیاری ماں کے ساتھ رہائش فرمائی تھی تو فرماتے هٰهُنَا نَزَلَتْ بِيْ اُمِّيْ وَ اَحْسَنْتُ الْعَوْمَ فِيْ بِئْرِ بَنِيْ عَدِيِّ النَّجَّارِ یعنی اس مکان میں میں اپنی والدہ کے ساتھ اُترا تھا اور میں نے بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے میں مہارت حاصل کی تھی۔

اس مختصر قیام کے دوران ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پوچھا يَا غُلَامُ مَا اسْمُكَ اے بچے تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے کہا میرا نام احمد ہے۔ پھر اس نے میری پیٹھ کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ هٰذَا نَبِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ یہ اس امت کا نبی ہے۔ پھر وہ اپنے یہودی علماء کے پاس گیا اور انہیں جا کر یہ بتایا۔ میری والدہ کو بھی اس کا پتہ چل گیا۔ ان کے دل میں یہود کی طرف سے طرح طرح کے اندیشے پیدا ہونے لگے۔ اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ میں نے ان یہودیوں کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کیلئے یکے بعد دیگرے آتے تھے یہ کہتے سنا هُوَ نَبِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهٰذِهِ دَارُ هِجْرَتِهٖ کہ اس امت کے یہ نبی ہیں اور یہ جگہ ان کی دارِ ہجرت بنے گی۔

ان اندیشوں کے باعث حضرت آمنہ نے یہاں مزید ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور مکہ جانے کی تیاری شروع کر دی ہم مدینہ سے روانہ ہوئے اور جب ابواء کے مقام پر پہنچے تو آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔

(ضیاء النّبی صفحہ ۷۵ تا ۷۷ جلد دوم)

ابو نعیم نے دلائل النبوت میں اسماء بنت رہم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میری ماں اس سیدہ کی وفات کے وقت حاضر تھی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدہ آمنہ نے اپنی وفات سے کچھ لمحات پہلے اپنے لخت جگر کو دیکھا

اور یہ اشعار پڑھے۔

بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ مِنْ غُلَامٍ

يَا ابْنَ الَّذِي مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ

فُوْدِيَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ

بِمِائَةٍ مِّنْ إِبِلٍ سَوَامٍ

إِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِي الْمَنَامِ

فَأَنْتَ مَبْعُوْثٌ إِلَى الْأَنَامِ

مِنْ عِنْدِ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

تُبْعَثُ فِي الْحِلِّ وَفِي الْحَرَامِ

تُبْعَثُ فِي التَّحْقِيْقِ وَالْإِسْلَامِ

دِيْنِ أَبِيْكَ الْبَرِّ إِبْرَاهَامِ

فَاللّٰهُ أَنْهَاكَ عَنِ الْأَصْنَامِ

أَنْ لَّا تُوَالِيْهَا مَعَ الْأَقْوَامِ

شرح الزرقانی علی المواہب صفحہ ۱۶۴-۱۶۵ جلد اوّل
الخصائص الکبریٰ صفحہ ۱۳۵ جلد اوّل

اے بیٹے اللہ تجھے برکت دے تو اس (عبداللہ) کا فرزند ہے کہ جس نے موت کی سختی سے اللہ کی مدد سے نجات پائی تھی۔ (اور تو اس کا فرزند ارجمند ہے) جس کے فدیے میں تیروں سے قرعہ اندازی کی بجائے سَو اعلیٰ اونٹ ذبح کئے گئے تھے۔ یعنی میں نے جو (تیری صفات و کمالات سے متعلق) خواب دیکھے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو، تُو تمام لوگوں کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ بزرگ و برتر

کی طرف سے حل اور حرم ہر جگہ تیری بعثت جلوہ گر ہوگی۔ تیری بعثت تحقیق اور اسلام کیلئے ہوگی۔ اور اپنے جدا مجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوگی۔ میں تجھ کو اللہ کا واسطہ دے کر بتوں سے روکتی ہوں کہ تو دیگر لوگوں کے ساتھ مل کر ان (بتوں) کی دوستی نہ کرنا۔

ثُمَّ قَالَتْ كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَ كُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ وَ كُلُّ كَبِيْرٍ يَفْنٰى وَاَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِىْ بَاقٍ وَ قَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَ وَلَدْتُ طُهْرًا

پھر فرمایا ہر زندہ ذائقہ موت چکھے گا۔ ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی اور ہر چیز بڑی فنا ہو جائے گی۔ میں تو فوت ہو رہی ہوں لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا کیونکہ میں خیر کو چھوڑ کر جا رہی ہوں اور میں نے ایک پاکباز بچے کو جنم دیا ہے

سیدہ آمنہ کی اس آخری گفتگو اور اشعار کا ماحصل شرح الزرقانی میں اس طرح مذکور ہے۔

وَهٰذَا الْقَوْلُ مِنْهَا صَرِيْحٌ فِىْ اِنَّهَا مُوَحِّدَةٌ اِذْ ذَكَرَتْ دِيْنَ اِبْرَاهِيْمَ وَبَعْثَ ابْنِهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاِسْلَامِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَنَهْيَهُ عَنِ الْاَصْنَامِ وَمُوَالَاتِهَا۔ وَهَلِ التَّوْحِيْدُ شَيْئٌ غَيْرُ هٰذَا التَّوْحِيْدُ الْاِعْتِرَافُ بِاللّٰهِ وَاِلٰهِيَّتِهٖ وَاَنَّهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَالْبَرَاءَةُ مِنْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ وَنَحْوِهَا وَهٰذَا الْقَدْرُ كَافٍ فِى التَّبَرِّىْ مِنَ الْكُفْرِ وَثُبُوْتِ صِفَةِ التَّوْحِيْدِ فِى الْجَاهِلِيَّةِ قَبْلَ الْبِعْثَةِ

(شرح الزرقانی علی المواہب ص ۱۶۵)

اور آپ کے اس کلام میں آپ کے مُوَحِّدہ ہونے پر صراحت موجود ہے۔ کہ آپ نے دینِ ابراہیمی کا اور اپنے بیٹے کا اللہ کی طرف سے سلام کے ساتھ نبی بن کر مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے۔ بتوں اور اُن کی دوستی سے منع کرنے کا ذکر ہے۔

اور کیا توحید اس کے علاوہ کسی اور چیز کو کہتے ہیں؟ توحید یہی ہے نا: اللہ کو مانا، اس کی الوہیت کا اعتراف کرنا اور یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور بتوں کی پوجا سے بیزاری کا اظہار کرنا۔

اور کفر سے بیزار ہونے کے لیے اتنا کچھ کافی ہے اور موحّد ہونے کے اثبات میں یہ باتیں کامل ہیں اور خصوصاً بعثتِ مبارکہ سے پہلے ایسی باتیں سیدہ آمنہ کے ایمان و عرفان پر بطریقِ اولیٰ دلالت کرتی ہیں۔

اسماء بنتِ رہم کہتی ہیں کہ اپنے لختِ جگر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے الوداعی و آخری گفتگو کرنے کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

فَكُنَّا نَسْمَعُ نَوحَ الْجِنِّ عَلَيْهَا فَحَفِظْنَا مِنْ ذَالِكَ

نَبْكِي الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْأَمِينَةَ

ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّةَ الرَّزِينَةَ

زَوْجَةَ عَبْدِ اللهِ وَالْقَرِينَةَ

أُمَّ نَبِيِّ اللهِ ذِي السَّكِينَةَ

وَصَاحِبِ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِينَةَ

صَارَتْ لَدَى حُفْرَتِهَا رَهِينَةَ

تو ہم نے جنوں کو سیدہ کی وفات پر نوحہ کرتے ہوئے سنا۔ جسے ہم نے یاد رکھا۔

(جن کہتے تھے) ہم روتے ہیں نوجوان نیکوکار، جمال و حیا والی آمنہ کو (جوکہ) جناب عبداللہ کی زوجہ پاک ہیں اور صاحب سکینہ، اور منبرِ مدینہ کے والی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ہیں، اب اپنی قبر میں مدفون ہیں۔

یہ سارے امور ایمان سیّدہ آمنہ کے شواہد ہیں :

وَشَاهَدَتْ فِي حَمْلِهِ وَوِلَادَتِهِ مِنْ اٰيَاتِهِ الْبَاهِرَةِ مَا يَحْمِلُ عَلَى التَّحَنُّفِ ضَرُوْرَةً وَرَأَتِ النُّوْرَ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهَا اَضَاءَ لَهُ قُصُوْرُ الشَّامِ حَتّٰى رَأَتْهَا كَمَا تَرٰى اُمَّهَاتُ النَّبِيِّيْنَ وَقَالَتْ لِلْحَلِيْمَةِ حِيْنَ جَاءَتْ بِهِ وَقَدْ شُقَّ صَدْرُهُ اَخَشِيْتُمَا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِ سَبِيْلٌ وَاِنَّهُ لَكَائِنٌ لِابْنِيْ هٰذَا شَاْنٌ فِيْ كَلِمَاتٍ اُخَرَ مِنْ هٰذَا النَّمَطِ وَقَدِمَتْ بِهِ الْمَدِيْنَةَ عَامَ وَفَاتِهَا وَسَمِعَتِ الْيَهُوْدَ فِيْهِ وَشَهَادَتَهُمْ لَهُ بِالنُّبُوَّةِ وَرَجَعَتْ بِهِ اِلٰى مَكَّةَ فَمَاتَتْ فِي الطَّرِيْقِ فَهٰذَا كُلُّهُ مِمَّا يُؤَيِّدُ اَنَّهَا تَحَنَّفَتْ فِيْ حَيَاتِهَا۔

شرح العلامہ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ص ۱۶۵-۱۶۶ ج ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل میں رہنے کے دوران اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت سیّدہ آمنہ نے روشن و واضح نشانیاں دیکھیں ان سے آپ کا دینِ ابراہیمی پر ہونا ظاہر ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت وہ نور جو آپ نے دیکھا کہ آپ کے بدن سے نکلا ہے اور اُس نے ملک شام کے محلات جگمگا دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ (سیّدہ آمنہ نے مکّہ میں رہتے ہوئے نورِ مصطفےٰ کی روشنی میں) ان محلات کو دیکھ لیا۔ جیسا کہ (ایسے موقع پر) تمام انبیائے کرام کی مائیں (عجائباتِ قدرت) دیکھا کرتی ہیں۔

اور آپ نے حلیمہ سعدیہ سے فرمایا جب کہ وہ شقِ صدر (پر پریشان ہونے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر واپس مکّہ آئیں۔

" کیا تمہیں اِس پر کوئی شیطانی اثرات کا خدشہ ہے۔ سُنو خدا کی قسم شیطان

کے لیے اِس پر کوئی راہ نہیں اور بے شک اس کی عظیم شان ہے۔ اس جیسے اور بھی کلمات کتب میں موجود ہیں۔ اور آپ (سیدہ آمنہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مدینہ منورہ میں آئیں اور یہ اُسی سال کا واقعہ ہے جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

اور آپ نے (مدینہ میں) یہودیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق باتیں بھی سُنیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں گواہیاں سُنیں اور پھر آپ واپس مکہ کو لوٹیں لیکن راستہ میں ہی (مقام ابواشریف پر) آپ کا انتقال ہوگیا۔

یہ تمام امور و واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی میں راہِ حق (دینِ ابراہیمی) پر قائم تھیں: ؎

عجب فیضانِ نسبت ہے عجب اس کی پذیرائی
تیری جھولی میں رحمت کل جہانوں کی اتر آئی
تو اے آمنہ ہے نالغنہ و نازش ہستی
تیرے حمل سے گلوں کی اور گلشن کی ہے زیبائی
حزینانِ جہاں! آرام اور امان پاتے ہیں
تیرے ہی لاڈلے کے ہاتھ میں ہے وہ مسیحائی
(فقیر عثمانی)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

مسلم شریف میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کیلئے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ دی گئی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کیلئے اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی۔ معترض کہتا ہے اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایمان پر نہ تھیں۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والدہ ماجدہ کی قبر کی طرف جانا اور آپ کو زیارت قبر کی اجازت ملنا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مومنہ تھیں۔ کیونکہ کفار کی قبر پہ کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرما دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۔ (التوبہ ۸۴)

آپ کفار میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھیں نہ ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں ——— اگر آپ کی والدہ ماجدہ مومنہ نہ ہوتیں تو آپ کو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت نہ دی جاتی کیونکہ کفار کی قبروں پر کھڑے ہونے سے آپ کو منع کر دیا گیا تھا۔

رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو والدہ کیلئے استغفار کی اجازت کیوں نہ دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غیر مکلف کے حق میں استغفار کرنا اس کے گناہگار ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔ یعنی اگر آپ اپنی والدہ کیلئے استغفار کرتے تو کسی شخص کو وہم ہو سکتا تھا کہ شاید آپ کی والدہ نے کوئی گناہ کیا ہوگا۔ جس کیلئے آپ استغفار کر رہے ہیں۔ بایں وجہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار سے روک دیا

تاکہ آپ کی والدہ کے متعلق کوئی شخص یہ وہم نہ کر سکے۔ یہ سوال نہ کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی والدہ شرک پر فوت ہوئی ہوں اور آپ اُن کیلئے استغفار کی اجازت چاہتے ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی آپ کو مشرکین کے لیے استغفار سے منع کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ (التوبہ ۱۱۳)

نبی اور مسلمانوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے استغفار کریں۔

یہ آیت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی اور قبرِ والدہ کی زیارت آپ نے صلح حدیبیہ یا فتح مکہ کے بعد کی ہے۔

اہلِ سنّت کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء اور امہات مومن ہیں اور ان میں سے کسی کا خاتمہ کفر، شرک پر نہ ہوا۔ اور نہ ان میں سے کوئی کسی بدکاری میں ملوّث رہا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیشہ اصلابِ طاہرین سے ارحامِ طاہرات کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

علامہ سیوطی نے مسالک الحنفاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں اہلِ اسلام کے تین نظریات پیش کئے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کے والدین اہلِ فترت میں سے تھے۔ اور تمام اہلِ فترت نجات یافتہ ہیں۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی والدہ مکلّف نہ تھیں اور غیر مکلّف کیلئے استغفار نہیں کیا جاتا۔ (جیسا کہ بڑے اور بچے کی دعائے جنازہ میں فرق ہے) اور دوسرا یہ کہ آپ کے سلسلہ نسب کے تمام آباء اور امہات مومن ہیں۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ معصیت کا وہم نہ ہو۔ تیسرا یہ کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ قبر میں آپ پر ایمان لا کر دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔ اس مسلک

پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ واضح ہے۔

از شرح مسلم ـــــ از علامہ غلام رسول سعیدی

مولوی ابراہیم میر اہلحدیث اس کا یوں جواب دیتے ہیں:

اس کا جواب اولاً تو وہ ہی ہے کہ یہ روایت مسند امام احمد، سنن نسائی مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں بھی ہے اور ان سب میں یزید بن کیسان راوی ہے جو محدثین کے نزدیک متکلم فیہ ہے۔ اس کے متعلق کتب اسماء الرجال میں آئمہ حدیث کے جو جرحی اقوال ہیں اُن کو ہم یکجا لکھ دیتے ہیں پھر ناظرین غور کرلیں۔ کہ آیا ایسے شخص کی روایت سے سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کی نسبت ہم یہ اعتقاد رکھ سکتے ہیں کہ معاذ اللہ ان کی بخشش نہیں ہوئی یا نہ ہوگی۔

صالح وسط ليس هو ممن يعتمد عليه لا يحتج به لبعض ما يأتي به صحيح وبعض لا ليس بالحافظ عندهم كان يخطئ ويخالف:

دوسری روایت اسی مضمون کی حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جو امام حاکم نے مستدرک میں ابوشعیب عبداللہ بن حسن حرانی کے واسطے سے روایت کی ہے۔

اس ابوشعیب کی بابت "لسان المیزان" میں ہے ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال یخطی ویہم۔ کیا آپ ایسے خطا کرنے والے اور وہمی راوی کی روایت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، سید المرسلین کی والدہ معظمہ کو خدا کی بخشش سے محروم سمجھیں گے۔ جن کی نسبت سوائے نیکی کے دیگر کوئی

ذکر منقول نہیں ہے۔ بلکہ ان کے مجمل ایمان بالتوحید کی شہادتیں کثرت سے منقول ہیں۔ جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مسالک الحنفا وغیرہ رسائل میں تفصیل ذکر کر دی ہے۔

دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانہ فترت میں صرف اجمالی ایمان لا الٰہ الا اللہ کافی تھا۔ ایمان کی تفصیلات تو نبوت کے بعد بتلائی گئیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (شوریٰ ۵۲) اس جگہ صرف تفصیلات ایمان سے واقف ہونے کی نفی ہے۔ مطلق اور اجمالی ایمان کی نفی نہیں۔ پس جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق صحیح نقل سے شرک ثابت نہ ہو تب تک آپ کے لیے ان کو مشرک کہنے کی کوئی راہ نہیں اور کافر تو آپ کسی صورت میں بھی ان کو نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ زمانہ فترت میں فوت ہو گئے ہیں۔ اور ان کو دعوت نہیں پہنچی کفر کا فتویٰ موت کے بعد عائد ہوتا ہے نہ کہ قبل۔

خلاصہ مطلب یہ کہ یزید بن کیسان، حماد بن سلمہ اور ابوشعیب عبداللہ بن حسن کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے خطا کی یا ان کو وہم پیش آگیا یا ان کو ٹھیک یاد نہ رہا آسان ہے۔

لیکن یہ کہنا کہ معاذ اللہ سید الثقلین کے ماں باپ (میرے ماں باپ ان پر سے قربان ہوں) ایمان پر نہیں تھے یا کفر پر فوت ہوئے۔ یا معاذ اللہ ان کی بخشش نہیں ہوگی آسان نہیں ہے جیسا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں خداوند جل شانہ نے فرمایا ہے۔ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔

سیرت المصطفیٰ صفحہ ۱۱۰-۱۱۱ جلد اول

ناشر مکتبہ اہلحدیث میانہ پورہ سیالکوٹ / پسرور ضلع سیالکوٹ طابع ساجد میر

مرحبا مرحبا آمنہ مرحبا! گود میں تیری ماہِ مبین آگیا
جھوم قسمت پہ تو آج خوشیاں منا، تیرے گھر شاہِ دینِ متین آگیا
انبیاء سارے جن کے رہے منتظر، وہ کہ ہے دونوں عالم کا جو تاجور
پیکرِ نور و رحمت ہے جو سر بسر، بن کے وہ نازشِ مرسلین آگیا
ہاں جو اُجڑے ہیں اُن کو بسائے گا یہ، اُسکے بندوں کو حق سے ملائے گا یہ
نارِ دوزخ میں گرتے بچائے گا یہ، اور لبانے کو خلدِ بریں آگیا
غم میں روتے ہوئے چین پائیں گے اب دل کے ہر رنج و غم کو مٹائینگے اب
اور نغماتِ فرحت سنائیں گے اب، کہ سکونِ قلوبِ حزیں آگیا
اس کو دیکھے جو دنیا بھلا دے گا وہ، دل کو پہلی نظر میں لٹا دے گا وہ
جان قدموں میں اپنی بچھا دے گا وہ نازشِ حسن ہے جو حسین آگیا

(فقیر عثمانی)

پیارے اور پاکیزہ ناموں کی بہار

از افادات امام اہلسنت اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

نکتۃ الٰہیہ: اقول: ظاہر عنوان باطن ہے اور اسم آئینہ مسمّٰی

اَلْاَسْمَاءُ تَتَنَزَّلُ مِنَ السَّمَآءِ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اِذَا بَعَثْتُمْ اِلَیَّ رَجُلًا فَابْعَثُوْا حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الْاِسْمِ

جب تم میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت، اچھے نام کا بھیجو۔ رواہ البزار فی مسندہ والطبرانی

فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ بسند حسن علی الاصح

اور فرماتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اِعْتَبِرُوا الْاَرْضَ بِاَسْمَائِهَا زمین کو اس کے نام پر قیاس کرو۔ رواہ ابن عدی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وھو حسن لشواھدہ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَفَاءَلُ وَلَا یَتَطَیَّرُ وَ کَانَ یُعْجِبُهُ الْاِسْمُ الْحَسَنُ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لیتے بدشگونی نہ لیتے اور اچھے نام کو دوست رکھتے۔

(رواہ الامام احمد والطبرانی والبغوی فی شرح السنۃ)

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِیْحَ ۔

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیتے۔

رواہ الترمذی وفی اُخرٰی عنہا

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ بِالْاِسْمِ الْقَبِيْحِ حَوَّلَهُ اِلٰى مَا هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا بُرا نام سُنتے تو اس سے بہتر بدل دیتے۔ رواہ الطبرانی باسناد صَحِيْحٍ وَهُوَ عِنْدَ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ عُرْوَةَ مُرْسَلًا ؛

بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ وَكَانَ اِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَاَلَ عَنِ اسْمِهٖ فَاِذَا اَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهٖ وَرُؤِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ وَاِنْ كَرِهَ اسْمَهُ رُؤِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ وَاِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَاَلَ عَنِ اسْمِهَا فَاِذَا اَعْجَبَهُ اسْمُهَا فَرِحَ بِهَا وَرُؤِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ وَاِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُؤِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ ؛ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗد)

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہ لیتے جب کسی عہدے پر کسی کو مقرر فرماتے، اُس کا نام پوچھتے، اگر پسند آتا خوش ہوتے اور اس کی خوشی چہرۂ اقدس پر نظر آتی اور اگر ناپسند آتا ناگواری کا اثر چہرۂ اقدس پر ظاہر ہوتا۔ اور جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے، اس کا نام دریافت فرماتے۔ اگر خوش آتا مسرور ہو جاتے اور اس کا سرور روئے پُر نور میں دکھائی دیتا اور اگر ناخوش آتا ناخوشی کا اثر روئے اطہر میں نظر آتا (صلی اللہ علیہ وسلم)

اب ذرا چشم حق بین سے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مراعات الٰہیہ کے الطاف خفیہ دیکھئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد رضی اللہ عنہ

کا نام پاک عبداللہ کہ افضل اسمائے امت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَحَبُّ اَسْمَائِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ، تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام اللہ تعالیٰ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ رواہ مسلم والبوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کا اسم مبارک آمنہ، کہ امن وامان سے مشتق اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے۔ جدِ امجد حضرت عبدالمطلب شیبۃ الحمد کہ اس پاک ستودہ مصدر سے اطیب واطہر مشتق محمد واحمد وحامد ومحمود صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا اشارہ تھا۔ جدۂ ماجدہ فاطمہ بنتِ عمرو بن عائذ اس پاک نام کی خوبی اظہر من الشمس ہے۔ حدیث میں حضرت بتول الزہرا رضی اللہ عنہا کی وجہ تسمیہ یوں آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَطَمَهَا وَمُحِبِّيْهَا مِنَ النَّارِ، اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لیے رکھا کہ اسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو نارِ دوزخ سے آزاد فرمایا۔ (رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ عنہم۔)

حضور کے جدِ مادری یعنی نانا وہب جس کے معنی عطا وبخشش، ان کا قبیلہ بنی زہرا جس کا حاصل چمک وتابش، جدۂ مادری یعنی نانی صاحبہ برّہ یعنی نیکوکار، کما ذکرہ ابن ہشام فی سیرتہ:

بھلا یہ تو خاص اصول ہیں۔ دودھ پلانے والوں کو دیکھیے، پہلی مرضعہ ثُوَیبہ کہ ثواب سے ہم اشتقاق اور اس فضلِ الٰہی سے پوری طرح بہرہ ور، حضرت حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشجِ عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمَ وَالْاَنَاةَ: تجھ میں دو خصلتیں ہیں خدا اور رسول کو

پیاری وَ رنگ اور بردباری۔

ان کا قبیلہ بنی سعد کہ سعادت و نیک طالعی ہے۔ شرفِ اسلام و صحابیت سے مشرف ہوئیں۔ کما بیّنہُ الامام مغلطائی فی جزحافل سماہ التحفة الجسیمة فی اثبات اسلام حلیمة۔

جب روزِ حنین حاضرِ بارگاہ ہوئیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قیام فرمایا اور اپنی چادرِ انور بچھا کر بٹھایا۔ کما فی الاستیعاب عن عطاء بن یسار

ان کا شوہر جن کا شیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ حارث بن عبدالعزیٰ بھی شرفِ اسلام و صحبت سے مشرف ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کو حاضر ہوتے تھے۔

راہ میں قریش نے کہا اے حارث تم اپنے بیٹے کی سنو وہ کہتے ہیں مُردے جئیں گے اور اللہ نے دو گھر جنّت و نار رکھے ہیں۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ اے میرے بیٹے حضور کی قوم حضور کی شاکی ہے۔ فرمایا ہاں میں ایسا فرماتا ہوں۔ اور اے میرے باپ جب وہ دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتا دوں گا کہ دیکھو یہ وہ دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا۔ یعنی روزِ قیامت، حارث رضی اللہ عنہ بعد اسلام اس ارشاد کو یاد کر کے کہا کرتے تھے۔ اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ نہ چھوڑیں گے۔ جب تک مجھے جنّت میں داخل نہ فرمالیں۔ رواہ یونس بن بکیر۔

حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَصْدَقُھَا حَارِثٌ وَھَمَّامٌ سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث و ہمام رواہ البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والنسائی عن ابی الھیثمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضور کے رضاعی بھائی جو پستان شریک تھے جن کے لیے حضور سیّد العالمین

صلی اللہ علیہ وسلم پستان چپ چھوڑ دیتے تھے عبداللہ سعدی، یہ بھی مشرف باسلام وصحبت ہوئے کما عند ابن سعد فی مرسل صحیح الاسناد

حضور کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں، سینے پر لٹا کر دعائیہ اشعار عرض کرتیں۔ سلاتیں اس لیے وہ بھی حضور کی ماں کہلائیں۔ سیما سعدیہ یعنی نشان والی، علامت والی جو دُور سے چمکے، یہ بھی مشرف باسلام ہوئیں رضی اللہ عنہا۔

حضرت حلیمہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لیے راہ میں جاتی تھیں۔ تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھاتی صورت دیکھی، جوشِ محبت سے اپنی پستانیں دہنِ اقدس میں رکھیں، تینوں کے دُودھ اتر آیا۔ تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنی زنِ شریفہ، رئیسہ، کریمہ سراپا عطر آلود، تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں کہ سلامت سے مشتق اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے۔ ذکرہ ابن عبد البر فی الاستیعاب

بعض علماء نے حدیث اَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ مِن سلیم کو اس معنی پر محمول کیا ہے۔ نَقَلَهُ السُّهَيْلِي:

اقول: الحق کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم نبی الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کو اس کے مثل اور اس سے افضل عطا نہ ہوئی ہو۔ یہ اس مرتبے کی تکمیل تھی کہ مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا۔ حبیب اشرف بریۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تین عفیفہ لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیا۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وَصَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْكَ وَعَلَيْهِم وَبَارِكْ وَسَلِّم

امام ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں:

ثُمَّ تُرْضِعُهٗ مُرْضِعَةٌ اِلَّآ اَسْلَمَتْ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی بیبیوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں۔ ذکرہ فی کتاب سراج المریدین

بھلا یہ تو دودھ پلانا تھا کہ اس میں جزئیت ہے مرضعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک برکت اور اُمِّ ایمن کنیت کہ یہ بھی یمن و برکت و راستی و قوت، یہ اجلّہ صحابیات سے ہوئیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

سید عالم انہیں فرماتے اَنْتِ اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔ راہِ ہجرت میں انہیں پیاس لگی، آسمان سے نورانی رسّی میں ایک ڈول اُترا، پی کر سیراب ہوئیں پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوتی، سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔ رواہ ابن سعد عن عثمان بن ابی القاسم:

پیدا ہوتے وقت جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔ ان کا نام پاک تو دیکھئے شفاء رواہ ابونعیم عنہا۔

یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ و صحابیہ جلیلہ ہیں۔

اور ایک بی بی کہ وقتِ ولادتِ اقدس حاضر تھیں فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ۔ یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ عنہا۔

○

اے چشمِ انصاف! کیا ہر تعلق ہر علاقہ میں ان پاک مبارک ناموں کا اجتماع محض اتفاقی لطور جزاف تھا؟ کلّا واللہ بلکہ عنایتِ ازلی نے جان جان کر یہ نام رکھے۔ دیکھ دیکھ کر یہ لوگ چُنے۔

پھر محلِ غور ہے جو اس نور پاک کو بُرے نام والوں سے بچائے وہ اسے بُرے کام والوں میں رکھے گا۔ اور بُرا کام بھی کون سا، معاذ اللہ شرک و کفر،

حاشا ثم حاشا ! اللہ اللہ دائیاں مسلمان کھلائیاں مسلمان، مگر خاص جن مبارک پیٹوں میں مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں پھیلائے۔ جن طیب مطیب خونوں سے اس نورانی جسم میں ٹکڑے آئے وہ معاذ اللہ چنین و چناں۔ حاشا للہ کیونکر گوارا ہو۔

شموس الاسلام از اعلیحضرت علیہ الرحمۃ
ص ۲۶ تا ص ۳۳

یہ ہے گلشن نسبت نبوی کا پھول اس کے مہکتے رہتے ہیں
یہ سراج منیر کے جلوے ہیں شب کو بھی چمکتے رہتے ہیں
جسے نور کی نسبت ملتی ہے پھر قسمت اس کی کھلتی ہے
اور بادل اس پر رحمت کے ہر آن برستے رہتے ہیں
(فقیر ضیائی)

قرآن و حدیث سے چند استدلال

صفا، مروہ شعائر اللہ ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○
(البقرہ۔۱۵۸)

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔ تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

تفسیر نور العرفان میں ہے: اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس چیز کو صالحین سے نسبت ہو جائے وہ چیز عظمت والی بن جاتی ہے۔ صفا مروہ پہاڑ حضرت ہاجرہ کے قدم کی برکت سے اللہ کی نشانی بن گئے۔ دوسرے یہ کہ معظم چیزوں کی تعظیم و توقیر دین میں داخل ہے۔ اسی لئے صفا، مروہ کی سعی حج (وعمرہ) میں شامل ہوئی۔ تیسرے یہ کہ برکت والے مقام پر اگر گناہ ہونے لگیں تو گناہوں کو مٹاؤ مگر مقامات کو معظم سمجھو کہ یہ دونوں پہاڑ باوجود بت رکھے جانے کے اسلام میں عظمت والے رہے۔ بلکہ سعی نہ کرنا گناہ ہے کیونکہ صفا، مروہ کی سعی واجب ہے۔ یعنی بت پرستوں کی بدمعاشی کی وجہ سے تم سعی نہ چھوڑو۔

شانِ نزول: زمانہ جاہلیت میں صفا، مروہ پہاڑوں پر دو بت اساف، نائلہ رکھے گئے تھے۔ کفار حج میں ان پہاڑوں کی سعی کرتے وقت ان بتوں

کی قدم بوسی کرتے تھے۔ فتح مکہ پر یہ بُت بھی یہاں سے ہٹا دیئے گئے مگر مسلمانوں کو صفا، مروہ کی سعی گراں گزری کہ یہ فعل کفار کے مشابہ تھا۔ انہیں سمجھانے کیلئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ تم یہ نہ دیکھو کہ یہاں بُت رکھے گئے تھے بلکہ یہ دیکھو کہ ان پر حضرت ہاجرہ کے قدم پڑے جن کی برکت سے یہ پہاڑ شعائر اللہ بن گئے چنانچہ ان بزرگوں نے اس سعی کو گناہ سمجھا تھا اس لیے ارشاد ہوا کہ سعی واجب ہے کہ نہ کرنا گناہ ہے۔

سردار اہلحدیث مولوی ثناءاللہ امرتسری اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ جب حضرت اسمٰعیل کی والدہ ماجدہ نے، جس وقت ابراہیم علیہ السلام اس کو بحکم خداوندی جنگل میں چھوڑ گئے تو اس نے صبر و شکر سے کام لیا اور جب اسے پیاس کی تکلیف پہنچی تو وہ بیچاری پانی کی تلاش میں ان دونوں پہاڑیوں پر جو شہر مکہ کے قریب ہیں، جن کا نام صفا مروہ ہے دوڑنے لگی کہ کہیں سے پانی ملے اس وقت کی اس صابرہ کی یہ دوڑ ہمیں ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ علاوہ ان ان احسانات کے جو اس وقت اس پر اور اس کے بچے پر کئے، ہم نے عام طور پر اس صابرہ کا صبر جتلانے اور اس پر اپنی خوشی کا اظہار کرنے کو اعلان کر دیا کہ صفا اور مروہ دونوں پہاڑیاں بے شک خدا کی قبولیت کی نشانیاں ہیں۔ پس جو شخص دیکھنا چاہے کہ خدا صبر پر بھی کچھ بدلہ دیتا ہے وہ صفا اور مروہ کو دیکھ لے یہاں سے اُس کو اسمٰعیل اور اس کی والدہ کا قصہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہم نے کیونکر انہیں صبر کا بدلہ دیا کہ عموماً اس کی نسل سے تمام عرب کو آباد کیا بس اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس کے پانی کی تلاش والی چال ان دو پہاڑیوں میں ہمیں یہاں تک بھلی معلوم ہوئی کہ ہم نے عام طور پر لوگوں کو حکم دیا کہ جو کوئی

حج یا عمرہ کرنے کو آوے وہ اِن دونوں پہاڑیوں کے گرد بھی پھر لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے اور جو کوئی ایسے ثواب بھی کمائے گا تو ضرور خدا اس کو بدلہ دے گا۔ اس لیے کہ اللہ تو بڑا قدر دان ہے۔

(تفسیر ثنائی برحاشیہ ص ۲۷)

اس سے ثابت ہوا کہ صفا، مروہ کا شعائر اللہ ہونا صرف اور صرف سیدہ ہاجرہ کے قدموں کی برکت سے ہے اور جن چیزوں کو اللہ کے محبوبوں سے نسبت ہو وہ متبرک، مقدس اور معظم بن جاتی ہیں اور ان کی تعظیم اللہ قدوس کے ہاں محمود و مقبول ہے۔

اللہ قدوس فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (الحج-۳۲)

اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو بے شک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

لمحۂ فکریہ جن پہاڑیوں پر کچھ دیر کیلئے اللہ قدوس کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کے قدم مبارک لگے ہوں وہ ہمیشہ کیلئے اللہ کی نشانیاں بن جائیں اور ان کی تعظیم دلوں کی طہارت و نفاست کی سند بن جائے تو وہ والدہ پاک جس کے شکم اطہر میں خیر الانام محبوب ربِ کبریا، امام الاولین والآخرین، مقصودِ کائنات، خلاصۂ ادعیۂ ابراہیم و اسماعیل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ماہ گزارے ہوں۔ جس کی گود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری سے منور ہوئی اس کی عظمتوں کا کیا حال ہوگا؟ اس کی رفعتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اس کی خوش نصیبیوں کو کون احاطہ تحریر میں لا سکتا ہے؟ اس کی برکات کا کما حقہٗ بیان کون کر سکتا ہے؟

جب اللہ کریم نے سیدہ ہاجرہ کی رضا و خوشی کے لیے ان پہاڑیوں کو اپنی

نشانیاں قرار دیا ہے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشی کی خاطر آپ کی والدہ ماجدہ کو کسی انعام و اکرام سے نہیں نوازا ہو گا؟ دعوتِ فکر ہے اُن کیلئے جو حضرت اسماعیل کی والدہ پاک کے قدموں سے مَس ہونے والی پہاڑیوں پر تو احرام اوڑھے دوڑ لگاتے ہیں اور اپنے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ پاک کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جب اللہ قدوس کو حضرت ہاجرہ کی رضا اتنی مطلوب ہے کہ اُن کی ٹھوکروں میں آنے والے پتھروں کو اپنی نشانیاں ٹھہرایا تو اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا اس کے ہاں کوئی مقام و مرتبہ نہیں ہے؟

حالانکہ قرآن اعلان کرتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (الضحیٰ-۵)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

بخاری شریف میں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتی ہیں۔

مَا أَرَىٰ رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ (بخاری ص ۷۶۶/۲)

میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی رضا جوئی میں جلدی کرتا ہے۔

تابوتِ سکینہ اور فیضانِ نسبت

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ (البقرۃ-۲۴۸)

اور اُن سے اُن کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی

چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اُسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے، تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہوں۔

تابوتِ سکینہ میں کیا تھا؟

تفسیر ابن کثیر میں ہے قَالَ عَصَاهُ وَرضَاضُ الْاَلْوَاحِ۔ الخ

کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور (تورات کی) تختیوں کے ٹکڑے تھے۔
ابوصالح کہتے ہیں اس میں حضرت موسیٰ وحضرت ہارون کا عصا اور تورات کی تختیاں اور مَنّ (آسمان سے اترا ہوا خوان) تھا۔

عطیہ بن سعد کہتے ہیں کہ اس میں حضرت موسیٰ وحضرت ہارون کا عصا اور ان کے مستعمل کپڑے اور تختیاں تھیں۔

عبدالرزاق کہتے ہیں میں نے سفیان ثوری سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا، اس میں مَنّ (کھانا) تورات کی تختیاں، حضرت موسیٰ کا عصا اور نعلین پاک تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۰۹/۱)

تفسیر مظہری فَقِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ تَابُوْتًا عَلٰى اٰدَمَ فِيْهِ صُوَرُ الْاَنْبِيَاءِ فَكَانَ عِنْدَ اٰدَمَ ثُمَّ كَانَ عِنْدَ شِيْثَ وَتَوَارَثَهُ الْاَنْبِيَاءُ حَتّٰى وَصَلَ اِلٰى مُوْسٰى يَضَعُ فِيْهِ التَّوْرَاةَ وَشَيْئًا مِّنْ مَّتَاعِهٖ فَاِذَا مَاتَ مُوْسٰى تَدَاوَلَتْهُ اَنْبِيَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَقِيْلَ كَانَ صُنْدُوْقًا لِلتَّوْرَاةِ فَكَانُوْا اِذَا حَضَرَ الْقِتَالُ قَدَّمُوْهُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ يَسْتَفْتِحُوْنَ بِهٖ عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاِذَا سَارَ التَّابُوْتُ سَارُوْا وَاِذَا وَقَفَ وَقَفُوْا ؛ (تفسیر مظہری پارہ دوم صفحہ ۳۲۲)

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک تابوت حضرت آدم علیہ السلام پر اتارا جس میں انبیاء کرام کی صورتیں تھیں۔ یہ آدم علیہ السلام کے پاس رہا۔ پھر حضرت شیث علیہ السلام

کے پاس آیا اور اسی طرح یکے بعد دیگرے مختلف انبیائے کرام اس کے وارث بنتے آئے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام تک آن پہنچا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس میں توراۃ اور کچھ اپنا سامان رکھا کرتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کے ہاتھوں میں آگیا۔ ــــــــ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تابوت دراصل تورات رکھنے کیلئے ایک صندوق تھا۔ تو لوگوں کا طریقہ تھا کہ جب کسی سے لڑائی ہوتی تو اس صندوق کو سامنے رکھ کر اس کی طفیل اللہ تعالیٰ سے اپنے دشمن پر فتح طلب کرتے تھے۔

اور جب تابوت (آگے) چلتا تو یہ چلتے اور جب تابوت رُکتا تو یہ بھی رک جاتے۔ وَقِيلَ كَانَ فِيهِ لَوْحَانِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَرُضَاضُ الْأَلْوَاحِ الَّتِي تَكَسَّرَتْ وَعَصَاءُ مُوسٰى وَنَعْلَاهُ وَعِمَامَةُ هَارُونَ وَعَصَاهُ

(تفسیر مظہری)

کہا گیا ہے کہ اس تابوت میں تورات کی دو تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے ٹکڑے تھے جو ٹوٹ گئی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا عصا اور نعلین اس میں تھے اور حضرت ہارون کی دستار اور عصا بھی تھا۔

تفسیر روح المعانی وَكَانَ مِنْ عُوْدِ الشَّمْشَادِ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ فِي ذِرَاعَيْنِ وَلَمْ يَزَلْ يَنْتَقِلُ مِنْ كَرِيْمٍ إِلٰى كَرِيْمٍ حَتّٰى وَصَلَ إِلٰى يَعْقُوْبَ ثُمَّ إِلٰى بَنِيْهِ ثُمَّ وَثُمَّ. إِلٰى أَنْ فَسَدَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَعَصَوْا بَعْدَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ. فَسَلَّطَ اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ الْعَمَالِقَةَ فَأَخَذُوْهُ مِنْهُمْ فَجَعَلُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ الْبَوْلِ وَالْغَائِطِ فَلَمَّا أَرَادَ اللهُ تَعَالٰى أَنْ يُمَلِّكَ طَالُوْتَ سَلَّطَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءَ حَتّٰى إِنَّ كُلَّ مَنْ أَحْدَثَ عِنْدَهُ أُبْتُلِيَ بِالْبَوَاسِيْرِ

وَ هَلَكَتْ مِنْ بِلَادِهِمْ خَمْسُ مَدَائِنَ فَعَلِمُوا اَنَّ ذَالِكَ بِسَبَبِ اِسْتِهَانَتِهِمْ بِهٖ

فَاَخْرَجُوْهُ وَجَعَلُوْهُ عَلٰى ثَوْرَيْنِ فَاَقْبَلَا يَسِيْرَانِ وَقَدْ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهِمَا اَرْبَعَةً مِّنَ الْمَلَائِكَةِ يَسُوْقُوْنَهُمَا حَتّٰى اَتَوْا مَنْزِلَ طَالُوْتَ ۔ (روح المعانی ص ۱۶۸ ج ۲) ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان

تابوت شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ جس کی لمبائی تین ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ تھی۔ ایک کریم سے دوسرے کریم کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آ گیا۔ پھر آگے، پھر آگے چلتا رہا یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں فساد ظاہر ہوا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نافرمان ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر قوم عمالقہ کو مسلط کر دیا۔ انہوں نے بنی اسرائیل سے وہ تابوت چھین لیا اور بول و براز کی جگہ رکھ دیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ بنانے کا ارادہ فرمایا تو اُن (قوم عمالقہ) پہ مصیبتیں مسلط کر دیں۔ یہاں تک کہ جو آدمی تابوت کے پاس بول و براز کرتا۔ بواسیر کا شکار ہو جاتا (اس طرح) اُن کے شہروں میں سے پانچ شہر ختم ہو گئے۔ پھر انہیں پتہ چلا کہ یہ مصیبت تابوت کی توہین کی وجہ سے ہے۔ پس انہوں نے تابوت کو وہاں سے نکالا اور اُسے دو بیلوں (بیل گاڑی) پر رکھا اور ان کو چلا دیا۔ تو اللہ کریم نے چار فرشتے اُن بیلوں پر مقرر فرما دیئے جو اُن کو چلاتے ہوئے طالوت کی رہائش گاہ پہ لے آئے۔

دعوتِ فکر قارئین کرام غور فرمائیں کہ اس تابوت کو قرآن نے اللہ کی طرف سے سکینہ قرار دیا جس میں اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے پاک جسموں سے مس ہونے

والی چیزیں تھیں۔

اہل حدیث مفسر مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی تسلیم کیا ہے۔ لکھتے ہیں "تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس میں خدا کی طرف سے تمہیں تسکین ہو گی۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی قوم کی چھوڑی ہوئی چیزیں ہوں گی۔ یعنی عصا وغیرہ بزرگوں کی مستعملہ اشیاء ہوں گی۔ (تفسیر ثنائی برحاشیہ صفحہ ۴۷)

وہ لباس، دستار، عصا اور نعلین جن کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے مقدس جسم سے مس ہونے کا شرف ملا وہ تو ہمیشہ کیلئے باعث راحت و برکت بن گئے اور ان کے وسیلے سے ان کو فتح و نصرت نصیب ہوتی تھی اور جب ان تبرکات کی توہین کی گئی تو ان کی بستیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

ایک طرف تابوت سکینہ کی نسبت و منزلت کو دیکھیں، دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی نسبت و منزلت پر غور ہو۔ کہ یہاں صرف "مس" ہونے کی بات نہیں ہے بلکہ جزئیت کا رشتہ و تعلق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس نو ماہ تک اپنی والدہ کے پاک شکم میں جلوہ فرما رہے ہیں تو اس ماں کی برکت و سعادت کے کیا کہنے؟ اگر جناب موسیٰ و جناب ہارون کے مستعمل کپڑوں والا صندوق اللہ کی نشانی اور اس کی طرف سے "سکینہ" کا لقب پانے والا ہوا، تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بطن طیب میں اٹھانے والی ماں اس سے کروڑوں درجے زیادہ مبارک، مقدس، معطر اور مطہر ہے۔

تو جو بد نصیب آپ کی والدہ طیبہ طاہرہ کی توہین کریں، انہیں کافر و مشرک کہیں وہ دیکھ لیں کہ تابوت سکینہ کی توہین

کرنے والوں کا کیا حشر ہوا تھا: ؎

کیوں دوزخ میں جانے کو تُلا ہوا ہے
کہ ابھی توبہ کا در کھُلا ہوا ہے
دلِ مصطفےٰ کو دُکھانے سے باز آ
خدا کے غضب کو بلانے سے باز آ
نبی جی کے ماں باپ کی شان عالی
خدا کی قسم وہ ہیں جنّت کے والی
کوئی اُن کا نسبت میں ہمسر نہیں ہے
خوش قسمتی میں برابر نہیں ہے
اللہ کے بھی مصطفےٰ کے بھی پیارے
اور سب اہلِ ایماں کی آنکھوں کے تارے

(فقیر عثمانی)
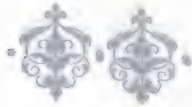
کتب حدیث سے چند روشن استدلال:

ہمارے پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبع فیوض و برکات ہیں۔ جس چیز کو آپ سے نسبت ہو جائے تو اس میں بھی عظمت و برکت آ جاتی ہے۔ ذیل میں چند ایمان افروز مثالیں ملاحظہ ہوں۔

موئے مبارک

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ قُلْتُ لِعُبَيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ اَنَسٍ اَوْ مِنْ قِبَلِ اَهْلِ اَنَسٍ فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ مِّنْهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (بخاری ص ۲۹)

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا اہل انس سے ملے ہیں (یہ سن کر) حضرت عبیدہ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَ اَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ [۱]

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حجام آپ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا تھا۔ اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ یہی چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال مبارک بھی گرے وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں ہو۔

---

[۱] مسلم شریف صفحہ ۲۵۶ جلد ۲

ان بالوں کو صحابہ میں تقسیم کردو

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهٗ وَحَلَقَ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْاَيْمَنَ فَحَلَقَهٗ ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيَّ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْاَيْسَرَ فَقَالَ احْلِقْ فَحَلَقَهٗ فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ۔ مسلم ص ۴۲۱/۱

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرۂ عقبہ پر جب کنکریاں ماریں اور قربانی کی اور حلق کروایا (اس ترتیب سے کہ پہلے) اپنے سر انور کی دائیں طرف حلاق کے سامنے کی۔ پس اس نے حلق کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ انصاری کو بلاکر وہ بال مبارک دے دیئے۔ پھر آپ نے اپنے سر انور کی بائیں طرف حلاق (حجام) کے سامنے کی۔ پس اس نے حلق کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بائیں طرف والے بال مبارک بھی) ابوطلحہ کو دے دیئے اور فرمایا ان تمام بالوں کو لوگوں میں تقسیم کردو۔

موئے مبارک سے شفا ملتی ہے

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھ کو ایک پانی کا پیالہ دے کر اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا:

وَكَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَيْنٌ اَوْ شَيْءٌ بَعَثَ اِلَيْهَا مِخْضَبَهٗ فَاَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تُمْسِكُهٗ فِيْ جُلْجُلٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَخَضْخَضَتْهُ لَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۱، بخاری ص ۹۶۳/۲)

اور جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیماری لاحق ہوتی تو وہ (بیمار) پانی کا

پیالہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجتا۔ تو آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک نکالتیں جنہیں آپ نے چاندی کی نلی میں محفوظ رکھا ہوا تھا (پھر اس موئے مبارک والی نلی کو) مریض کیلئے پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا۔ (جس سے اس کو شفا ہو جاتی)

فتح و نصرت موئے مبارک کی برکت سے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کے بال میرے پاس تھے۔ میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف سی رکھا تھا۔ ان بالوں کی برکت تھی کہ عمر بھر جہاد میں فتح و نصرت میسر آئی۔

(اصابہ۔ شفا شریف)

جنگ یرموک میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب لشکر کفار کی طرف بڑھے تو صف کفار سے ایک پہلوان نسطور نامی مقابلے کو آیا۔ دونوں کا دیر تک سخت مقابلہ ہوتا رہا۔ حضرت خالد کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر گیا اور حضرت خالد اس کی گردن پر آ گئے اور آپ کی ٹوپی زمین پر جا پڑی۔ نسطور موقع پا کر آپ کی پشت پر آ گیا۔ اس وقت حضرت خالد پکار پکار کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ خدا تم پر رحم کرے۔ میری ٹوپی مجھے دو۔

ایک شخص جو آپ کی قوم بنی مخزوم میں سے تھا۔ وہ دوڑ کر آیا اور ٹوپی آپ کو اٹھا کر دی۔ آپ نے فوراً اسے پہن لیا اور نسطور کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ اسکو قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس واقعہ کے بعد آپ سے پوچھا کہ آپ ٹوپی کی فکر میں کیوں پڑے ہوئے تھے۔ جبکہ دشمن آپ کی پشت پر آ پہنچا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ٹوپی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناصیہ (پیشانی) مبارک کے بال

ہیں جو مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں۔ ہر جنگ میں ان مبارک بالوں کی برکت سے فتح یاب ہوتا ہوں۔ اسی لئے میں بے قراری سے اپنی ٹوپی کی طلب میں تھا کہ مبادا اُن کی برکت میرے پاس نہ رہے اور کافروں کے ہاتھ لگ جائے۔

(واقدی۔ شفا شریف)

میں آج ٹوپی گھر بھول آیا ہوں:

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھوڑی سی فوج لے کر ملک شام میں "جبلہ ایہم" کی قوم کے مقابلے کیلئے تشریف لے گئے اور ٹوپی گھر میں بھول گئے۔ جب مقابلہ ہوا تو رومیوں کا بڑا افسر مارا گیا۔ اس وقت جبلہ نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ مسلمانوں پر یکبارگی سخت حملہ کر دو:

حملے کے وقت صحابہ کی حالت نازک ہو گئی۔ یہاں تک کہ رافع بن عمر طائی نے حضرت خالد بن ولید سے کہا کہ آج معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قضا آگئی۔ حضرت خالد نے فرمایا سچ کہتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آج ٹوپی گھر بھول آیا ہوں۔ جس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں۔

ادھر یہ حالت تھی اور اُدھر اسی رات حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو عبیدہ کو جو اسلامی افواج کے امیر تھے۔ خواب میں ملے اور فرمایا تم اس وقت سو رہے ہو۔ اٹھو اور خالد بن ولید کی مدد کو پہنچو، کفار نے ان کو گھیر لیا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اسی وقت اُٹھے اور لشکر میں اعلان کروایا کہ فوراً تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ فوراً تیار ہو کر لشکر اسلام کے ساتھ بڑی تیزی سے چلے راستے میں انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو گھوڑا دوڑاتے ہوئے اُن کے آگے جا رہا تھا۔ چند تیز رفتار سواروں کو حکم دیا کہ اس سوار کا حال معلوم کرو۔ جب سوار قریب پہنچے تو

پکار کر کہا۔ اے نوجوان! مرد سوار ذرا ٹھہرو! یہ سنتے ہی وہ ٹھہر گیا۔ معلوم کیا تو وہ حضرت خالد بن ولید کی بیوی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے اُن سے سفر کی وجہ پوچھی تو کہا۔ اے امیر! جب میں نے رات کو سنا کہ آپ نے لشکرِ اسلام میں اعلان کروایا کہ خالد بن ولید کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے۔ فوراً تیار ہو جاؤ۔ تو میں نے خیال کیا کہ وہ کبھی ناکام نہ ہوں گے۔ کیوں کہ اُن کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں۔ لیکن جونہی میں نے دیکھا تو میری نظر اُن کی ٹوپی پر پڑی جس میں موئے مبارک تھے۔ نہایت افسوس ہوا اور میں اسی وقت چل پڑی کہ کسی طرح اسکو اُن تک پہنچا دوں، حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا خدا تمہیں برکت دے چنانچہ وہ بھی اُن کے ساتھ شریکِ لشکر ہو گئیں۔ حضرت رافع بن عمرو جو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ حالت یہ تھی کہ ہم اپنی زندگیوں سے بالکل مایوس ہو گئے تھے کہ اچانک تکبیر کی آواز آئی۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ یہ آواز کدھر سے آئی ہے جب رومیوں کے لشکر پر نظر پڑی تو کیا دیکھا کہ چند سوار اُن کا پیچھا کئے ہوئے ہیں اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے چلے آرہے ہیں۔ حضرت خالد گھوڑا دوڑا کر ایک سوار کے قریب پہنچے اور پوچھا کہ اے جوان مرد سوار تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں تمہاری بیوی اُمِّ تمیم ہوں تمہاری مبارک ٹوپی لائی ہوں۔ جس کی برکت سے دشمنوں پر فتح پایا کرتے ہو۔ تم اسی وجہ سے اس کو بھول آئے تھے کہ یہ مصیبت تم پر آئی تھی۔ الغرض وہ ٹوپی انہوں نے دی اور حضرت خالد نے اس کو پہن لیا۔

راویِ حدیث قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے وہ ٹوپی پہن کر جب کفار پر حملہ کیا تو لشکرِ کفار کے پاؤں اُکھڑ گئے اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی۔

تاریخِ واقدی (ملخصاً)

موئے مبارک زبان کے نیچے رکھ کر مجھے دفن کرنا :

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو میری زبان کے نیچے یہ (وسیلہ بخشش) رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے حسب وصیت اُن (کی وفات کے بعد) اُن کی زبان کے نیچے رکھ دیئے اور اسی حالت میں دفن کئے گئے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ ص ۱ج۱)

جس نے میرے ایک بال کو اذیت پہنچائی

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ شَعْرَةً يَقُوْلُ مَنْ اٰذٰى شَعْرَةً مِّنْ شَعْرِىْ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ (کنز العمال ج ۲ص ۲۷۶)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا موئے مبارک ہاتھ میں لے کر فرماتے ہوئے سُنا کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی اس پر جنت حرام ہے۔

استدلال موئے مبارک کے متعلق جو حوالہ جات گزرے ہیں۔ ان سے مہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک بال مبارک وسیلۂ شفا اور باعث فضل خدا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی نسبت سے برکت و رحمت اور فتح و نصرت ملتی ہے اور جو ان پاک بالوں میں سے ایک بال کی بھی تحقیر کرے اس پر جنت حرام ہے۔

تو جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا یہ مقام و مرتبہ اور

عروج کمال ہے تو جس ماں کے لطنِ اطہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور پر یہ بال اُگے ہوں اس کی بلندیٔ شان کے کیا کہنے؟
جب پانی کے پیالے میں موئے مبارک والی نلی رکھی جائے تو وہ پانی آبِ حیات بن جاتا ہے۔ اس کے پینے سے مریض شفا پاتے ہیں۔ تو جس ماں کے خون سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بالوں کی پرورش ہوئی اس ماں کی عظمت و برکت یقیناً نادرِ دہر ہے۔

کھجور کی خشک لکڑی کی شان:—

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ شروع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو مسجد کے ایک ستون جو کہ خشک شدہ کھجور کا تھا۔ اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے پھر جب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے منبر تیار ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر خطبہ دینے کیلئے جلوہ فرما ہوئے تو اس ستون نے باواز بلند رونا شروع کر دیا۔ اتنا رویا کہ قریب تھا وہ پھٹ جاتا۔ یہ دیکھ کر سید العالمین محبوب العارفین صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور اسے گلے لگایا[۱] فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِیْنَ الصَّبِیِّ الَّذِیْ یُسَکَّتُ حَتّٰی اسْتَقَرَّتْ، تو اس نے بچوں کی طرح ہچکیاں لینا شروع کر دیں۔ پھر وہ آہستہ آہستہ خاموش ہوا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھجور کے خشک تنے کو فرمایا کہ (دونوں باتوں میں) تجھے اختیار ہے اگر تو چاہے اَنْ اُغْرِسَکَ فِی الْمَکَانِ الَّذِیْ کُنْتَ فِیْهِ فَتَکُوْنَ کَمَا کُنْتَ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اُغْرِسَکَ فِی الْجَنَّةِ فَتَشْرِبَ مِنْ اَنْهَارِهَا وَعُیُوْنِهَا فَیَحْسُنَ نَبْتُکَ وَتُثْمِرَ

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۶، بخاری شریف صفحہ ۵۰۶ جلد اول

فَیَاْکُلُ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ مِنْ ثَمَرِکَ ۔ الخ (خصائص کبریٰ)

کہ میں تجھے اسی باغ میں (دوبارہ) لگا دوں اور تو بالکل پہلے کی طرح ہو جائے۔ اور اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں لگا دیتا ہوں۔ تو وہاں تو جنتی نہروں اور چشموں کے پانی سے سیراب ہو اور تیری شاخیں خوب نکل آئیں (اس نے اس دوسری بات کو پسند کیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا گیا کہ تحقیق میں نے ایسا کر دیا۔ یہ دوبارہ آپ نے فرمایا۔

سبحان اللہ! کیسا پُر کیف منظر ہوگا کہ شہنشاہِ عرب و عجم، فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک لکڑی سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ اور اس خشک لکڑی کا بھی کیا مرتبہ اور بلند بختی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اس کی مرضی پوچھ رہے ہیں کہ اگر تو چاہے تو تیری پہلے والی زندگی و جوانی کو ٹا دی جائے اور تو اسی طرح باغ میں لہرائے اور اگر تو چاہے تو تجھے جنتی درخت بنا دیا جائے۔

اس سے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کلی کا پتہ چلتا ہے وہاں سے یہ رہنمائی بھی ہوتی ہے کہ ایک خشک لکڑی کو آپ سے نسبت ہو تو اس میں جان آجاتی ہے۔ اور شعور و عرفان کی دولت میسر آتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جلووں سے سرشار ہو جاتی ہے۔

تو جب کچھ دیر کیلئے جسم اقدس سے مس ہونے والی خشک لکڑی کی یہ حالت ہے تو اس طیبہ و طاہرہ عظیم والدہ کی کیا شان ہوگی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ جزئیت ہے۔ جس کے شکم پاک میں کئی ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے۔

حالانکہ لکڑی اور انسان کی جنس ایک نہیں، اس کے باوجود خشک لکڑی کو تو پتہ چل جائے کہ یہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور وہ آپ کی

جدائی کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ جاتے۔ لڑکی کو اتنا شعور و ادراک ہو جاتا ہے تو جس ماں کی پاک گود اس نورِ مبین کے جلووں سے بھری تھی۔ جس کے آنگن میں یہ چاند طلوع ہوا تھا۔ جس کی جھولی میں آفتابِ رسالت کی کرنیں جگمگائی تھیں، اس کے فہم و ادراک، شعور و آگہی اور حق بینی و حق آگاہی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ ؎

جب سوکھے تھنوں کو نسبت سے یہ شوق و شعور میسر ہے
کیا شان ہے اس کی ماشاءاللہ جس گود میں ماہِ منور ہے
وہ ہادیٔ سبل وہ مالکِ کل وہ مولائے خلق وہ فخرِ رسل
وہ نورِ نظر عبد اللہ کا، لاریب حبیبِ داور ہے

فقیر عثمانی

اس چادر کا مجھے کفن دیا جائے

عَنْ سَهْلٍ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتُهَا اَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لِاَكْسُوَكَهَا فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا فَخَرَجَ اِلَيْنَا وَاِنَّهَا اِزَارُهُ فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اكْسُنِيهَا مَا اَحْسَنَهَا فَقَالَ الْقَوْمُ مَا اَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا ثُمَّ سَاَلْتَهُ وَعَلِمْتَ اَنَّهُ لَا يَرُدُّ قَالَ اِنِّي وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهُ لِاَلْبَسَهُ وَاِنَّمَا سَاَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ۔ (بخاری شریف ص ۱۷۰)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بُنی ہوئی حاشیہ دار چادر لے کر آئی۔ تم جانتے

ہو وہ چادر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا "شملہ" بولے ہاں اس عورت نے عرض کیا یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے جسے آپ کے پہننے کیلئے خدمت اقدس میں پیش کرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس سے وہ چادر لے لی۔ ضرورت ظاہر کرتے ہوئے۔ پھر آپ اس چادر کا تہہ بند باندھ کر باہر تشریف لائے۔ کسی (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے اس کی تعریف کی اور کہا یہ ہمیں عنایت ہو جائے۔ یہ کس قدر اچھی ہے لوگوں نے کہا تم نے اچھا نہیں کیا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کیلئے زیبِ تن کیا تھا۔ اور تو نے وہ آپ سے مانگ لی ہے۔ حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اُس نے کہا، اللہ کی قسم بیشک یہ چادر میں نے اس لیے نہیں مانگی کہ اسے پہنوں۔ میں نے اس چادر کا سوال اس لیے کیا ہے کہ (میری وفات کے بعد) یہی چادر میرا کفن بنے۔ راوی کہتے ہیں پھر وہی چادر اُن کا کفن بنی۔

قارئین کرام: یہ محض حسنِ ظن یا خالی رکھ رکھاؤ والی بات نہ تھی بلکہ حقیقت سے بھرپور عقیدتوں کا اظہار تھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عقیدت و نیازمندی سے واضح ہوتا ہے کہ وہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے لگنے والی چیز رشکِ جنت اور راحت جاں بن جاتی ہے۔ اب اس پہلو پر بھی غور فرمائیں کہ وہ کپڑا جو چند لمحوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک سے مَس ہوا ہے وہ تو جنّت و رحمت کا باعث بنے۔ تو جس پاک ماں کے شکمِ پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ جزئیت کے مراحل کی تکمیل فرمائی۔ اس کی برکت و عظمت کے کیا کہنے۔

یہ وہ رومال ہے جو آپ کے چہرۂ اقدس سے مس ہوا ہے

حضرت عباد بن عبد الصمد رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر گئے انہوں نے اپنی خادمہ سے فرمایا کہ دسترخوان لاؤ ہم کھانا کھائیں گے۔ اس نے لاکر بچھا دیا۔ فرمایا کہ رومال بھی لا۔ وہ ایک رومال لے آئی جو کہ میلا تھا۔ فرمایا اس کو تنور میں ڈال دے۔ اس نے تنور میں ڈال دیا جس میں آگ بھڑک رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد فَخَرَجَ اَبْيَضَ كَاَنَّهُ اللَّبَنُ فَقُلْنَا مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذَا مِنْدِيْلٌ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ بِهٖ وَجْهَهٗ فَاِذَا اتَّسَخَ صَنَعْنَا بِهٖ هٰكَذَا لِاَنَّ النَّارَ لَا تَاْكُلُ شَيْئًا مَرَّ عَلٰى وُجُوْهِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ۔ (ابونعیم۔ الخصائص الکبریٰ ص ۱۳۴)

جب اسے نکالا گیا تو وہ ایسا سفید تھا جیسا کہ دودھ، ہم نے حیران ہوکر کہا کہ یہ کیا راز ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہ (مبارک) رومال ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ مبارک کو صاف کیا کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو اسی طرح آگ میں ڈال کر صاف کر لیتے ہیں کیونکہ جو چیز انبیاء کرام کے چہروں پر گزرے آگ اسے نہیں جلاتی۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے وجود نبوت کی جو سراپا برکت و عافیت ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور چہرہ پاک سے لگنے والا رومال عافیت و سلامتی والا ہوگیا۔ اسے آگ نہ جلاتی تھی تو جس عظیم ماں کے بطن اطہر میں چہرۂ مصطفٰے کے نقش و نگار اور حسن و جمال کی ترکیب و تخلیق پایۂ تکمیل کو پہنچی ہو۔ اس کی عافیت و سلامتی، نفاست و بلند قسمتی نہ ماننا گویا کفرانِ نعمت بھی ہے اور تحقیر شعائر اللہ بھی، فیضانِ نسبت حق سے ناواقفی بھی ہے اور پاکانِ خلق خدا کی توہین بھی۔
(العیاذ باللہ تعالیٰ منہ الف الف مرۃ)

خونِ خیر الرسل کی عجب شان ہے

زرقانی میں ہے۔

(ترجمہ) بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور حلیہ میں ابونعیم نے روایت بیان کی کہ عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جو تابعی اور ثقہ ہیں اور جن سے صحاح ستہ میں احادیث روایت کی گئیں۔ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگی لگوائی تو مجھے اس میں سے نکلا ہوا خون عطا فرما دیا۔ اور فرمایا اے عبداللہ اسے کہیں غائب کر دو " ایک روایت میں ہے " فرمایا یہ خون لے جاؤ اور کہیں اسے چھپا دو۔ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔ میں لے گیا اور جا کر اسے پی لیا پھر جب سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو پوچھا اسے کیا کیا؟

میں نے عرض کی حضور! اسے غائب کر دیا ہے۔ فرمایا شاید تو نے اسے پی لیا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس بات نے ابھارا؟ عرض کی کہ مجھے یہ علم تھا کہ آپ کے خون کو جہنم کی آگ چھو تک نہیں سکتی۔ میں نے اس بنا پر اسے پی لیا........ دارقطنی نے سنن میں حضرت اسماء سے یوں روایت لکھی ہے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگی لگوائی تو اس نکلا ہوا خون آپ نے میرے بیٹے کو عطا فرمایا۔ اس نے وہ پی لیا۔ اُدھر جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور اس کی خبر دی تو آپ نے پوچھا تو نے میرے خون کے ساتھ کیا کیا۔ عرض کی میں نے اسے اچھا نہ سمجھا کہ آپ کے خون شریف کو کہیں پھینک دوں۔ اس لیے پی لیا۔ اس پر آپ نے فرمایا تجھے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

آپ نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا لوگ تیرا رشک کریں گے۔

"الجواہر المکنون" کتاب میں مذکور ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون شریف پی لیا تو ان کے منہ سے مشک کے بھبوکے نکلتے تھے اور یہ خوشبو ان کے منہ میں ان کے سولی دیئے جانے تک رہی۔

زرقانی صفحہ ۲۳۰-۲۳۱/۴ بحوالہ نور العینین فی ایمان آبائی سید الکونین

مقام غور: جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک نوش کر لیا تو دارین میں فیضیاب ہوئے۔ دار دنیا میں یہ کرم ہوا کہ ساری زندگی کیلئے منہ خوشبوؤں کا منبع و مرکز بن گیا اور دار آخرت میں دوزخ سے محفوظ رہنے کی سند عافیت و نجات میسر آئی۔

اس سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی کیفیت کا اندازہ کریں کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جزئیت کا رشتہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ آمنہ کے لخت جگر ہیں یعنی ان کے جسم کا ٹکڑا ہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہا کی بھلائی و برکت کس ترازو میں وزن کی جاسکتی ہے؟

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سر پر آپ کا ہاتھ مبارک

عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ حُذَيْمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدِهٖ وَقَالَ لَهٗ، بُوْرِكَ فِيْكَ قَالَ الذَّيَّالُ، فَرَاَيْتُ حَنْظَلَةَ يُؤْتٰى بِالشَّاةِ الْوَارِمِ ضَرْعُهَا وَالْبَعِيْرِ وَالْاِنْسَانِ بِهِ الْوَارِمُ فَيَتْفُلُ فِيْ يَدِهٖ وَيَمْسَحُ بِصَلْعَتِهٖ وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَثَرِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَيَمْسَحُهٗ ثُمَّ يَمْسَحُ مَوْضِعَ الْوَرَمِ فَيَذْهَبُ الْوَرَمُ۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۱۴۴/۲)

حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا اور فرمایا تجھ میں برکت دی گئی۔ حضرت ذیال فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کسی بکری کے تھنوں یا اونٹ یا انسان کے کسی مقام پر ورم ہو جاتا تو اس کو حضرت حنظلہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَثَرِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت اس مریض تک پہنچا رہا ہوں) اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر رکھ کر مل دیتے تو ورم فوراً اتر جاتا۔

برادرانِ اسلام! یہاں یہ بات انتہائی قابلِ غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بچپن میں ان کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا اور اس کا اثر ساری زندگی سایہ فگن رہا اور وہ بھی ایسا کہ صرف اکیلے حنظلہ ہی اس سے فیض پا رہے تھے۔ بلکہ دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اور شفا حاصل کرتے تھے۔

غور فرمایئے کہ دستِ مبارک کی برکت ان کے سر کے پوست پر قائم ہوئی اور جب وہ اپنا ہاتھ اس پر لگاتے تو ان کے ہاتھ میں آجاتی اور پھر وہ برکت بیمار تک پہنچتی اور وہاں جاکر یہ اثر کرتی کہ اسکو صحت ہو جاتی۔ تو اس والدہ ماجدہ کی عظمتوں کے کیا کہنے کہ جنہوں نے یداللہ کے ان ہاتھوں والے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا ہے۔

خدامِ مدینہ پانی کے برتن لئے حاضر ہوتے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِاٰنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ فَمَا يُؤْتٰى بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ يَدَهٗ فِيْهِ وَرُبَّمَا جَاءُوْهُ فِي الْغَدَاةِ

الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيهَا : (مسلم ۲۵۶/۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو خدام مدینہ پانی کے برتن لے کر حاضر خدمت ہو جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیتے۔ بعض اوقات شدید سردی ہوتی تھی۔ اُن کے برتنوں میں (پانی کو متبرک بنانے کیلئے) ہاتھ ڈال دیتے۔

حضرات محترم! اندازہ فرمائیے صحابہ کرام علیہم الرضوان پانی والے برتن کیوں لاتے تھے؟ اور آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان برتنوں میں ہاتھ کیوں ڈالتے تھے؟ صرف اس لیے کہ ایسا کرنے سے وہ پانی آبِ شفا بن جاتا تھا۔ ہر مرض و مصیبت کے لئے دوا بن جاتا تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی یہی عقیدہ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی مبارک عقیدہ ہے کہ دستِ نبوّت سے لگنے والا پانی پیغامِ حیات اور باعثِ خیر و برکات ہوتا ہے۔ تو جب ایک مرتبہ پانی کو ہاتھ لگنے سے اُس کی شفا و شان عظیم ہو جاتی ہے تو جس مال کے ساتھ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جزئیت کا رشتہ ہو اس کی آن و شان کا کیا عالم ہوگا؟

اُمِّ معبد اور رسول اللہ ﷺ کی فیض رسانی :

حضرت حزام بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکۂ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لیجارہے تھے تو دورانِ سفر اُمِّ معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے ہاں گزر ہوا، ام معبد کی قوم قحط زدہ تھی وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا کرتی اور مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا قصد

فرمایا۔ مگر اس کے پاس ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خیمہ کی جانب ایک بکری دیکھی۔ فرمایا یہ بکری کیسی ہے؟ اُم معبد نے عرض کیا کہ لاغری اور کمزوری کی وجہ سے بکریوں کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ پھر فرمایا کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ اُس نے کہا نہیں

قَالَ اَتَاْذَنِيْنَ لِيْ اَنْ اَحْلُبَهَا قَالَتْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اِنْ رَاَيْتَ بِهَا حَلَبًا فَاحْلُبْهَا فَدَعَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ بِيَدِهٖ ضَرْعَهَا وَسَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى وَدَعَا لَهَا فِيْ شَاتِهَا فَتَفَاجَّتْ عَلَيْهِ وَدَرَّتْ وَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِاِنَاءٍ يُرْبِضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيْهِ ثَجًّا حَتّٰى عَلَاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتّٰى رَوِيَتْ وَسَقٰى اَصْحَابَهٗ حَتّٰى رَوُوْا ثُمَّ شَرِبَ اٰخِرَهُمْ ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ ثَانِيًا بَعْدَ بَدْءٍ حَتّٰى مَلَاَ الْاِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهٗ عِنْدَهَا وَبَايَعَهَا وَارْتَحَلُوْا عَنْهَا (مشکوٰۃ غریب ص۵۴۲)

فرمایا کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں اس سے (دُودھ) دودھ لُوں! اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اگر اس میں دودھ دیکھتے ہیں تو دوھ لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور دُعا کی بکری نے آپ کیلئے دونوں ٹانگیں چوڑی کرلیں اور دودھ اُتار لیا اور جگالی کی۔ آپ نے برتن طلب فرمایا جو جماعت کو سیراب کردے اور اس میں دودھ دوھ کر بھر دیا یہاں تک کہ اس میں جھاگ آگئی۔ پھر اُم معبد کو پلایا، وہ سیر ہوگئی پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے، سب کے بعد آپ نے پیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار دودھ دوھنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ وہی برتن پھر بھر دیا اور اس کو بطور نشان ام معبد کے پاس چھوڑا اور اس (ام معبد) کو سلام میں بیعت کیا پھر سب وہاں سے چل دیے۔

اور پھر جب اس کا خاوند دن بھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر شام کو واپس آیا تو خیمہ میں ہر برتن دودھ سے بھرا ہوا دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا، پوچھنے لگا۔ اے امِ معبد یہ دودھ کی نہر کہاں سے بہہ نکلی؟ گھر میں تو کوئی شیر دار جانور نہ تھا۔ امِ معبد نے کہا نہیں بخدا نہیں! لیکن ایک بابرکت ہستی یہاں سے گزری یہ سب اس کا فیضان ہے۔ پھر اس نے سارا واقعہ اپنے خاوند کو کہہ سنایا۔ خاوند نے کہا اس بابرکت ہستی کا حلیہ بیان کرو۔ اللہ کی قسم! مجھے تو یہ وہی شخص معلوم ہوتا ہے جس کی تلاش اور تعاقب میں قریش چار سو اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑا رہے ہیں۔ اس وقت امِ معبد نے اس نورانی پیکر کی جو دلکش تصویر کشی کی آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیے اور لطف اٹھائیے۔

فَقَالَتْ	امِ معبد کہنے لگی۔
رَاَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ	میں نے ایک ایسا مرد دیکھا جس کا حسن نمایاں تھا، جس کی ساخت بڑی خوبصورت
حَسَنَ الْخَلْقِ	
مَلِيْحَ الْوَجْهِ	اور چہرہ ملیح تھا۔
لَمْ تُعِبْهُ ثُجْلَةٌ وَلَمْ	نہ رنگت کی زیادہ سپیدی اس کو معیوب بنا رہی تھی
تُزْرِبِهِ	اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اس میں
صَعْلَةٌ	نقص پیدا کر رہا تھا۔
قَسِيْمٌ وَسِيْمٌ	بڑا حسین، بڑا خوبرو
فِىْ عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَفِىْ اَشْفَارِهٖ وَطَفٌ	آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں پلکیں لانبی تھیں
وَفِىْ صَوْتِهٖ صَهَلٌ	اُن کی آواز گونج دار تھی۔
اَحْوَلُ اَكْحَلُ	آنکھیں سیاہ، سرمگیں
اَزَجُّ اَقْرَنُ	دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے۔

فِىْ عُنُقِهٖ سَطَعٌ
وَفِىْ لِحْيَتِهٖ كَثَافَةٌ
اِذَا صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ
وَاِذَا تَكَلَّمَ سَمَا وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ
حُلْوُ الْمَنْطِقِ
فَصْلٌ لَا نَزْرٌ وَلَا هَذْرٌ
كَاَنَّ مَنْطِقَهٗ خَرَزَاتُ
نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ
اَبْهَى النَّاسِ وَاَجْمَلُهُمْ
مِنْ بَعِيْدٍ
وَاَحْلَاهُمْ وَاَحْسَنُهُمْ مِنْ قَرِيْبٍ
رَبْعَةٌ
لَا تَشْنَؤُهٗ عَيْنٌ مِنْ طُوْلٍ
وَلَا تَقْتَحِمُهٗ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ
غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ
اَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا وَاَحْسَنُهُمْ قَدْرًا
لَهٗ رُفَقَاءُ يَحُفُّوْنَ بِهٖ
وَاِنْ قَالَ اِسْتَمَعُوْا لِقَوْلِهٖ
وَاِنْ اَمَرَ تَبَادَرُوْا اِلٰى اَمْرِهٖ
مَحْفُوْدٌ، مَحْشُوْدٌ
لَا عَابِسٌ وَلَا مُفَنَّدٌ

گردن چمکدار تھی
ریش مبارک گھنی تھی
جب وہ خاموش ہوتے پر وقار ہوتے
جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پُر نور اور بارونق ہوتا۔
شیریں گفتار
گفتگو واضح ہوتی، نہ بے فائدہ نہ بیہودہ
گفتگو گویا موتیوں کی لڑی ہے جس سے
موتی جھڑ رہے ہوتے
دُور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب
اور جمیل نظر آتے۔
اور قریب سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین دکھائی دیتے
قد درمیانہ تھا
نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو بُرا لگے۔
نہ پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں
آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ کی مانند تھے
جو سب سے سرسبز و شاداب اور قد آور ہو
انکے ایسے ساتھی تھے جو ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے
اگر آپ انہیں کچھ کہتے تو فوراً اس کی تعمیل کرتے
اگر آپ انہیں حکم دیتے تو وہ فوراً اس کو بجا لاتے
سب کے مخدوم، سب کے محترم
نہ ترش رو تھے نہ انکے فرمان کی مخالفت کی جاتی تھی
(ضیاء النبیؐ صفحہ ۱۷۴-۱۷۵ جلد ۲)

لمحۂ فکریہ جب سرِ رہ گزر آپ کے سامنے آجانے والی بدویہ عورت امِ معبد کو آپ یوں نواز رہے ہیں کہ کہیں دودھ کے برتن بھرے جا رہے ہیں تو کہیں اسے اسلام میں بیعت کیا جا رہا ہے۔ ادھر اس کی خزاں رسیدہ زندگی کو رشکِ بہاراں بنایا جا رہا ہے تو ادھر اس کی بلند قسمتی کو رشکِ فردوس بنایا جا رہا ہے۔

جب ایک عام عورت رحمۃ للعالمین کی رہ گزر میں آجانے والی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ نظر سے محروم نہ رہی۔ آپ کے کرم سے بے بہرہ نہ رہی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ اس فیضیابی سے کیسے محروم رہ سکتی ہیں؟ امِ معبد نے تو ایک ملاقات میں ایک نشانی دودھ کی فراوانی دیکھی ہے تو اس کی یہ شان و شرافت ہے تو جس ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی جلووں میں شام کے محلات کو جگمگاتے دیکھا ہے، حور و غلماں کو درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے دیکھا ہے اس کی نظر و خبر کے کیا کہنے! ؎

بدھر نظرِ نبوت کے اشارے ہو جاتے ہیں ○ اندھیرے غم کے مٹتے ہیں سویرے کراتے ہیں
کرم میرے نبی کا بن کے بادل جب برستا ہے ○ بھلے ہوں ان مقدر کے ستارے جگمگاتے ہیں
(حقیر عثمانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ مبارک

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ شریف تھا۔ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى يُسْتَشْفٰى بِهَا (مسلم ۱۹۰/۲)

وہ فرماتی ہیں اس جبّہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ ہم اسے دھو کر بغرضِ شفاء بیماروں کو پلاتے ہیں اور شفا ہو جاتی ہے۔

لمحۂ فکریہ: جو کپڑا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک سے مس ہو وہ خیر و برکت اور شفا و صحت کا موجب و باعث ہو تو یہ جسم پاک جس جسم کا جز ہو اس کی عظمت و برکت کے کیا کہنے؟

لعابِ دہن والے نوالے کی برکت

حضرت عمیرہ بنت مسعود انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میری پانچ بہنیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔

فَوَجَدْنَاهُ يَأْكُلُ قَدِيْداً فَمَضَغَ لَهُنَّ قَدِيْدَةً ثُمَّ نَاوَلَهُنَّ الْقَدِيْدَ فَمَضَغْنَهَا كُلُّ وَاحِدَةٍ قِطْعَةً قِطْعَةً فَلَقِيْنَ اللّٰهَ وَمَا وُجِدَ لِاَفْوَاهِهِنَّ خُلُوْفٌ

طبرانی۔ خصائص الکبریٰ ص
(زرقانی علی المواہب ص ۹۷/۴)

پس آپ اس وقت قدید (خشک گوشت) کھا رہے تھے۔ آپ نے ایک پارہ قدید کو چبا کر نرم کیا اور ان کو دیا تو انہوں نے تھوڑا تھوڑا (آپس میں تقسیم) کر کے کھا لیا۔ (آپ کے دہن مبارک کی برکت سے) مرتے دم تک ان کے مونہوں سے بدبو نہیں پائی گئی (بلکہ منہ خوشبودار ہو گئے)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک بے شرم اور بدزبان عورت تھی:

فَمَرَّتْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ ثَرِيْدًا فَطَلَبَتْ مِنْهُ فَنَاوَلَهَا مَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَتْ اِنَّمَا اُرِيْدُ مِنَ

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ آپ اس وقت ثرید کھا رہے تھے۔ اس نے بھی اس میں سے مانگا۔ آپ نے اس کو اس میں سے

اَلَّذِیْ فِیْ فَمِکَ فَنَاوَلَهَا مَا فِیْ فَمِهٖ وَلَمْ یَکُنْ یُسْأَلُ شَیْئًا یَمْنَعُهٗ فَلَمَّا اسْتَقَرَّ فِیْ جَوْفِهَا اُلْقِیَ عَلَیْهَا مِنَ الْحَیَاءِ مَا لَمْ تَکُنْ امْرَأَةٌ بِالْمَدِیْنَةِ اَشَدَّ حَیَاءً مِنْهَا:

شفا شریف صـ۲۱۴/۱
خصائص کبریٰ صـ۶۲/۱
زرقانی علی المواہب صـ۹۷/۴

کچھ دے دیا جو آپ کے سامنے رکھا تھا وہ بولی میں یہ نہیں چاہتی بلکہ وہ جو آپ کے منہ میں ہے۔ آپ نے وہی جو آپ کے دہن مبارک میں تھا نکال کر اس کو دے دیا کیونکہ آپ سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے تھے وہ کھا گئی۔ جب وہ لقمہ اس کے پیٹ میں گیا تو اس پر ایسی حیا طاری ہو گئی کہ وہ حیا میں تمام عورتوں سے بڑھ گئی۔

لعابِ دہن نے آنکھیں روشن کردیں

حضرت حبیب کے والد حضرت فدیک یا فریک کی آنکھیں سانپ کے انڈوں پر پاؤں آجانے کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔

فَکَانَ لَا یُبْصِرُ بِهِمَا شَیْئًا فَنَفَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْهِ فَأَبْصَرَ فَرَأَیْتُ یُدْخِلُ الْخَیْطَ فِی الْاِبْرَةِ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِیْنَ:

طبرانی، شفا شریف صـ۲۱۲/۱
خصائص کبریٰ صـ۶۹/۲ زرقانی علی المواہب صـ۱۸۸/۴

اور انہیں آنکھوں سے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں تھوک دیا تو وہ بینا ہو گئے۔ اور سب کچھ نظر آنے لگا۔ راوی کہتے ہیں میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتے تھے۔

حضرت ملاعب الاسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پیٹ میں سخت درد

رہا کرتا تھا۔ میں نے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغرض شفاء بھیجا۔

فَتَنَاوَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم مَدَرَۃً مِّنَ الْاَرْضِ فَتَفَلَ فِیْھَا ثُمَّ نَاوَلَھَا اِیَّاہُ فَقَالَ مَقْھَا (ای خلطہا) بِمَاءٍ ثُمَّ اسْقِھَا اِیَّاہُ فَفَعَلَ فَبَرِءَ (خصائص کبری ج۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھیلا زمین سے لیکر اس پر تھوکا اور فرمایا اس کو پانی میں گھول کر پلا دو جب وہ پلایا گیا تو فوراً صحت ہو گئی۔

مقام غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن مریض کے پیٹ میں جا کر شفا بخشتا ہے۔ بے نور آنکھوں کو روشنی دیتا ہے۔ زخموں کو ٹھیک کرتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کی یہ شان ہے تو پورے وجود مسعود کی عظمت کیا ہو گی۔ اور جس ماں کے بطن اطہر میں یہ وجود مسعود معرض وجود میں آیا اس ماں کی عظمتوں اور برکتوں کی کیا شان ہو گی۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

وجودِ مسعود کی چند مزید متفرق نور باریوں اور فیض رسانیوں کی جھلکیاں

ابن عساکر اور مدائنی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے

اَنَّ اُسَیْدَ بْنَ اَبِی اَیَاسٍ مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجْھَہٗ وَ اَلْقٰی یَدَہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ فَکَانَ اُسَیْدٌ یَدْخُلُ الْبَیْتَ الْمُظْلِمَ فَیُضِیْٓءُ : (الخصائص الکبریٰ ص۱۳۲، ابن عساکر، کنز العمال)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسید بن ابی ایاس کے چہرہ اور سینہ پر اپنا دست مبارک پھیرا تو (ان میں ایسا نورانی فیض آگیا کہ) وہ کسی اندھیری کوٹھڑی میں داخل ہوتے تو وہ روشن ہو جاتی۔

حضرت ابو العلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجْہَ قَتَادَۃَ ابْنِ مِلْحَانَ فَکَانَ لِوَجْھِہٖ بَرِیْقٌ حَتّٰی کَانَ یُنْظَرُ فِیْ وَجْھِہٖ کَمَا یُنْظَرُ فِی الْمِرْاٰۃِ . (شفا شریف)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتادہ بن ملحان کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کے چہرہ میں اتنی چمک پیدا ہو گئی کہ ان کے چہرے میں اشیاء کا عکس اسی طرح دیکھا جاتا جس طرح کہ آئینے میں دیکھا جاتا ہے۔

مجھے چراغ کی ضرورت نہ ہوتی تھی :

حضرت محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : اِذَا اَرْضَعْتُہٗ فِی الْمَنْزِلِ اَسْتَغْنِیْ بِہٖ عَنِ الْمِصْبَاحِ جب میں حضور کو دودھ پلاتی تھی تو مجھے گھر میں چراغ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

چنانچہ ایک دن مجھے اُمّ خولہ سعدیہ نے کہا کہ اے حلیمہ کیا تم اپنے گھر میں رات بھر آگ روشن رکھتی ہو تو میں نے جواب دیا کہ

لَا وَاللّٰهِ لَا أُوْقِدُ نَارًا وَلٰكِنَّهٗ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

نہیں! اللہ کی قسم میں آگ نہیں جلاتی۔ یہ تو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی ہے۔

حلیمہ سعدیہ نے آنکھوں سے نور نکلتے دیکھا:

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے حاضر ہوئی تو اس وقت آپ محوِ استراحت تھے۔

فَاَشْفَقْتُ اَنْ اُوْقِظَهٗ مِنْ نَوْمِهٖ لِحُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ فَدَنَوْتُ مِنْهُ رُوَيْدًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى صَدْرِهٖ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا وَفَتَحَ عَيْنَيْهِ يَنْظُرُ اِلَيَّ فَخَرَجَ مِنْ عَيْنَيْهِ نُوْرٌ حَتّٰى دَخَلَ خِلَالَ السَّمَاءِ [2]

آپ کا حسن و جمال دیکھ کر مجھ پر ایسی ہیبت طاری ہوگئی کہ میں نے آپ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پھر میں آپ کے قریب ہوئی اور آپ کے سینۂ اقدس پر میں نے اپنا ہاتھ رکھا تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنی مبارک آنکھوں کو کھولا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی نورانی آنکھوں سے نور نکل کر آسمان میں داخل ہو رہا ہے۔

چہرۂ اقدس کے نور سے گم شدہ سوئی مل گئی:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كُنْتُ اُخِيْطُ فِي السَّحَرِ فَسَقَطَتْ مِنِّي الْاِبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ يَا حُمَيْرَاءُ اَلْوَيْلُ ثُمَّ الْوَيْلُ ثَلَاثًا

[1] بیان المیلاد النبوی صفحہ ۵۴ [2] مواہب اللدنیہ صفحہ ۲۸، انوار محمدیہ صفحہ ۱۹

لِمَنْ حَرَمَ النَّظْرَ اِلٰی وَجْہِیْ ۔ (الخصائص الکبریٰ ص۱۶۰ مطبوعہ بیروت)
(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۶۸۸، القول البدیع صفحہ ۱۴۷)

میں سحری کے وقت کچھ سی رہی تھی کہ سوئی گر گئی، بڑی تلاش کے باوجود سوئی نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ اقدس میں داخل ہوئے تو آپ کے چہرہ مبارک کے نور کی شعاعوں سے سوئی چمکتی ہوئی مل گئی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اے حمیرا! اس پر افسوس ہے جو میرے چہرۂ انور کے دیدار سے محروم رہا۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شفا شریف کی شرح میں نقل کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کُنْتُ اُدْخِلُ الْخَیْطَ فِی الْاِبْرَۃِ حَالَ الظُّلْمَۃِ لِبَیَاضِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ (قصص الانبیاء فارسی ص۲۹۶، حاشیہ نسیم الریاض ص۳۲۸)

میں تاریک راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی چمک میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔

ماحصل قارئین کرام! ان روایات میں آپ نے پڑھا کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک جس چہرہ پر لگ جاتا ہے اس میں اتنی نورانیت آجاتی ہے کہ وہ صحابی اگر تاریک کمرے میں آئیں تو وہ جگمگا اٹھتا ہے۔ چہرہ آئینہ بن جاتا ہے۔ حلیمہ سعدیہ کی جھونپڑی آپ کے نور سے یوں جگمگا اٹھتی ہے کہ رشک قمر بن جاتی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی گم شدہ سوئی آپ کے نور سے جگمگا اٹھتی ہے تو جس وجود مسعود کے یہ سارے انوار و تجلیات ہیں وہ وجود مبارک جس ماں کے بطن اطہر میں جلوہ فرما ہوا اس ماں کی عظمتوں، برکتوں اور نورینیوں کا کیا

عالم ہوگا۔ وہ پاک والدہ جو اس وجود مقدس کو لئے اٹھتی بیٹھتی ہوں گی۔ اس نور و برکت کے خزانے کو لیے سوتی جاگتی ہوں گی اس کی بے مثل عزت و عظمت کے کیا کہنے؟

منبر پر ہاتھ پھیر کر چہرے پر ملتے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا

وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى مَقْعَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلَى وَجْهِهِ : (الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی)

کہ منبر اقدس میں جو جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی وہاں اپنے ہاتھوں کو ملتے پھر اپنے منہ پر پھیر لیتے :

تعظیم نام مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنّت مل گئی :

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت بڑا گناہگار تھا جسنے سو برس تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی، جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے ایسی جگہ پھینک دیا جہاں نجاست ڈالی جاتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اس شخص کو وہاں سے اٹھاؤ اور اس پر نماز پڑھو اور دفن کرو۔ حضرۃ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے اللہ! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا :۔

فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ هٰكَذَا اِلَّا اَنَّهُ كَانَ كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاةَ وَنَظَرَ اِلَى اسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهُ وَوَضَعَهُ عَلَى عَيْنَيْهِ

فَشَكَرْتُ لَهٗ ذَالِكَ وَغَفَرْتُ لَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حَوْرَآءَ

(اَلسِّیْرَۃُ الْحَلَبِیَّہ ص ۸۳ ج ۱)

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ یہ بات ٹھیک ہے لیکن اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب یہ تورات کھولتا اور (اس میں میرے حبیب کریم جناب) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دیکھتا تو اسے چوم کر آنکھوں پر رکھ لیتا۔ پس اس کے بدلے میں میں نے اس کی مغفرت فرما دی ہے اور ستر حوریں اس کے نکاح میں دی ہیں : سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

کیا تعظیم و توقیر ہے اللہ قدوس کے ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے صدیوں پہلے نام پاک کی تعظیم کرنے والا، کثیر گناہگاریوں کے باوجود جنت میں مقام پا رہا ہے اور وہ بھی بحکم ربی، موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں کفن و دفن سے مشرف بار ہو رہا ہے تو اس نام پاک والے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے ثواب و سعادت کے کیا کہنے ؟ جب اس نام کو بوسہ دینے والا انعامات خداوندی سے بہرہ ور ہو رہا ہے تو جس ماں کو قدرت یہ نام رکھنے کی قبل از وقت بشارتیں دیں تھیں، اس ماں کی شان و شرافت کے کیا کہنے

برکتوں کا خزانہ ہے نام نبی
بخششوں کا بہانہ ہے نام نبی
دو جہاں میں یگانہ ہے نام نبی
قدسیوں کا ترانہ ہے نام نبی

(نصیر عثمانی)

حافظِ قرآن کے والدین کو نورانی تاج پہنائے جائیں گے

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ بِكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهٰذَا۔ (ابوداؤد ص ۲۰۵ ج ۱)

حضرت سہل بن معاذ جہنی سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کریم پڑھا اور اسکے احکام پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی تمہارے گھروں میں چمکنے والے سورج کی روشنی سے زیادہ خوبصورت ہوگی۔ (یہ تو ان کے والدین کی شان ہے) تو تمہارا کیا خیال ہے اس کے متعلق (جس نے اسے پڑھا اور) اس پر عمل کیا۔

کنز العمال میں ہے وَيُكْسٰى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا يَقُومُ لَهُمَا أَهْلُ الدُّنْيَا فَيَقُولَانِ بِمَا كُسِينَا هٰذِهٖ؟ فَيُقَالُ لَهُمَا بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ۔ (کنز العمال ص ۵۵۲ ج ۱)

حافظِ قرآن کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے جن کی قیمت سب اہل دنیا مل کر بھی ادا نہ کرسکیں، وہ پوچھیں گے یہ جوڑے ہمیں کس سبب سے پہنائے گئے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ تمہارے بیٹے کے قرآنِ پاک یاد کرنے کے سبب۔

لمحہ فکریہ امت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے جو خوش نصیب قرآن پاک حفظ کرے اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرے اس کے ماں

باپ کو نورانی تاج اور جنتی جوڑے پہنائے جائیں گے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اللہ کریم کا وہ محبوب مکرم جو مجسم قرآن ہے، صاحب قرآن ہے اور جن کی بدولت یہ قرآن امت کو ملا ہے۔ آپ کے والدین ان "تاجوں اور پوشاکوں سے محروم رہیں بلکہ جنت میں بھی نہ جا سکیں!

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام و خدام، حفاظ کرام کے والدین کی یہ عزت و تکریم ہو گی تو بالیقین صاحب قرآن محبوب یزداں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا اکرام و انعام اس سے کہیں اعلیٰ و افضل ہو گا۔

اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو واضح ہو گا کہ حافظ قرآن اور اُسکے والدین کا اکرام دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کیلئے ہے۔ کیونکہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى میں یہ بھی شامل ہے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو خوش کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو ایسے ایسے انعامات سے نوازے گا تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی فوز و فلاح اور ان کیلئے اللہ کا فضل و عطا آپ کے دل اقدس کی خوشی کا باعث نہ ہو گا! جبکہ آپ کے دل اقدس میں آپکے والدین کریمین کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اگر میرے والدین کریمین مجھے نماز پڑھتے ہوئے بلائیں

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ اَوْ اَحَدَهُمَا وَاَنَا فِيْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ وَقَدْ قَرَءْتُ فِيْهَا

طلق بن علی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کو پاتا اور میں نماز عشاء میں سورۂ فاتحہ

بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ تُنَادِی یَا مُحَمَّدُ لَاَجَبْتُهَا لَبَّیْکَ ۔

(الحاوی للفتاویٰ صہ ۲۳۳/۲)

پڑھ چکا ہوتا تو اس حالت میں میری والدہ محترمہ مجھے آواز دیتیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میں انہیں نماز چھوڑ کر جواب دیتا کہ میں حاضر ہوں۔

احیائے ابوین کریمین کا بیان

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ رَبَّهُ اَنْ یُحْیِیَ اَبَوَیْهِ فَاَحْیَا هُمَا لَهُ فَاٰمَنَا بِهِ ثُمَّ اَمَاتَهُمَا قَالَ السُّهَیْلِی وَاللّٰہُ قَادِرٌ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ وَلَیْسَ یَعْجِزُ رَحْمَتَهُ وَقُدْرَتَهُ عَنْ شَیْئٍ وَنَبِیُّهُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلٌ اَنْ یَّخْتَصَّهُ بِمَا شَاءَ مِنْ فَضْلِهِ وَیُنْعِمَ عَلَیْهِ بِمَا شَاءَ مِنْ کَرَامَتِهِ :

شرح الزرقانی علی المواہب صہ ۱۶۸/۱
حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ نمبر ۲۱۲

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم سے سوال کیا کہ اے اللہ! میرے والدین کو زندہ کر، تو رب کریم نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے والدین کو زندہ کیا اور وہ دونوں اپنے لخت جگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر اپنی اپنی قبروں میں آرام فرما ہو گئے۔

حضرت امام سہیلی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی رحمت و قدرت کسی شے سے عاجز نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

پاک اس بات کی مستحق ہے کہ پروردگارِ عالم اپنے خصوصی فضل وعطا اور مخصوص نعمتوں و نوازشوں سے آپ کو مختص فرمائے:

یہ ثابت ہو چکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین پہلے بھی دینِ ابراہیمی پر ہونے کی وجہ سے مومن وموحد تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ وہ مجھ پر ایمان لا کر میری امت کے برگزیدہ افراد واصحاب میں شمار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رضا کے مطابق ایسا کر دیا۔

خاتم الحفاظ امام سیوطی الدرج المنیفہ میں لکھتے ہیں

إِنَّ اللّٰهَ أَحْيَاهُمَا لَهُ فَآمَنَا بِهِ وَذَالِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْحَدِيْثُ فِي ذَالِكَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْرَجَهُ الْخَطِيْبُ الْبَغْدَادِي فِي "السَّابِقِ وَاللَّاحِقِ" وَالدَّارَقُطْنِي وَابْنُ عَسَاكِرَ كِلَاهُمَا فِي "غَرَائِبِ مَالِكٍ" وَابْنُ شَاهِيْنَ فِي "النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ" وَالْمُحِبُّ الطَّبَرِي فِي سِيْرَتِهِ وَأَوْرَدَهُ السُّهَيْلِي فِي "الرَّوْضِ الْأُنُفِ" مِنْ وَجْهٍ آخَرَ بِلَفْظٍ آخَرَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ وَقَدْ مَالَ إِلَيْهِ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ مَعَ ضَعْفِهِ وَهٰكَذَا الْقُرْطُبِي وَابْنُ الْمُنِيْرِ وَنَقَلَهُ ابْنُ سَيِّدِ النَّاسِ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ بِهِ الصَّلَاحُ الصَّفْدِي فِي نَظْمٍ لَهُ وَالْحَافِظُ شَمْسُ الدِّيْنِ بْنُ نَاصِرِ الدِّيْنِ الدِّمَشْقِي فِي أَبْيَاتٍ لَهُ وَجَعَلُوْهُ نَاسِخًا لِمَا خَالَفَهُ مِنَ الْأَحَادِيْثِ لِتَأَخُّرِهِ وَلَمْ يُبَالُوْا بِضُعْفِهِ لِأَنَّ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ يُعْمَلُ بِهِ فِي الْفَضَائِلِ وَالْمَنَاقِبِ وَهٰذِهٖ مَنْقَبَةٌ وَقَدْ أَيَّدَ بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ الَّتِي اتَّفَقَ عَلَيْهَا الْأُمَّةُ أَنَّهُ مَا أُوْتِيَ نَبِيٌّ مُعْجِزَةً أَوْ خَصِيْصَةً إِلَّا أُوْتِيَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهَا وَقَدْ أَحْيَا اللّٰهُ

تعالیٰ لعیسیٰ علیہ السلام الموتیٰ من قبورھم فلا بد ان یکون لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم مثل ذالک لم یر ومن ھذا النوع الا ھذہ القصۃ فلم یستبعد ثبوتھا وان کان من ھذا النمط نطق الذراع وحنین الجزع الا ان ھذہ القصۃ عین ما وقع لعیسیٰ علیہ السلام فھو اشبہ بالمماثلۃ ولا شک من الطرق التی یعضدبھا الحدیث الضعیف موافقتہ القواعد المقررۃ قال الحافظ ابن ناصر الدین الدمشقی:

حبا اللہ النبی مزید فضل — علی فضل وکان بہ رؤوفا

فاحیا امہ وکذا اباہ — لایمان بہ فضلا لطیفا

فسلم فالقدیم بذا قدیر — وان کان الحدیث بہ ضعیفا

(الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ)

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے یہ (معجزہ) حجۃ الوداع میں وقوع پذیر ہوا، اور یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے جسے خطیب بغدادی نے "السابق واللاحق" میں، دارقطنی اور ابن عساکر نے "غرائب مالک" میں اور ابن شاہین نے "الناسخ والمنسوخ" میں محب طبری نے اپنی سیرت میں لکھا ہے۔ امام سہیلی نے "الروض الانف" میں ایک اور سند سے دوسرے الفاظ میں یہ روایت نقل کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے لیکن ضعف کے باوجود تینوں علماء نے اس کی طرف میلان کیا۔ اسی طرح امام قرطبی اور امام ابن منیر نے اور ابن سید الناس نے بعض اہل علم سے اسے نقل کیا ہے۔

اور امام صلاح صفدی نے اپنی نظم میں اس موقف کو بیان کیا ہے اور حافظ

شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اسے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔
اور ان تمام محدثین نے اس کے متوخر ہونے کی وجہ سے مخالف احادیث کیلئے اسے ناسخ مانا ہے اور انہوں نے اس کے ضعف کی پرواہ نہیں کی۔ اس لیے کہ فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف پر بھی عمل کیا جاتا ہے۔ اور زیر بحث معاملہ مناقب کا ہے اور بعض حضرات نے اس حدیث کی تائید ایک متفق علیہ قاعدہ سے بھی کی ہے جسے تمام امت تسلیم کرتی ہے وہ یہ کہ کسی پیغمبر کو کوئی معجزہ یا خصوصیت جو عطا ہوئی اس کی مثل اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر قبور سے مُردوں کو زندہ فرمایا۔ تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی اس کا ثبوت ضروری ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کا یہی تو خاص واقعہ ہے اور اس کے ثبوت میں کوئی بُعد بھی نہیں اگرچہ دیگر متعدد اشیاء اس طرح کی ہیں جیسے دستی کے گوشت کا گفتگو کرنا کھجور کے تنے کا رونا لیکن مذکورہ واقعہ زندہ ہو کر ایمان لانا یہ بعینہٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مطابق ہے لہٰذا مماثلت کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے اور بلاشبہ اس حدیث کو جو طرق قوی کرتے ہیں ان میں سے اس کا قاعدہ مسلّمہ کے موافق ہونا بھی ہے۔ حافظ ابن ناصر الدین دمشقی کہتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فضل پر فضل پسند فرمایا اور اللہ تعالیٰ واقعی آپ پر بڑا مہربان ہے۔

آپ کی والدہ اور والد دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے زندہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسا لطف فرمایا۔

اے مخاطب اسے مان لے کہ وہ قدیم ذات اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے۔

تو اس سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا آپ کے خصائص میں سے ہے۔ اور یہ آپ کے لیے اعزاز، اکرام اور انعام خداوندی ہے۔

ناسخ و منسوخ کا قول کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس حدیث کو اور احادیث کیلئے ناسخ تو تب کہیں کہ جب اُن میں والدین کریمین کے کفر و شرک کی صراحت ہو۔ جب ایسا ہے ہی نہیں تو ناسخ ہونے کا کیا مطلب؟

علاوہ ازیں اس کے ناسخ نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کے والد ماجد کے بارے میں جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ خبر ہے اور خبر کی تنسیخ نہیں ہوا کرتی۔

امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ امام ابن حجر رحمۃ اللہ کے فرمان کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اَنَّ الْحَدِیْثَ غَیْرُ ضَعِیْفٍ بَلْ صَحَّحَہٗ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ کہ اس حدیث پاک کی کثیر حفاظ حدیث نے تصحیح کی ہے جس کے باعث اب یہ درجہ ضعف میں نہیں رہی۔

امام تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی:

وَقَالَ التِّلْمِسَانِیُ رُوِیَ اِسْلَامُ اُمِّہٖ صلی اللہ علیہ وسلم بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ وَکَذَا رُوِیَ اِسْلَامُ اَبِیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَکِلَاھُمَا بَعْدَ الْمَوْتِ تَشْرِیْفًا لَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(حجۃ اللہ علی العالمین صہ ۴۱۳)

امام تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا دوبارہ زندہ ہو کر اسلام قبول کرنا اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا اسلام قبول کرنا صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ان کے وصال کے بعد اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کیلئے زندہ کیا تھا۔

اس کے بعد علامہ امام نبہانی فرماتے ہیں :

وَقَدْ اَلَّفَ کَثِیْرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ مُؤَلَّفَاتٍ مُّسْتَقِلَّةً فِیْ نَجَاةِ اَبَوَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا سِیَّمَا الْحَافِظُ السُّیُوْطِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَجَزَاهُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ خَیْرَ الْجَزَاءِ فَاِنَّهٗ اَلَّفَ فِیْ ذٰلِكَ جُمْلَةَ مُؤَلَّفَاتٍ اَثْبَتَ فِیْهَا نَجَاتَهُمَا بِبَرَاهِیْنَ کَثِیْرَةٍ وَاَقَامَ النَّکِیْرَ عَلٰی مَنْ زَعَمَ خِلَافَ ذٰلِكَ مِنْ اَهْلِ الْجُمُوْدِ وَالْجُحُوْدِ ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صہ ۴۱۳)

اور علمائے حق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی نجات کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں خصوصًا خاتم الحفاظ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی ہیں اور کثیر دلائل قاہرہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا جنتی ہونا ثابت کیا ہے۔ اور جن لوگوں نے ضد، تعصب اور جمود کی وجہ سے اس کے خلاف موقف اختیار کیا ہے اُن کی خوب خبر لی ہے۔

عبرت قاہرہ

سید شریف مصری حواشی دُرّ میں ناقل ہیں کہ ایک عالم رات بھر مسئلہ ابوین کریمین رضی اللہ عنہما میں متفکر رہے کہ کیونکر تطبیقِ اقوال ہو۔ اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ راہ میں ایک ترہ فروش (سبزی فروش) ملے کہ اپنی دوکان کے آگے باٹ ترازو لئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اٹھ کر ان عالم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور یہ اشعار پڑھے :

اٰمَنْتُ اَنَّ اَبَا النَّبِیِّ وَاُمَّهٗ	اَحْیَا هُمَا الْحَیُّ الْقَدِیْرُ الْبَارِیْ
حَتّٰی لَقَدْ شَهِدَا لَهٗ بِرِسَالَةٍ	صِدْقٌ فَذَاكَ کَرَامَةُ الْمُخْتَارِ
وَبِهِ الْحَدِیْثُ وَمَنْ یَّقُوْلُ بِضُعْفِهٖ	فَهُوَ الضَّعِیْفُ عَنِ الْحَقِیْقَةِ عَارِ

یعنی میں ایمان لایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ کو اس ابدی

قادرِ مطلق خالق عالم جل جلالہ نے زندہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کی گواہی دی۔ اے شخص اس کی تصدیق کر کہ یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس باب میں حدیث وارد ہوئی جو اسے ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور علم حقیقت سے خالی ہے۔

یہ اشعار سنا کر اس عالم سے فرمایا اے شیخ انہیں لے اور نہ رات کو جاگ نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کہ تجھے چراغ جلادے۔ ہاں جہاں جا رہا ہے وہاں نہ جا کہ لقمہ حرام کھانے میں نہ آئے۔

اُن کے اس کلام سے وہ عالم بے خود ہو کر رہ گئے۔ پھر انہیں تلاش کیا۔ پتہ نہ پایا اور دوکانداروں سے پوچھا کسی نے نہ پہچانا، سب بازار والے بولے یہاں تو کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں۔ وہ عالم اس ربانی ہادیٔ غیب کی ہدایت سن کر مکان کو واپس آئے۔ لشکری کے یہاں تشریف نہ لے گئے۔

شموس الاسلام لاصول الرسول الکرام صفحہ ۱۴۰-۱۴۱

از اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اس واقعہ کے بعد امام اہلسنت محسن ملت، فارقِ حق و باطل امام الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے شخص یہ عالم بہ برکت علم نظرِ عنایت سے ملحوظ تھے کہ غیب سے کسی ولی کو بھیج کر انہیں ہدایت فرما دی کہ تو اس ورطہ میں پڑھ کر معاذ اللہ کہیں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث ایذا نہ ہو جس کا نتیجہ معاذ اللہ بڑی آگ دیکھنا ہو۔ اللہ عزوجل ظاہر و باطن میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت، سچا ادب روزی فرمائے اور اسباب مقت و حجاب و بیزاری و عتاب سے بچائے۔ آمین، آمین، آمین!

شموس الاسلام صفحہ ۱۴۱

تو ہین حق سے نہ خود پہ غضب کر ○ الفت نبی کی خدا سے طلب کر
نہ منہ زوریوں سے جو باز آئے گا ○ تا ابد ایسی جرأت پہ پچھتائے گا
جو ظالم دلِ مصطفٰے کو دکھائے ○ وہ مخلوق و خالق کی لعنت میں آئے
کیوں تیری عقل بغض و کینے نے ماری ○ نہ آئے نظر تجھ کو فرمانِ باری

(فقیر عثمانی)

اور درخت ہرا ہو گیا:

وَ ذُكِرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى يَوْمًا بُكَاءً شَدِيْدًا عِنْدَ قَبْرِ اَبَوَيْهِ وَغَرَسَ شَجَرَةً يَابِسَةً وَقَالَ اِنْ اَخْضَرَتْ فَهُوَ عَلَامَةُ اِمْكَانِ اِيْمَانِهِمَا فَاخْضَرَّتْ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ قَبْرِهِمَا بِبَرَكَةِ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسْلَمَا ثُمَّ ارْتَحَلَا۔

(تفسیر روح البیان ص۲۱۷ ج۱)

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن والدین کریمین کی قبروں کے پاس بہت گریہ زاری فرمائی۔ اور ایک خشک درخت قبروں کے پاس گاڑ دیا اور (اپنے دل مبارک میں) کہا کہ اگر یہ خشک درخت قدرتِ خداوندی سے سبز ہو گیا تو یہ والدین کریمین کے امکانِ ایمان پر اظہار واعلان ہو گا۔ پس وہ درخت ہرا ہو گیا۔ پھر وہ دونوں اپنی اپنی قبروں سے باہر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر اپنی آرمگاہوں کو چلے گئے۔

اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ آپ کے والد ماجد کی قبر مدینہ منورہ میں ہے اور والدہ ماجدہ کی قبر مقام ابوا شریف میں ہے۔ اور اس روایت مذکورہ سے دونوں کا ایک ہی جگہ ہونا لازم آتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شرق و غرب شمال و جنوب کے فاصلے کیا چیز ہیں؟ آپ تو زمین پر رہتے ہوئے جنت میں میں حوض کوثر کو سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:
وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضَ وَاِنِّي لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هٰذَا (بخاری ج۲ ص۹۷۵)
اور بے شک تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اسکو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

آپ کے لیے ساری دنیا ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ: (زرقانی علی المواہب ج۷ ص۲۰۴)
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کے حجابات اٹھا دیئے ہیں۔ میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔
اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ [1]
یعنی بے شک میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو کچھ تم نہیں سن سکتے:
حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کسی کو میں اپنا محبوب بنا لیتا ہوں

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۴۵۷، المستدرک الحاکم ج۲ ص۵۱۰، ترمذی ج۲ ص۵۵، زرقانی علی المواہب ج۷ ص۲۰۹، دلائل النبوۃ ج۲ ص۲۰۲

فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ (بخاری شریف)

تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اُس کے پاؤں میں میری طاقت آجاتی ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اس کو دے دیتا ہوں۔

امام المتکلمین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت فرماتے ہیں:

فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی سَمْعًا لَهٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ رَاَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِكَ النُّوْرُ یَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِیْدِ وَالْقَرِیْبِ[1]

پس جب اللہ قدوس کا نورِ جلال بندے کے کان بن جاتا ہے تو بندہ قریب سے بھی سنتا ہے اور دور سے بھی اور جب یہی نورِ جلال بندے کی آنکھ بن جاتا ہے تو بندہ قریب سے بھی دیکھتا ہے اور دور سے بھی۔ اور جب یہی نورِ جلال بندے کے ہاتھ بن جاتا ہے تو بندہ دشواریوں اور آسانیوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور وہ دور بھی تصرف کر سکتا ہے اور نزدیک بھی۔

اس حدیث قدسی میں مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا سے واضح ہے کہ اس میں ولی کا ذکر ہے۔ جب ولی کی طاقت سماعت و ابصارت کی یہ شان ہے تو پھر نبی کی طاقت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اس حدیث قدسی میں اعمالِ صالحہ کے ذریعے قرب پانے والوں کا بیان ہے۔ اگرچہ ہر نبی ولی بھی ہے لیکن نبوت نیکیوں و نوافل سے نہیں ملتی، نبی پیدائشی بلکہ ازل سے نبی ہوتا ہے۔ تو جب نیکیوں سے قرب پانے والوں کیلئے فاصلے، فاصلے نہیں رہتے۔ بُعد، بُعد نہیں رہتے۔ وہ دور و نزدیک یکساں دیکھتے اور تصرف کرتے ہیں،

---

[1] تفسیر کبیر صفحہ ۹۱ جلد ۲۱ از امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ

تو پھر محبوب رب العالمین، اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کی شان والے، عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کی شان والے کیلئے دور و نزدیک کی بحث دینِ متین سے بے خبری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناشکری کی نشانی ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

○ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ اِلَى الْحَجُوْنِ كَئِيْبًا حَزِيْنًا فَاَقَامَ بِهٖ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ رَجَعَ مَسْرُوْرًا فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَزَلْتَ اِلَى الْحَجُوْنِ كَئِيْبًا حَزِيْنًا فَاَقَمْتَ بِهٖ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ رَجَعْتَ مَسْرُوْرًا قَالَ سَاَلْتُ اللّٰهَ رَبِّيْ فَاَحْيَا لِيْ اُمِّيْ فَاٰمَنَتْ بِيْ ثُمَّ رَدَّهَا۔ (شرح الزرقانی علی المواہب ص۱۶۶)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجون (قبرستان مکۃ المکرمہ) میں نزول فرمایا۔ دراں حالیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے حد غمگین و حزین تھے۔ آپ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں ٹھہرے رہے پھر وہاں سے نہایت خوش و خرم میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے محترم رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ حجون کی طرف گئے نہایت غمناک و افسردہ تھے۔ پھر آپ وہاں ٹھہرے رہے جتنا اللہ قدوس نے چاہا۔ پھر آپ واپس خوش و خرم لوٹے ہیں۔ (اس کی کیا وجہ ہے؟) فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، اس نے اپنے فضل و کرم سے میری والدہ ماجدہ کو زندہ کیا۔ پس وہ مجھ پر ایمان لائیں تو اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں (دارِ آخرت میں) لوٹا دیا۔

○ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ حَجَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَمَرَّ عَلٰى عَقَبَةِ الْحَجُوْنِ وَهُوَ بَاكٍ حَزِيْنٌ مُغْتَمٌّ فَبَكَيْتُ لِبُكَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنَّهٗ طَفِقَ فَنَزَلَ فَقَالَ يَا حُمَيْرَاءُ اِسْتَمْسِكِيْ اِلٰى زِمَامِ النَّاقَةِ فَاسْتَنَدْتُ اِلٰى جَنْبِ الْبَعِيْرِ

فَمَکَثَ عَنِّیْ طَوِیْلًا ثُمَّ اَنَّہٗ عَادَ اِلَیَّ وَھُوَ فَرِحٌ مُتَبَسِّمٌ فَقُلْتُ لَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَزَلْتَ مِنْ عِنْدِیْ وَاَنْتَ بَاکٍ حَزِیْنٌ مُغْتَمٌّ فَبَکَیْتُ لِبُکَائِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ثُمَّ اِنَّکَ عُدْتَّ اِلَیَّ وَاَنْتَ فَرِحٌ مُتَبَسِّمٌ فَعَمَّ ذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ ذَھَبْتُ لِقَبْرِ اٰمِنَۃَ اُمِّیْ فَسَاَلْتُ اللّٰہَ رَبِّیْ اَنْ یُّحْیِیَھَا فَاَحْیَاھَا وَاٰمَنَتْ [1]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ حجۃ الوداع والا حج کیا پھر حجون (مکۃ المکرمہ کے قبرستان) کی طرف آپ کا گزر ہوا۔ اس حال میں کہ آپ گریہ کناں، غم ناک اور افسردہ تھے۔ پس آپ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رو پڑی۔ وہاں پہنچ کر آپ اترے اور مجھے فرمایا اے حمیرا! اونٹنی کی مہار تھام لو۔ پس میں نے (اونٹنی کو بٹھایا اور) اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ کافی دیر اُدھر (حجون میں) ہی ٹھہرے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف لوٹے۔ اس حال میں کہ آپ نہایت خوش اور تبسم فرما رہے تھے۔ پس میں نے کہا: میرے ماں باپ قربان جب آپ میرے پاس سے اُدھر گئے تھے تو گریہ کناں، غم ناک اور افسردہ تھے حتیٰ کہ آپ کے رونے نے مجھے بھی رُلا دیا۔ پھر آپ میری طرف خوش و خرم مسکراتے ہوئے لوٹے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میں اپنی امی جان سیدہ آمنہ کی قبر کی طرف گیا تھا۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ میری ماں کو زندہ کر دے پس (اللہ تعالیٰ نے) ان کو زندہ کیا اور وہ مجھ پہ ایمان لائیں:

---

[1] (مسالک الحنفاء) الحاوی للفتاوی ج۲ ص۲۳۰، السبل الجلیۃ فی الآباء العلیۃ للسیوطی ص۹، التعظیم والمنۃ للسیوطی ص۲۶، الدرج المنیفۃ فی الآباء الشریفۃ للسیوطی ص۶، روح البیان ج۱ ص۲۱۶، شرح الزرقانی علی المواہب ج۱ ص۱۶۷، تاریخ الخمیس ج۱ ص۲۳۰، زاد اللبیب ص۲۳۶، مواہب اللدنیہ ج۱ ص۳۴، افضل القریٰ لقراء ام القریٰ ج۱ ص۱۵۱، البدایہ والنہایہ، القرطبی:

اس پر کوئی یہ شک نہ کرے کہ قبرِ انور تو مقامِ ابواء میں ہے اور آپ مکہ شریف میں قبرستان جاکر یہ سوال کر رہے ہیں اور احیاء کا واقعہ حجون (قبرستان مکہ مکرمہ) میں پیش آرہا ہے اس کا جواب دیا جاچکا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختارِ کل ہیں دُوری و مسافتیں آپ کے لیے رکاوٹیں نہیں ہیں۔ آپ جب اور جہاں چاہیں اور جس سے چاہیں ملاقات کر سکتے ہیں اور جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝ الزخرف ۴۵

اور آپ اُن سے پوچھیں جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے ہیں جن کی پوجا ہو۔

اس سے واضح ہوا کہ پہلے جو انبیاء و رسل دنیا میں تشریف لائے، ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے بات چیت، سوال و جواب کر سکتے ہیں۔

اسی طرح والدین کریمین کے مسئلے میں بھی آپ کے لیے کسی جگہ کی پابندی و قید نہیں ہے بلکہ آپ عالمِ برزخ والوں سے اہلِ دُنیا کی بات چیت کروا سکتے ہیں۔ جس طرح کہ، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ ارجمند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ مدتِ رضاعت میں انتقال فرما گئے تو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میری آرزو تھی کہ رب تعالیٰ "قاسم" کو اتنی مہلت تو دے دیتا کہ ایام رضاعت پورے ہو جاتے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاسم کے ایام رضاعت جنت میں پورے ہوں گے۔ سیدہ نے پھر وہ کلمات دہرائے جس پہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ يُسْمِعُكِ صَوْتَهٗ قَالَتْ بَلْ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ : (الخصائص الکبریٰ)

(اے خدیجہ رضی اللہ عنہا) اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں وہ

تجھے تیرے بیٹے کی جنت میں سے آواز سنا دے۔ انہوں نے عرض کی، نہیں! اللہ و رسول سچے ہیں۔

۵ ہے رتبہ وکھرا دو جگ توں سلطان مدینے والے دا
پیا چلدا اے کل عالم تے فرمان مدینے والے دا
قسمت دا تارا کھل جاوے، ہر مقصد دل دا حل جاوے
جے سچی نیتوں ہو جاوے انسان مدینے والے دا
(نفیر عثمانی)

احیاء ابوین کے متعلق علمائے حق کے چند مزید فتاویٰ مبارکہ

حجۃ الرسول علامہ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللهَ أَحْيَاهُمَا لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى آمَنَا بِهِ وَهٰذَا السَّبِيْلُ مَالَ إِلَيْهِ طَائِفَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ الْحُفَّاظِ مِنْهُمُ الْحَافِظُ أَبُوْبَكْرٍ الْخَطِيْبُ الْبَغْدَادِيُّ وَالْحَافِظُ أَبُو الْقَاسِمِ ابْنُ عَسَاكِرَ وَالْحَافِظُ أَبُوْحَفْصِ بْنُ شَاهِيْنَ وَالْحَافِظُ أَبُو الْقَاسِمِ السُّهَيْلِيُّ وَالْإِمَامُ الْقُرْطُبِيُّ وَالْحَافِظُ مُحِبُّ الدِّيْنِ الطَّبَرِيُّ وَالْعَلَّامَةُ نَاصِرُ الدِّيْنِ بْنُ الْمُنَيِّرِ وَالْحَافِظُ فَتْحُ الدِّيْنِ بْنُ سَيِّدِ النَّاسِ: (حجۃ اللہ علی العالمین ص۴۱۳، زرقانی المواہب ص۱۶۸-۱۶۹)

اس بات میں شک نہیں کہ اللہ قدوس عزوجل نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کیلئے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے اس (حدیث احیاء) کو بہت سارے آئمہ و حفاظ حدیث نے اپنایا ہے جن میں حافظ الحدیث ابوحفص بن شاہین، حافظ الحدیث ابوالقاسم سہیلی، امام قرطبی، حافظ الحدیث محب الدین طبری علامہ ناصر الدین ابن المنیر، حافظ الحدیث فتح الدین بن سید الناس ہیں:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے:

امام ابونعیم نے حلیہ میں بطریق عبداللہ بن یونس کہا ہے:

سَمِعْتُ بَعْضَ شُیُوْخِنَا یَذْکُرُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اُتِیَ بِکَاتِبٍ یَخُطُّ بَیْنَ یَدَیْهِ وَکَانَ مُسْلِمًا وَاَبُوْهُ کَافِرًا فَقَالَ عُمَرُ لِلَّذِیْ جَاءَ بِهٖ لَوْ کُنْتَ جِئْتَ بِهٖ مِنْ اَبْنَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ، فَقَالَ الْکَاتِبُ فَکَانَ اَبُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَکَرَ کَلِمَةً اَسْقَطْتُهَا اَنَا فَغَضِبَ عُمَرُ وَقَالَ لَا تَخُطَّ بَیْنَ یَدَیَّ بِالْقَلَمِ اَبَدًا: (الدرج المنیف للسیوطی ص۲)

میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس ایک منشی لایا گیا جو مسلمان تھا، لیکن اس کا باپ کافر تھا۔ آپ نے لانے والے سے فرمایا، تم مہاجرین کی اولاد میں سے کسی کو لاتے: اس پر منشی بول پڑا اور کہنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بھی تو .... ہم وہ کلمہ ذکر نہیں کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور فرمایا (یہاں سے دفع ہو جا) تو کبھی بھی ہمارے پاس کتابت نہ کر سکے گا۔

شیخ الاسلام ہروی نے ذم الکلام میں ابن ابی جمیلہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن سعد سے کہا:

بَلَغَنِیْ اَنَّ اَبَاکَ عَامِلُنَا بِمَکَانِ کَذَا وَکَذَا وَهُوَ کَافِرٌ قَالَ: وَقَدْ کَانَ اَبُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ مَا بَعْدَ الْکَلَامِ اَسْقَطْتُهُ اَنَا فَغَضِبَ عُمَرُ غَضَبًا شَدِیْدًا وَعَزَلَهٗ مِنَ الدَّوَاوِیْنِ: (الدرج المنیف للسیوطی ص۲)

مجھے خبر ملی ہے کہ تیرا باپ فلاں فلاں جگہ پر ہمارا عامل رہا ہے دراں حالیکہ وہ کافر تھا۔ اس نے آگے سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد .... ہم وہ

کلمہ ذکر نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر سخت غضبناک ہوئے اور اسے دیوان سے نکل جانے کا حکم دیا۔

حضرت امام احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر کہ انہوں نے اس ملازم کو نکال دیا تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی کے متعلق غلط کلمات کہے، لکھتے ہیں:

وَفِي ذَالِكَ إِشَارَةٌ إِلَى إِسْلَامِ أَبَوَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ بَلْ فِي حَدِيْثٍ صَحَّحَهٗ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ وَلَمْ يَلْتَفِتُوْا لِمَنْ طَعَنَ فِيْهِ أَنَّ اللهَ تَعَالٰى أَحْيَاهُمَا لَهٗ فَآمَنَا بِهٖ خُصُوْصِيَّةً لَّهُمَا وَكَرَامَةً لَّهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (نسیم الریاض ۴؍۲۷۴)

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اسلام کی طرف اشارہ ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں ان کا مسلمان ہونا ہی حق ہے بلکہ حدیث ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور طعن کرنے والوں کی طرف انہوں نے التفات ہی نہیں کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ یہ اُن کی خصوصیت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت ہے۔

امام قرطبی کا ایمان افروز قولِ مُبارک

وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ فَضَائِلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَزَلْ تَتَوَالٰى وَتَتَابَعُ إِلٰى حِيْنِ مَمَاتِهٖ فَيَكُوْنُ هٰذَا مِمَّا فَضَّلَهُ اللهُ بِهٖ وَأَكْرَمَهٗ قَالَ وَلَيْسَ إِحْيَاءُهُمَا وَإِيْمَانُهُمَا بِمُمْتَنِعٍ عَقْلًا وَّلَا شَرْعًا فَقَدْ وَرَدَ فِي الْقُرْاٰنِ إِحْيَاءُ قَتِيْلِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَإِخْبَارُهٗ بِقَاتِلِهٖ وَكَانَ

عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَام یُحْیِ الْمَوْتٰی وَکَذٰلِکَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ وَاِذَا ثَبَتَ فَمَا یَمْتَنِعُ اِحْیَاءُ ھُمَا وَاِیْمَانُھُمَا زِیَادَۃٌ فِیْ کَرَامَتِہٖ وَفَضِیْلَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص۴۱۲ ، زرقانی علی المواہب ج۱ ص۱۶۷)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ بڑھتے ہی چلے گئے اور وصال شریف تک اور زیادہ ہوتے گئے اور والدین کریمین کا زندہ ہو کر آپ پر ایمان لانا بھی دن بدن بڑھنے والے آپ کے انہی فضائل میں سے ہے نیز فرمایا کہ والدین طیبین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا نہ عقلاً ممنوع ہے نہ شرعاً ممکن ہے۔ کیا قرآن پاک میں بنی اسرائیل کے مقتول کا دوبارہ زندہ ہونا اور اپنے قاتل کی خبر دینا مذکور نہیں ؟ اور کیا قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا ثابت نہیں ؟ اور کیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن اللہ مردے زندہ نہیں کیے ؟

اور جب یہ ثابت ہے تو کون سی چیز مانع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین زندہ کیے جائیں جبکہ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی اور فضیلت میں اضافہ کے لیے ہے۔

سند الفقہاء سید ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ

فقیہ الدہر علامہ امام شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار شرح درمختار میں لکھتے ہیں :

اَلَا تَرٰی اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَدْ اَکْرَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِحَیَاۃِ اَبَوَیْہِ لَہٗ حَتّٰی اٰمَنَا بِہٖ کَمَا فِی الْحَدِیْثِ صَحَّحَہُ الْقُرْطُبِیُّ وَابْنُ نَاصِرِ الدِّیْنِ دِمَشْقِیُّ الخ (فتاویٰ شامی ص۲۹۸)

کیا تو اس بات کو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی عزت افزائی کے لیے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں ہے جس کو امام قرطبی اور حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے صحیح قرار دیا ہے پس ان کا وفات کے بعد ایمان لانا برخلاف قواعد شرعیہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کے سبب ہے۔

شیخ سلیمان جمل حاشیہ قصیدہ ہمزیہ میں رقم طراز ہیں

صَرَّحَتْ بِهِ الْاَحَادِيْثُ اَنَّ اٰبَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اُمَّهَاتِهِ اِلٰى اٰدَمَ وَحَوَّاءَ لَيْسَ فِيْهِمْ كَافِرٌ لِاَنَّ الْكَافِرَ لَا يُقَالُ فِيْ حَقِّهِ اَنَّهُ مُخْتَارٌ وَلَا كَرِيْمٌ وَلَا طَاهِرٌ بَلْ نَجِسٌ وَهٰذَا صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّ اَبَوَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمِنَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَقْرَبُ الْمُخْتَارِيْنَ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ بَلْ فِيْ حَدِيْثٍ صَحَّحَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ اَنَّ اللّٰهَ اَحْيَاهُمَا لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَوْنُ الْاِيْمَانِ بِهِ لَا يَنْفَعُ بَعْدَ الْمَوْتِ مَحَلُّهُ فِيْ غَيْرِ الْخُصُوْصِيَّةِ وَالْكَرَامَةِ :

احادیث میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و مائیں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہم السلام تک ان میں کوئی کافر نہیں کیونکہ کافر کو پسندیدہ کریم اور طاہر نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ ناپاک ہوتا ہے۔ تو یہ صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین سیدہ آمنہ اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہما جنتی ہیں کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قرب رکھنے والے ہیں منتخب ہیں اور یہی بات حق ہے بلکہ حدیث ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خصوصیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کے لیے زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ رہی یہ بات کہ موت

کے بعد ایمان نافع نہیں تو وہ مقامِ خصوصیت اور کرامت کے علاوہ کی بات ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

وحدیث احیائے والدین اگرچہ درحد ذات خود ضعیف است لیکن تصحیح وتحسین کردہ اند بتعدد طرق : (اشعۃ اللمعات ص۷۱۸)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے زندہ ہو کر ایمان قبول کرنے والی حدیث اگرچہ بذاتِ خود ضعیف ہے لیکن اس کی سندیں اس قدر زیادہ ہیں کہ یہ حدیث حسن بلکہ صحیح کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔

نوٹ :- اگر کسی سندِ حدیث میں ضعف ہو تو تعدد طرق اور تلقی بالقبول سے اس حدیث کا ضعف ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ یہی حدیث احیاء الدین کریمین والی کہ اسے امت کے مایۂ ناز مقبول ومشہور آئمہ وحفاظِ حدیث نے اپنایا تو یہ اب صحیح کے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔

امام اہلِ حدیث مولوی صدیق حسن بھوپالی کی گواہی :

لکھتے ہیں :-

ایک شخص سے کہا مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا میری بیٹی زندہ ہو جائے تو میں ایمان لاؤں، اس کی قبر پر جا کر آپ نے پکارا : اس نے کہا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ! فرمایا تو دنیا میں رجوع کرنے کو دوست رکھتی ہے۔ اس نے کہا نہیں! میں نے اللہ کو ماں باپ سے بہتر آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔ اسی طرح اللہ نے آپ کے ماں باپ کو زندہ کیا یہاں تک کہ وہ ایمان لائے۔

(الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص۱۷)

اصحاب کہف کا زندہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا :

وَذَكَرَ الثَّعْلَبِيُّ وَغَيْرُهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ اللّٰهَ اَنْ يُرِيَهُ اِيَّاهُمْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّكَ لَنْ تَرَاهُمْ وَقَالَ ابْعَثْ اِلَيْهِمْ اَرْبَعَةً مِنْ كِبَارِ اَصْحَابِكَ لِيُبَلِّغُوْهُمْ رِسَالَتَكَ وَيَدْعُوْهُمْ اِلَى الْاِيْمَانِ بِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ كَيْفَ اَبْعَثُ اِلَيْهِمْ ؟ فَقَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُبْسُطْ كِسَاءَكَ وَاَجْلِسْ عَلٰى طَرَفٍ مِنْ اَطْرَافِهِ اَبَابَكْرٍ وَعَلٰى طَرَفِ الثَّانِيْ عُمَرَ وَعَلٰى طَرَفِ الثَّالِثِ عُثْمَانَ وَعَلٰى طَرَفِ الرَّابِعِ عَلِيًّا ثُمَّ اُدْعُ الرِّيْحَ الرُّخَاءَ الْمُسَخَّرَةَ لِسُلَيْمَانَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُهَا اَنْ تُطِيْعَكَ فَفَعَلَ ذَالِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمَلَتْهُمُ الرِّيْحُ اِلٰى بَابِ الْكَهْفِ فَقَلَعُوْا مِنْهُ حَجَرًا فَحَمَلَ عَلَيْهِمُ الْكَلْبُ فَلَمَّا رَاٰهُمْ حَرَّكَ رَاْسَهُ وَبَصْبَصَ اِلَيْهِمْ وَاَوْمَاَ اِلَيْهِمْ بِرَاْسِهِ اَنِ ادْخُلُوْا فَدَخَلُوا الْكَهْفَ فَقَالُوْا : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَى الْفِتْيَةِ اَرْوَاحَهُمْ فَقَامُوْا بِاَجْمَعِهِمْ فَقَالُوْا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ فَقَالُوْا يَا مَعْشَرَ الْفِتْيَةِ اِنَّ النَّبِيَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ فَقَالُوْا وَعَلٰى مُحَمَّدٍ السَّلَامُ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَعَلَيْكُمْ بِمَا اَبْلَغْتُمْ وَقَبِلُوْا دِيْنَهُ ثُمَّ قَالُوْا اِقْرَءُوْا عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا السَّلَامَ وَاَخَذُوْا مَضَاجِعَهُمْ وَصَارُوْا اِلٰى رَقْدَتِهِمْ اِلٰى اٰخِرِ الزَّمَانِ عِنْدَ خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ فَيُقَالُ اِنَّ الْمَهْدِيَّ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ فَيُحْيِيْهِمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ اِلٰى رَقْدَتِهِمْ فَلَا يَقُوْمُوْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ ثُمَّ رَدَّتْهُمْ

الرِّيحُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَيفَ وَجَدتُّمُوهُم؟
فَاَخبَرُوهُ الخَبَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا تُفَرِّق
بَينِي وَبَينَ اَصحَابِي وَاَنصَارِي وَاغفِر لِمَن اَحَبَّنِي وَاَحَبَّ اَهلَ
بَيتِي وَخَاصَّتِي ؀ (حیاۃ الحیوان الجزئی ص۲۶۳-۲۶۴ ج۲، تفسیر روح البیان ص۲۳۱-۲۳۲ ج۵)

ثعلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ اصحاب کہف کو میں دیکھنا چاہتا ہوں (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پیش نظر) آپ کو فرمان جاری ہوا کہ آپ (وہاں جاکر) ان کو نہیں دیکھیں گے البتہ اپنے صحابہ کبار میں سے چار شخص اُن کے پاس روانہ کردیں تاکہ وہ آپ کا پیغام اُن تک پہنچادیں اور وہ یعنی اصحاب کہف آپ پر ایمان لے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السّلام سے فرمایا کہ میں اپنے صحابہ کو وہاں کس طرح بھیجوں؟ حضرت جبریل نے عرض کی کہ آپ اپنی چادر بچھادیں اور اس کے چاروں کونوں پر اپنے چاروں صحابہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہم اجمعین کو بٹھادیں اور اس ہوا کو جو حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لیے مسخر کی گئی تھی طلب فرمائیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے اُسے آپکی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا تو وہ ہوا ان چاروں حضرات کو اس غار کے دروازہ تک اڑا کر لے گئی۔ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے غار کے منہ سے پتھر ہٹایا تو کتے نے بھونکنا شروع کردیا لیکن اس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صورت دیکھی تو خاموش ہوگیا اور اپنے سر سے غار میں داخل ہونے کا اشارہ کیا چنانچہ چاروں حضرات غار میں داخل ہوئے اور کہا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، چنانچہ اصحاب کہف کھڑے ہوگئے اور کھڑے ہوکر انہوں نے انہیں الفاظ میں سلام کا جواب دیا۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ

اے گروہ نوجوانان ہمارے نبی کریم حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صاحبان کو سلام کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔ اور آپ پر بھی اُن کا سلام، ہمیں پہنچانے کے بدلہ میں۔ پھر اصحاب کہف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو قبول کیا پھر انہوں نے کہا (اے اصحاب مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں لوٹو) تو ہماری طرف سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہہ دینا یہ کہہ کر اصحاب کہف پھر سو گئے اور ظہورِ امام مہدی تک سوتے رہیں گے۔ کہتے ہیں کہ جب امام مہدی مبعوث ہوں گے تو اصحاب کہف کو سلام کہیں گے۔ اصحاب کہف زندہ ہو کر سلام کا جواب دیں گے اور پھر سو جائیں گے۔ اور پھر اس کے بعد وہ قیامت کے دن بیدار ہوں گے۔

جب اصحاب کہف یہ کہہ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام کہہ دیں پھر سو گئے تو چاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ہوا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے اصحاب کہف کا حال دریافت فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام نے وہ گفتگو جو اصحاب کہف سے ہوئی تھی آپ کو سنا دی تو آپ نے اُن کی گفتگو سن کر یہ دعا مانگی :

اے اللہ میرے اور میرے اصحاب و انصار کے درمیان جدائی نہ ڈالنا اور مغفرت فرما اُس کی جو مجھ سے اور میرے اہلبیت اور مخصوصین سے محبت رکھے۔

قارئین کرام : غور فرمایئے، اصحاب کہف مومن تھے اور اولیاء اللہ بھی۔ تبھی تو اللہ قدوس نے اُن کے قصّے کو نہایت محبوب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتی تھے یا اُن پر زمانہ فترت گزرا۔ جیسا بھی ہے امام الانبیاءؑ محبوبِ خدا حضور صلی اللہ علیہ نے انہیں اپنی امت میں شامل کرنے کی

خواہش کی ۔ اس خواہش کی تکمیل کیلئے آپ نے صحابہ کبار علیہم الرضوان کو ان کے پاس بھیجا اور وہ اُن سے ملاقی ہوئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام و پیام پہنچایا اور وہ کلمہ اسلام پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو گئے ۔ یہ کیفیت احیاء ابوین کریمین سے زیادہ تعجب خیز ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا یعنی وہ ہماری نشانیوں میں سے عجب نشانی تھے تو جب اللہ قدوس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اُن (اصحاب کہف) کے حق میں رد نہیں کی تو والدین کریمین کے متعلق آپ کی خواہش و دعا کو اللہ قدوس کیسے رد فرمائے گا ؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب کہف کے ایمان سے کروڑوں درجے زیادہ خوشی والدین کریمین کے احیاء و ایمان کی ہے ۔ — اور اللہ قدوس کو ساری کائنات سے بڑھ کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی مطلوب ہے ۔ "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" میں اسی حقیقت کا بیان ہے ۔

اوصاف بیان اُن کے کرے کیسے بھلا کوئی
خالق بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہے رضا جوئی

(فقیر عثمانی)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا :

وَاَخْرَجَ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ اَبَوَيْهِ فَقَالَ مَا سَاَلْتُهُمَا رَبِّيْ فَيُعْطِيَنِيْ فِيْهِمَا وَاِنِّيْ لَقَائِمٌ يَوْمَئِذٍ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الخ (التمثیل الجلیہ ص ۵۰، المستدرک ۲/۳۹۶)

امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے والدین کے متعلق پوچھا گیا

تو فرمایا: میں نے اپنے رب سے ان کے لیے جو مانگا تو اس نے مجھے عطا فرمایا۔ اور میں روز قیامت مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔ اس میں واضح طور پر اشارہ ہے کہ اس موقع پر ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ کی شفاعت مقبول ہوگی۔

اہل بیت دوزخ میں نہیں جائینگے:

عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ عليه وسلم سَأَلْتُ رَبِّيْ اَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَاَعْطَانِيْ ذَالِكَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے عرض کی کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ کرے تو اس نے مجھے یہ عطا فرما دیا۔ (السُّبُل الجلیہ ص۵)

وَمَا اَخْرَجَهُ ابْنُ جَرِيْرٍ فِيْ تَفْسِيْرِهٖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" قَالَ مِنْ رِضَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا يَدْخُلَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ النَّارَ

(السُّبُل الجلیہ ص۵)

اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" کی تفسیر کے تحت ان کا قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

اس کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ يَشُدُّ بَعْضُهَا بَعْضًا لِاَنَّ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ — یہ تمام احادیث ایک دوسری کو تقویت دے رہی ہیں۔ کیونکہ ضعیف حدیث

إِذَا كَثُرَتْ طُرُقُهُ أَفَادَهُ ذَالِكَ قُوَّةً كَمَا تَقَرَّرَ فِي عُلُومِ الْحَدِيْثِ
(السُّبُل الجلیہ ص۵)

کہ جب اسناد زیادہ ہوں تو اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مسلّم ہے۔

قاضی ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

وَسُئِلَ الْقَاضِي أَبُوبَكْرِ بْنِ الْعَرَبِي أَحَدُ أَئِمَّةِ الْمَالِكِيَّةِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ إِنَّ أَبَا النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّارِ فَأَجَابَ مَنْ قَالَ ذَالِكَ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ) قَالَ وَلَا أَذًى أَعْظَمُ مِنْ أَنْ يُقَالَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ فِي النَّارِ [1]

قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جو آئمہ مالکیہ میں سے ایک جید امام ہیں سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جو رسول اللہ کے والد کو دوزخی کہتا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ایسا کہنے والا ملعون ہے۔ قرآن پاک کے فیصلے کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک جو تکلیف دیں اللہ ورسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ان پر لعنت کی ہے اللہ نے دنیا و آخرت میں اور اس سے بڑی تکلیف کیا ہے کہ آپ کے والد گرامی کو دوزخی کہا جائے (العیاذ باللہ)

◉ امام محب طبری نے ذخائر العقبیٰ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ سبیعہ رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ لوگ کہتے ہیں تو دوزخی کی بیٹی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُؤْذُوْنَنِي فِي قَرَابَتِي مَنْ أَذَى قَرَابَتِي فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى اللهَ [2]

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو مجھے قرابت داروں کے حوالے سے اذیت دیتے ہیں سن لو جس نے میرے کسی رشتہ دار کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی:

---

[1] الحاوی للفتاوی ص۲۳۲، الدرج المنیفہ ص۱۰، السبل الجلیہ ص۱۰ [2] الدرج المنیفہ صفحہ نمبر ۱۹-۲۰

لمحہ فکریہ ابولہب جو کہ قطعی جہنمی ہے اور جس کی مذمت میں قرآن پاک کی پوری سورۃ نازل ہوئی ہے۔ جب اس کی بیٹی کو (جو کہ صحابیہ تھی) لوگوں نے اس کے باپ کے دوزخی ہونے کا طعنہ دیا تو سبیعہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف ہوئی۔ جب سبیعہ کو تکلیف پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف کو اپنی تکلیف قرار دیا۔ اندازہ فرمایئے جب ابولہب کے متعلق اس کی بیٹی کی وجہ سے آپ کا یہ فرمان ہے کہ مجھے تکلیف نہ دو تو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو (معاذ اللہ) جہنمی کہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو کتنا دکھ ہوگا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

احیاء و ایمان و عظمت ابوین کریمین کے قائلین

اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں :

دربارۂ ابوین کریمین رضی اللہ عنہما یہی طریقہ انیقہ یعنی نجات نجات نجات کہ ہم نے بتوفیقہ تعالیٰ احیاء کیا، تنوع مسالک پر مختار اجلہ آئمہ کبار و اعاظم علمائے نامدار ہے ازاں جملہ

- امام ابو حفص عمر بن شاہین جن کی علوم دینیہ میں تین سو تیس تصانیف ہیں از انجملہ تفسیر ایک ہزار جز میں اور مسند ڈیڑھ ہزار جز میں۔
- شیخ المحدثین احمد خطیب علی البغدادی
- حافظ الشان محدث ماہر امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر
- امام اجل ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی صاحب الروض
- حافظ الحدیث امام محب الدین طبری کہ علماء فرماتے ہیں بعد امام نووی کے ان کا مثل محدث میں کوئی نہ ہوا۔
- امام علامہ ناصر الدین ابن المنیر صاحب شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- امام حافظ الحدیث ابوالفتح محمد بن محمد ابن سید الناس صاحب عیون الاثر
- علامہ صلاح الدین صفدی
- حافظ الشان شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقی
- شیخ الاسلام حافظ الشان امام شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری شرح بخاری
- امام حافظ الحدیث ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی ابن العربی مالکی۔
- امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری صاحب الحاوی الکبیر
- امام ابوعبداللہ محمد بن خلف شارح صحیح مسلم
- امام عبداللہ محمد بن احمد ابوبکر قرطبی صاحب التذکرہ
- امام المتکلمین فخر المدققین فخر الدین محمد بن عمر الرازی
- علامہ محقق سنوسی
- امام علامہ شرف الدین مناوی

- حافظ الحفاظ مجدد القرآن امام العاشر امام جلال الملة والدین عبدالرحمن بن ابی بکر
- امام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی صاحب افضل القریٰ
- شیخ نور الدین علی بن الجزار مصری صاحب رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بفضل اللہ تعالیٰ فی الدارین من الناجین
- علامہ ابو عبداللہ محمد ابن ابی شریف حسنی تلمسانی شارح شفا شریف
- امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر
- علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فاسی صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات
- خاتمۃ المحققین علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب
- امام اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردری بزازی صاحب المناقب
- زین الفقہ علامہ محقق زین الدین ابن نجیم مصری صاحب الاشباہ والنظائر
- سید شریف علامہ حموی صاحب غمز العیون والبصائر
- علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب خمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ علیہ وسلم
- علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری صاحب نسیم الریاض
- علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار
- علامہ صاحب کنز الفوائد
- شیخ شیوخ علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی
- مولانا بحر العلوم ملک العلماء عبدالعلی صاحب فواتح الرحموت
- علامہ سید احمد مصری طحطاوی محشی درمختار
- علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی صاحب ردالمحتار
- ـــــ وغیرہم من العلماء والکبار والمحققین الاخیار علیہم رحمۃ الملک العزیز الغفار

شموس الاسلام صفحہ ۳۲-۳۴

سرکار کی نسبت کا جنہیں فیض ہوا جاری ○ حق اور حقیقت کی کرتے ہیں طرفداری،
خاطر میں نہیں لاتے اغیار کی چوکھٹ کو ✿ ہو جاتے ہیں جو دل سے لجپال کے درباری

(منیر عثمانی)

سوال: امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ اکبر میں ہے کہ وَ وَالِدَا رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر فوت ہوئے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جواب: حضرت مولانا علامہ الحاج محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نور العینین میں اسکا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"فقہ اکبر" نامی کتاب کیا سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تالیف و تصنیف ہے؟ علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اس اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر ہم اگر تسلیم بھی کرلیں کہ "فقہ اکبر" واقعی امام اعظم کی تصنیف ہے تو پھر مذکورہ عبارت (مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ) کا اس میں پایا جانا ہرگز قابل تسلیم نہیں کیونکہ علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ مذکورہ عبارت کسی نے فقہ اکبر میں درج کردی ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ایسا لکھا اور نہ ہی کبھی اس کا اظہار فرمایا۔ خود ہمارے کتب خانہ میں فقہ اکبر کے دو مطبوعہ نسخے موجود ہیں۔ ایک ۱۳۴۲ھ کا چھپا ہوا ہے جو مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے طبع ہوا۔ اور دوسرا نسخہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی کا ہے جو ابھی تازہ ہی چھپ کر بازار میں آیا ہے۔ ان دونوں نسخہ جات میں مذکورہ عبارت کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اگر "مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ" واقعی امام اعظم کا کلام ہوتا تو پھر فقہ اکبر کا کوئی نسخہ اس سے خالی نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے فقہاء کرام نے اس کی پرزور تردید کی ہے اور فقہ اکبر کے اصل مصنف کی عبارت اسے تسلیم نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو

وَمَا فِی الْفِقْہِ مِنْ اَنَّ وَالِدَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ مَدْسُوْسٌ عَلَی الْاِمَامِ وَعَلَی النُّسَخِ الْمُعْتَمَدَۃِ لَیْسَ بِھَا شَیْءٌ مِنْ ذَالِکَ

(طحطاوی جلد دوم صفحہ ۸۰ مطبوعہ بیروت)

فقہ اکبر میں جو یہ الفاظ کہیں ملتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین امام اعظم کے بقول کفر پر مرے تو یہ الفاظ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر افتراءً منسوب کر دیئے گئے ہیں کیونکہ قابلِ اعتماد نسخہ جاتِ فقہ اکبر میں اِن الفاظ کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔

امام جلال الدین سیوطی نے آپ کے والدین کریمین کے ثبوتِ اسلام اور موحد ہونے پر چھ عدد رسالہ جات تصنیف فرمائے ہیں۔ ان میں علامہ موصوف نے ان عبارات کا جواب بھی تحریر فرمایا ہے جو اس عقیدے کے خلاف تھیں۔ یعنی جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے عدم اسلام کی بات تھی۔ ہم نے علامہ موصوف کے تمام رسائل دیکھے لیکن ان میں کہیں بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس عبارت کا تذکرہ نہیں ملتا اور پھر جب علامہ سیوطی نے ایک رسالہ فضائل و مناقب امام اعظم پر تصنیف فرمایا جس کا نام تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ ہے اس میں بھی کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں "ماتا علی الکفر" والا عقیدہ تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ "فقہ اکبر" میں کسی نے اپنی طرف سے مذکورہ عبارت درج کر دی ہے۔ یوں لوگوں نے اسے امام اعظم کا کلام سمجھ کر اُن پر طعن و اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ الخ

(نور العینین فی ایمان آبای سید الکونین صفحہ نمبر ۴۳ تا ۴۵)

○

ساتھ لگے شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا مفتی شاہ محمد حشمت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو جو انھوں نے دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کا "ماتا علی الکفر" والا جملہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الخ، بے شک اس مسئلہ میں حق و صحیح و

صدق و نجیح وصواب رجیح یہی ہے کہ سیدنا عبد اللہ و سیدتنا آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سیدنا آدم صفی اللہ و سیدتنا حوا ام البشر علیہ و علیہما الصلوٰۃ والسلام تک جن متقدس مردوں کے اصلاب طیبہ میں اور جن مبارک عورتوں کے ارحام طاہر میں حضور اقدس سید عالم روح مصور و نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اقدس منتقل ہوتا رہا۔ وہ سب کے سب بفضلہ وکرمہ سبحانہ و تعالیٰ مومن موحد صالح ناجی جنتی مفلح گزرے۔ ان میں کوئی مشرک وکافر نہ ہوا۔ یہی مضمون متعدد آیات قرآنیہ اور بکثرت احادیث نبویہ و اقوال علماء سے ثابت ہے۔ جیسا کہ حضور پرنور مرشد برحق امام اہل سنت مجدد اعظم دین و ملت سیدنا اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ فاضل بریلوی قادری برکاتی رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ مقدسہ مسمی بنام تاریخی "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" میں واضح و روشن اور متعدد آیات و احادیث نبویہ علی صاحبہا وآلہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے ثابت فرمایا اور بے شک اسی میں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمارے دلوں کا چین ہے۔ اسی سے مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بندگان بارگاہ کے قلوب ٹھنڈک پاتے ہیں اور دشمنان بے دین ملحدین کے دل و جگر جل کر کباب ہو جاتے ہیں اور بے شک اس مسئلہ میں ملا علی قاری رحمۃ الباری سے سخت فاحش غلطی ہوئی جسکا اتباع ہرگز جائز نہیں اور بے شک اس مسئلہ میں رشید احمد گنگوہی نے جو فتاوی گنگوہیہ حصہ سوم مطبوعہ افضل المطابع مراد آباد کے صفحہ ۱۴۷ پر لکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا اور براہ جسارت و قباحت اس پر حاشیہ جڑا کہ "فقہ اکبر میں ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں مرقوم ہے" یہ حضور پرنور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افتراء محض اور بہتان خالص ہے۔

اولاً : ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کوئی کتاب "فقہ اکبر" نام کی نہیں ہے۔ ایک فقہ اکبر حضور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ہے، دوسری فقہ اکبر حضرت سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ہرگز ہرگز، ہرگز! حضور سیدنا امام اعظم یا حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہما نے کہیں یہ نہ فرمایا کہ معاذ اللہ! ابوین طیبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے فیا اذناب الگنگوھی ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ تو اے گنگوہی کے دم چھلو! اگر تم سچے ہو تو اپنی برہان آگے لاؤ۔

ثانیاً : اگر گنگوہی کے دم چھلے گنگوہی کی تائید میں یہ عبارت پیش کریں "وَ وَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کفر پر مرے ہیں، تو فقہ اکبر شریف کے اکثر نسخوں میں تو یہ فقرہ سرے سے موجود ہی نہیں۔ فقیر کے پاس مصر کے دو مطبعوں کے چھپے ہوئے دو نسخے فقہ اکبر شریف کے موجود ہیں۔ دونوں میں سے کسی نسخے میں اس فقرہ کا قطعاً پتہ نہیں، بلکہ فقیر کے کتب خانہ میں نسخہ شرح فقہ اکبر للملا علی القاری مطبوعہ دارالکتب العربیہ الکبریٰ بمصر موجود ہے۔ اس میں بھی نہ یہ فقرہ ہے نہ اس کی شرح کے الفاظ۔

ثالثاً : فقہ اکبر شریف کے جن نسخوں میں یہ عبارت ہے وَ وَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ انہیں نسخوں میں اسی عبارت کے متصل یہ عبارت بھی ہے وَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلَی الْاِیْمَانِ یعنی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ایمان پر انتقال فرمایا۔ اس پر خود ملا علی قاری کو تنبہ ہوا اور فرمایا لَا یُحْتَاجُ اِلٰی ذِکْرِہٖ لِعُلُوِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ

فِیْ هٰذَا الشَّاْنِ یعنی اس فقرہ کو ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اس معاملہ میں بہت بلند و بالا شان رکھتے ہیں۔

اقول اور بات بھی یکی ہے کہ ایسی بات اس کے متعلق کہی جاتی ہے جس کے خاتمہ میں شبہ ہو۔ شرع مطہر سے یقینی طور پہ واضح اور روشن نہ ہو۔ کہ کفر پہ ہوا یا ایمان پر۔ وہیں کہا جاتا ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پہ ہوا۔ فلاں دلیل شرعی اس امر پہ قائم ہے اور ہر ایک نبی کا خاتمہ ایمان کے اس اعلیٰ مرتبہ پر ہونا ہرگز کسی غیر نبی کیلئے متصوّر نہیں ضروریات دین سے ہے۔ جس کا منکر، نہ منکر، بلکہ اس میں شک رکھنے والا، نہ شک رکھنے والا بلکہ جو اس میں شک رکھنے والے کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے وہ بھی قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہے، اور العیاذ باللہ تعالیٰ بے توبہ مرا تو مستحق نار ابد ہے۔ پھر حضور اقدس سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔ کے متعلق یہ مضمون ایسے کمزور لہجہ میں بیان کرنا ہرگز شان امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متصوّر نہیں، لاجرم، خود ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کے الحاقی ہونے کا اشعار فرمایا۔ حَیْثُ قَالَ وَلَیْسَ هٰذِهِ النُّسْخَةُ فِیْ اَصْلِ شَارِحٍ لَصَدَرَ لِهٰذَا الْمَیْدَانِ لِکَوْنِهٖ ظَاهِرًا فِیْ مَعْرِضِ الْبَیَانِ اس لیے کہ انہوں نے فرمایا اور یہ عبارت شارح کے اصل نسخہ فقہ اکبر شریف میں نہیں ہے جو اس میدان کے شہسوار ہیں کیونکہ یہ مضمون مقام بیان میں خود ہی ظاہر ہے۔

یہ ہے فقہ اکبر شریف کی طرف سے پہلا جواب، جس کی طرف حضرت علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے حواشی مبارکہ علی الدر المختار میں ان کلمات سے اشارہ فرمایا وَیَدُلُّ عَلٰی ذَالِکَ اَنَّ النُّسَخَ الْمُعْتَبَرَةَ لَیْسَ فِیْهَا شَیْئٌ مِّنْ ذَالِکَ یعنی یہ عبارت ہرگز امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نہیں ہے۔ اس پہ

دلیل یہ ہے کہ فقہ اکبر شریف کے جو معتمد نسخے ہیں ان میں اس عبارت میں سے کچھ بھی نہیں۔ حضور پر نور مرشد برحق امام اہل سنت مجدد اعظم دین وملت سیدنا اعلیحضرت عظیم البرکۃ مولانا الشاہ عبدالمصطفٰے محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ فاضل بریلوی قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب مستطاب "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" (۱۳۲۰ھ) کے صفحہ ۱۵۲ پر اسی مبحث میں فرماتے ہیں۔

وَبِهٰذِهِ الْعِبَارَةِ قَرِيْنَةٌ أُخْرٰى تُوْجَدُ مِثْلُهَا فِيْ بَعْضِ النُّسَخِ دُوْنَ أُخْرٰى وَهِيَ قَوْلُهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَاتَ عَلَى الْإِيْمَانِ وَالْعَلَّامَةُ الْقَارِيُّ نَفْسُهُ قَدِ ارْتَابَ فِيْ صِحَّتِ نُسْخَتِهَا إِلَى الْكِتَابِ حَيْثُ قَالَ لَعَلَّ مَرَامَ الْإِمَامِ عَلٰى تَقْدِيْرِ صِحَّةِ وُرُوْدِ هٰذَا الْكَلَامِ مَعَ فَالْقَطْعُ بِهٰذِهِ مَعَ اِشْتِرَاكِهِمَا فِيْ خُلُوِّ النُّسَخِ الْمُعْتَمَدَةِ مِنْهُمَا مِمَّا يُقْضٰى مِنْهُ الْعَجَبُ:

یعنی اور اسی عبارت کے ساتھ ایک دوسری عبارت ہے جو اسی کی طرح بعض نسخوں میں پائی جاتی ہے اور دوسرے نسخوں میں نہیں ہے اور وہ یہ عبارت ہے "وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَاتَ عَلَى الْإِيْمَانِ" یعنی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایمان پر انتقال فرمایا۔ اور خود علامہ علی قاری کو اس بارے میں شک ہو گیا کہ فقہ اکبر شریف کی طرف اس عبارت کی نسبت صحیح ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر فقہ اکبر شریف میں اس عبارت کا ہونا صحیح فرض کر لیا جائے تو شاید امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ ہوگا کہ فقہ اکبر شریف کا متن اس عقیدہ ضروریہ دینیہ کے بیان سے خالی نہ رہے۔ تو تعجب کی بات ہے کہ ملا علی قاری نے یہ یقین کر لیا کہ وہ عبارت "وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ" ضرور

فقہ اکبر شریف کی ہے۔ حالانکہ دونوں عبارتیں اس بات میں باہم ایک دوسرے کی شریک ہیں کہ فقہ اکبر شریف کے معتمد علیہ نسخے ان دونوں عبارتوں سے خالی ہیں۔

رابعًا: اسی فقرہ کے بعد یہ فقرہ ہے:

وَاَبُوْطَالِبٍ عَمُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَبُوْعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَاتَ کَافِرًا	یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے چچا اور حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ کے باپ ابو طالب کافر مرے۔

ادنیٰ تامل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر حضور پر نور سید الامام الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا مذہب وہی ہوتا جو گنگوہی نے لکھا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ اس طرح کیوں فرماتے کہ وَ وَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَاتَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَاَبُوْطَالِبٍ عَمُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَبُوْعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَاتَ کَافِرًا

اتنا حشو شان امام اعظم کے خلاف اور حیثیت متن سے بعید ہے، کلام یوں بھی ہوسکتا تھا کہ وَ وَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَبُوْطَالِبٍ عَمُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَاتُوْا کَافِرِیْنَ:

بلکہ اس پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اصل عبارت یوں تھی:

وَ وَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَا مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ وَمَامَاتَا عَلٰی	یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا انتقال کفر پر نہیں ہوا بلکہ وہ دونوں دنیا سے ایمان پر گئے اور حضور اقدس

اَلْاِیْمَانِ وَاَبُوْ طَالِبٍ عَمُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَاتَ کَافِرًا :

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے چچا اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے باپ ابوطالب دُنیا سے کافر گئے ۔

جملہ اولیٰ میں مَا نافیہ قلم ناسخ سے رہ گیا تو عبارت یوں ہو گئی " وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ وَمَاتَا عَلَی الْاِیْمَانِ اب ناقلین کو مشکل پڑ گئی ۔ دونوں جگہ مَاتَا کی ضمیر تثنیہ کا مرجع اگر والدین کریمین کو رکھتے تو تناقض لازم آتا ، لہٰذا بعض نے تو اس جملہ میں سقط دیکھ کر یعنی نقل میں سے اس پوری عبارت کو بالکل ہی اڑا دیا وَلَنِعْمَ مَا فَعَلُوْا حَیْثُ لَا ضَلُّوْا وَلَا اَضَلُّوْا اور بعض نے کلام کو تناقض سے بچانے کے لیے یہ متعین کیا کہ دوسری جگہ ماتا بصیغہ تثنیہ صحیح نہیں بلکہ مات بصیغہ واحد ہے جس میں ناسخ کی غلطی سے الف بڑھ گیا اور پھر مات کا مرجع بنانے کیلئے اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بڑھایا ۔ اب عبارت وہ ہو گئی جو ملا علی قاری نے نقل کی مگر حقیقتاً خود ناقلین سے ناسخ اول کی غلطی متعین کرنے میں غلطی ہوئی اور اس کی زلت قلمی اور ان کی خطائے علمی سے اس عبارت کی یہ گت بن گئی ۔ یہ ہے عبارت مذکورہ کا فقہ اکبر کی طرف سے دوسرا جواب جس کا رسالہ " ھِدَایَۃُ النَّبِیِّ اِلٰی اِسْلَامِ اٰبَاءِ النَّبِیِّ " میں بحوالہ علامہ برزنجی افادہ فرمایا ۔

" یعنی خدا کی قسم انہوں نے خوب کیا کہ نہ تو خود گمراہ ہوئے نہ کسی اور کو گمراہ کیا کہ بالفرض اگر فقہ اکبر میں یہ جملہ پایا جائے تو ماتا کے قبل ما لکھنے سے سہواً رہ گیا یعنی مَا مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ ۔

خامسًا: رسالہ مبارکہ مسمی بنام تاریخی مَنْعُ السَّفْهِ الْاَکْبَرِ عَنْ قَلْبِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ میں ہے کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ فقرہ علامہ بخاری کے حواشی سے ہے۔ یہ حاشیہ بعض نسخے کے متن میں مندرج ہو گیا جس کے سبب شراح کو اشتباہ ہو گیا۔

یہ ہے فقہ اکبر شریف کی طرف سے عبارت مذکورہ کا تیسرا جواب جس کا افادہ حضرت علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی "تعلیقات علی الدر المختار" میں ان کلمات سے فرمایا:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّيّ فِي فَتَاوَاهُ وَالْمَوْجُوْدُ فِيْهَا لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ الْبُخَارِيّ لَا لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ الْكُوْفِيّ

یعنی امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ یہ فقرہ جو اس نسخہ فقہ اکبر میں ہے ابوحنیفہ محمد بن یوسف بخاری کا ہے۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہیں ہے۔

سادسًا: بلکہ اگر بالفرض یہ فقرہ حضور سراج الامۃ کاشف الغمۃ، مالک الازمۃ، امام الائمۃ سیدنا الامام الاعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ثابت ہو تو بھی ہرگز اس کے یہ معنی نہیں کہ ابوین شریفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کافر و ناری ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اکابر محققین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس فقرہ کی بخوبی تحقیق و توجیہ فرمائی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

آنچہ در فقہ اکبر است کہ ابوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم "مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ" با اثبات نجات ایشاں تناقض نہ دارد، آرے اگر توحید

و برأت از شرک از ایشاں ثابت شود مناقض آں خواہد بود، نہایت کار ایں مردم ہمیں است کہ نجات ثابت می کنند تفصیل ایں اجمال آں کہ در اثبات نجات والدین آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم علماء را سہ مسلک است۔ اول آں کہ باوجود کفر و شرک کہ داشتند معذب نہ خواہند بود لعلت آں کہ در زمان فترت بودند و پیش از بعثت پیغمبر بمقتضائے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ تعذیب مستحق نیست وَقَدْ سَبَقَ مَا فِيْ هٰذَا الْمَسْلَكِ مِنَ الْمُنَافَاتِ برایں مسلک ہم عبارت فقہ اکبر صحیح است زیرا کہ مدلول او ہمیں قدر است کہ مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ تعرض بہ تعذیب دریں عبارت واقع است۔ مسلک دوم آں کہ ایشاں را برائے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم زندہ ساختند آنہا ایمان آوردند ایں مسلک نیز با عبارت فقہ اکبر منازعت دارد و لہٰذا شمس الائمہ کردری کہ از اجلہ علمائے حنفیہ است میگوید يَجُوْزُ لَعْنُ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ اِلَّا وَالِدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِثُبُوْتِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَحْيَاهُمَا لَهٗ فَاٰمَنَا بِهٖ انْتَهٰى۔ مسلک سوم آنکہ ایں ہا بہ عقل خود یا باستماع از ملت ابراہیمی قبیح شرک را دریافتہ ترک آں گرفتہ بودند و اصنام را تعظیم نہ میکردند وکابرا عن کابر بعثت آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم را شنیدہ منتظر قدوم ایشاں بودند۔ بشتر مختار سیوطی در رسالہ خود ہمیں مسلک است، پس دریں صورت ہم نجات ایشاں ثابت می شود وہم ایمان ایشاں۔ زیرا کہ دراں وقت ہمیں قدر ایمان اجمالی تواں شد بریں مسلک ہم عبارت فقہ اکبر از دست نمی رود۔ زیرا کہ شاید عدم ایمان تفصیلی را تعبیر بہ کفر کردہ باشند اَمَا اَبِيْ وَاَبُوْكَ فِي النَّارِ وَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ بِالشَّفَاعَةِ فِيْهِمَا:

از یں ہر سہ مسلک آثار کلی و منافرت نام دارد۔ فَالْاَوْلٰى فِيْ هٰذِهٖ

لِمَسَائِلِ السُّکُوْتُ اِلیٰ اٰخِرِہٖ (ملخصاً)

یعنی وہ جو فقہ اکبر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے والدین ماجدین کا انتقال کفر پر ہوا۔ وہ ان کی نجات ثابت کرنے کے لیے مخالف نہیں ہے ہاں اگر ابوین کریمین سے توحید اور برأت از شرک ثابت ہو تو اس کا منافی ہوگا۔ جو علما ابوین مطہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نجات کے قائل ہیں، ان کی انتہائی کوشش یہ ہے کہ ابوین طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نجات ثابت کرتے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے والدین طیبین کی نجات ثابت کرنے میں علماء کے تین مسلک ہیں۔

اوّل: یہ کہ باوجود اس کفر و شرک کے جس میں وہ حضرات مبتلا تھے ان پر کچھ عذاب نہ ہوگا اس لیے کہ وہ زمانۂ فترت میں تھے اور پیغمبر کے مبعوث ہونے سے پیشتر تعذیب ثابت نہیں ہوتی کہ فرماتا ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا: یعنی ہم عذاب کرنے والے نہیں یہاں تک کہ کسی رسول کو مبعوث فرمائیں۔

اور اس مسلک میں جو منافات ہے اس کا بیان اوپر گزرا ہے۔ اس مسلک پر بھی عبارت فقہ اکبر صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ کفر پر انتقال ہوا۔ عذاب کا کچھ ذکر اس عبارت میں نہیں۔

دوم: یہ کہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے انتقال کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے واسطے زندہ فرمایا گیا، وہ ایمان لائے۔ یہ مسلک بھی فقہ اکبر کی عبارت کے مخالف نہیں اور اسی لیے علامہ شمس الدین کردری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اجلہ علمائے حنفیہ سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص کفر پر مر گیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے سوا والدین رسول اللہ

ـلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ عزوجل نے ان دونوں حضرات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لیے زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ دونوں حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے۔

سوم: یہ کہ ان حضرات نے اپنی عقل سے سوچ سمجھ کر ملت ابراہیمی سے شرک کی برائی معلوم کر کے شرک سے بیزاری اختیار فرمائی تھی اور وہ بتوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے اور در جہ بدرجہ اپنے بزرگوں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئیاں سُن سُن کر حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انکے رسائل میں زیادہ تر پسندیدہ مسلک یہی ہے تو اس صورت میں ان کی نجات بھی ثابت ہوتی ہے اور ان کا ایمان بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس زمانے میں اسی قدر اجمالی ایمان حاصل ہو سکتا تھا۔

اس مسلک پر بھی عبارت فقہ اکبر ہاتھ سے نہیں جاتی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایمان تفصیلی حاصل نہ ہونے کو کفر سے تعبیر کیا ہو۔ کفر سے ایمان تفصیلی کا حاصل نہ ہونا مراد لیا ہو، لیکن اَبِیْ وَاَبُوْکَ فِی النَّارِ وَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ بِالشَّفَاعَۃِ فِیْھِمَا، ان تینوں مسلکوں سے مخالفت کلی اور پوری منافرت رکھتا ہے تو ان مسئلوں میں چُپ رہنا ہی بہتر ہے۔

اقول یہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے فہم پر کلام ہے، ورنہ ان دونوں حدیثوں کو ایمان ونجات ابوین شریفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہرگز ممانعت نہیں۔ حدیث اوّل میں اَبِیْ سے مراد ابوطالب ہیں اور حدیث دوم کا مطلب یہ کہ اے محبوب تمہیں ان کے لیے شفاعت فرمانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ان کو تمہارے صدقے

میں محض اپنی رحمت سے ہی بخش دیں گے۔

اس مضمون کی تفصیل جلیل حضور مرشد برحق امام اہل سنت، مجدد اعظم دین ملت سیدنا اعلیحضرت عظیم البرکتہ مولانا الشاہ عبد المصطفےٰ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ فاضل بریلوی قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مقدسہ "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" میں ملاحظہ ہو۔

تو حضور اقدس، مالک رقاب الامم، دیان العرب والعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اپنی والدہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق اذن شفاعت نہ ملنے سے ان کا ناری ومشرک ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا اپنے رب کریم جل جلالہ سے اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اذن شفاعت طلب فرمانا ہی ان کے مومن و ناجی ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ اس لیے کہ حضور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ اجمعین پوری بصیرت کے ساتھ قطعاً یقیناً اس بات کو جانتے تھے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ مشرک کو ہرگز نہ بخشے گا اور مشرک کے لیے خود اپنے محبوب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والسلام کی طلب مغفرت کو بھی ہرگز قبول نہیں فرمائے گا۔ اور اسی لیے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آزر کیلئے بخشش طلب فرمانے سے منع فرما دیا۔ بلکہ خود اپنے محبوب کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی مشرکوں کافروں، منافقوں کیلئے مغفرت مانگنے سے منع فرما دیا۔ تو اس کے بعد پھر حضور اقدس مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کسی مشرک، کسی کافر، کسی منافق کے لیے مغفرت ہرگز نہیں طلب فرما سکتے تو جب یہ بات صحت کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی اس ممانعت الٰہیہ کے بعد حضور سید المرسلین والمعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ

آلہ واصحابہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی والدہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مغفرت طلب کرنے کا اذن اپنے رب قدیر وقدوس جل جلالہ سے مانگا تو ان کا شرک کی پلیدی اور کفر کی گندگی سے پاک وصاف ہونا ثابت ہوگیا۔ وللہ الحمد۔ وَهٰذَا مَاحَقَّقَهُ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ الشَّيْخُ عَبْدُ اللّٰهِ النَّبْتِيْ الرُّوْمِيْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ كِتَابِهِ الْمُسْتَطَابِ مَطَالِعُ النُّوْرِ السَّنِيِّ الْمُنْبِيْ عَنْ طَهَارَةِ نَسَبِ النَّبِيِّ الْعَرَبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ:

ثم اقول اور یہ بھی شاہ صاحب کا اپنا خیال ہے کہ عبارت فقہ اکبر شریف میں ایمان تفصیلی حاصل نہ ہونے کو کفر کہا گیا ہے۔ ورنہ حقیقتاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی یہ قول ہے تو ہرگز یہ ابوین کریمین رضی اللہ عنہما کے ایمان تفصیلی کے بھی منافی نہیں اگر مَاتَا كَافِرَيْنِ فرمایا ہوتا کہ وہ دونوں کافر مرے جیسا کہ ابوطالب کے حق میں مَاتَ كَافِرًا فرمایا ہے کہ وہ کافر مرے تو بے شک تناقض لازم آتا۔ خلاصہ یہ کہ مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ میں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے مَاتَ عَلٰى عَهْدِ الْكُفْرِ" یعنی وہ دونوں حضرات اس زمانے میں دنیا سے تشریف لے گئے جبکہ کفر پھیلا ہوا تھا۔ یہ سب ہے۔ فقہ اکبر شریف کی طرف سے عبارت مذکورہ کا چوتھا جواب جسکو حضرت علامہ سید احمد طحطاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تعلیقات پر انوار علی الدر المختار میں یوں ارشاد فرمایا: وَعَلٰى تَسْلِيْمِ اَنَّ الْاِمَامَ قَالَ ذَالِكَ فَمَعْنَاهُ مَاتَا فِيْ زَمَنِ الْكُفْرِ وَهٰذَا لَا يَقْتَضِيْ اِتِّصَافَهُمَا بِهٖ یعنی اگر ہم بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیں کہ حضور پُر نور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ فرمایا، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ان دونوں حضرات نے اس زمانے میں انتقال فرمایا کہ کفر

پھیلا ہوا تھا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ دونوں حضرات خود بھی معاذاللہ کافر تھے۔

ثم اقول اور یہ بھی شاہ صاحب مرحوم کا اپنا مسلک ہے کہ اس مسئلہ میں سکوت بہتر ہے۔ ان کے نزدیک دلائل میں تعارض ہوا نفی ایمان پر جو امور بظاہر دلالت کرتے ہیں ان کے جوابات ذہن شریف میں نہیں آئے۔ لاجرم سکوت اختیار فرمایا۔ مگر ہم ہرگز سکوت گوارا نہیں کرتے۔ ہمارے آقایانِ نعمت حضرات علماء اہلسنت دامت برکاتہم القدسیہ وعمت نے اس مسئلہ کو مہر نیمروز ماہ نیم ماہ کر کے دکھا دیا۔ دلائل خلاف کے کافی وشافی جوابات دے دیئے، لہٰذا ہم صراحتاً یہی مانتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ ابوین طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وحوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک یہ نور پاک جن مبارک مردوں کے اصلاب طیبہ اور جن مقدس عورتوں کے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا وہ سب بفضل اللہ تعالیٰ اور برحمت حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم، مومن موحد صالح، ناجی، جنتی مفلح گزرے رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعًا وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکرام وامھاتہ الکرام وآباء الکرام وآلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم الیٰ یوم القیامۃ:

ولہٰذا حضرت علامہ سید احمد طحطاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حواشی در مختار میں فرماتے ہیں:

فیہ اساءۃ ادب والذی ینبغی اعتقادہ حفظھما من الکفر:

یعنی ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معاذ اللہ کافر کہنے میں توہین ہے اور جس بات کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ

نے ان کو کفر سے محفوظ رکھا۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

وَمَا فِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ مِنْ اَنَّ وَالِدَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ فَمَدْسُوْسٌ عَلَی الْاِمَامِ:

یعنی اور وہ جو فقہ اکبر میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلّم کے والدین کفر پر مَرے تو وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا کر کے اُن کی عبارت میں ملا دیا گیا ہے۔

بالجملہ فقیر کی اس تقریر پر غور کرنے کے بعد ثابت ہو جائے گا کہ گنگوہی اور اس کے اذناب پلید کو اس بات کا ثبوت دینا تو محال ہے کہ معاذ اللہ "حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے" کیونکہ عبارت مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ فقہ اکبر شریف میں الحاقی ہے۔ امام الائمہ، مالک الازمہ کاشف الغمہ، سراج الامتہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا نہ فرمایا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ عبارت فقہ اکبر شریف کی ہے تو اسی میں سے "ما" نافیہ متروک ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ فقہ اکبر شریف میں یہ عبارت اسی طرح ہے تو اس کے معنی ہرگز وہ نہیں جو گنگوہی نے لیے۔

ہاں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی شرح میں اگر وہ عبارت انہیں کی ثابت ہو تو بے شک اس مسئلہ میں بھی اُن سے غلطی ہوئی۔ اور انہوں نے تشدّد سے کام لیا جو یقیناً غلط ہے مگر کوئی معصوم نہیں اِلَّا الْاَنْبِیَاءَ وَالْمَلٰٓئِکَۃَ عَلٰی سَیِّدِہِمْ وَعَلَیْہِمْ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَلِکُلِّ عَالِمٍ ھَفْوَۃٌ وَلِکُلِّ صَارِمٍ نَبْوَۃٌ: کسی عالم کا وہ قول جو دلائلِ شرعیہ کے مخالف ہو ہرگز قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتا لہٰذا اس مسئلہ میں مجرد قول مُلّا علی

قاری علیہ الرحمہ ہم پر ہرگز حجت نہیں۔ انہوں نے جو کچھ اس مسئلہ میں کہا ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کا شافی وکافی رد کیا۔ اور اپنے مدعا کو دلائل کثیرہ وقویہ براہین متکاثرہ جلیلہ سے مؤید کیا۔ وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ جَلَّ جَلَالُہٗ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ:

ماخوذ از رسالہ "اہلسنت کی آواز" حصہ نہم

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ

بحوالہ تحفظ عقائد اہلسنت فرید بکسٹال اردو بازار لاہور

حضرت ملا علی قاری نے فقہ اکبر کی یہ گمان کر کے کہ یہ حضرت امام اعظم کی تصنیف ہے شرح لکھی اور ایک قول کے تحت والدین کریمین کے عدم ایمان کے بارے میں اپنی تحقیق کا اظہار کیا بلکہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا جس کا اکابر علماء حنفیہ وشافعیہ نے رد بلیغ فرمایا یہاں تک کہ علامہ محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی نے فرمایا کہ ملا علی قاری کی ناک خاک آلود ہو کہ وہ اس (مسئلہ ایمان ابوین) میں منفرد کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری اس موقف کو اختیار کرنے کے بعد گوناگوں مصائب وآلام میں مبتلا ہو گئے۔ سیدی علامہ حموی نے بھی اپنے رسالہ مبارکہ (القول العلی) میں بعض مصائب کا ذکر کیا ہے جو کہ ملا علی قاری کو آخری عمر میں پہنچے مثلاً فقراور مسکنت یہاں تک کہ اکثر دینی کتب بھی بیچ ڈالیں۔ اسی طرح مشہور درسی کتاب شرح عقائد کی شرح نبراس میں موجود ہے کہ ملا علی قاری کے استاد محترم علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ چھت سے گرے ہیں اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ ان کو کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی توہین کرنے کا تجھے یہ بدلا ملا ہے۔ پس فی الحقیقہ ملا علی قاری کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ (نبراس ص ۵۲۶)

توبہ و رجوع: اگرچہ ملا علی قاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے خلاف کافی کچھ لکھ چکے تھے مگر بالآخر رب کریم نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کے ان کو توبہ اور موقف مذکور سے رجوع کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ اسی نبراس میں مذکورہ واقعہ کے حاشیہ پر موجود ہے:

عَلِی بْنُ سُلْطَانِ الْقَارِیْ فَقَدْ اَخْطَاءَ وَذَلَّ لَا یَلِیْقُ ذَالِکَ لَہٗ وَنُقِلَ تَوْبَتُہٗ عَنْ ذَالِکَ فِی الْقَوْلِ الْمُعْتَمَدِ

(حاشیہ نبراس ص ۵۲۶)

یعنی ملا علی قاری نے غلطی کی اور ذلت اٹھائی ایسا کرنا ان کو لائق نہیں تھا۔ بہر حال مستحسن قول کے مطابق ان کی توبہ و رجوع منقول ہے۔

(بحوالہ والدین مصطفےٰ کا ایمان : از علامہ ظریف القادری)

○

ملتی ہے مقدر سے عرفان کی دولت
الفت کی، عقیدت کی و فیضان کی دولت
جسے صاحب قرآں سے نہ شرف تقرب ہو
کیا خبر اسے کیا ہے؟ قرآن کی دولت
پوچھ ان سے جو دروازۂ دلبر پہ پڑے ہوں
دید کی اور درد کی! درمان کی دولت
اللہ کے محبوبوں کی نسبت کا بھلا ہو!
پاتی ہے جبک جس سے ایمان کی دولت

ابوالفضل منور حسین بن عثمانی رضوی

- خطیب مرکزی جامع مسجد مہاجرین مریکے
- و مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام

۱۴ شعبان المعظم (شب برأت) ۱۴۲۲ھ

یکم نومبر ۲۰۰۱ء بروز جمعرات ۴ بجے شام

خیر و خوش بختیوں کا خزینہ ہیں وہ
نور و رحمت کا روشن نگینہ ہیں وہ
چودہ طبقوں میں کوئی اُن کا ہمسر نہیں
والدہ پاکِ شاہِ مدینہ ہیں وہ
(فقیر عثمانی)